PAGES MISSING
WITHIN THE
BOOK ONLY

زمانہ

ایڈیٹر دیا نرائن نگم - بی - اے

جلد ۳۷ | اگست سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر ۲۲۱

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

زمانہ پریس کانپور سے شایع ہوا

قیمت رسالہ زمانہ ممالک غیر سے [illegible] سالانہ - ششماہی [illegible] - ہندوستان کیلئے [illegible] ششماہی [illegible]

جریان اور کمزوری کی لاثانی دوا

شربت اکسیر

بہت سستی

اگر آپ اشتہاری ادویات سے بدگمان ہوگئے ہوں تو ایک روپیہ اور بھی خرچ کر کے ہمارے کارخانے کا شربت اکسیر استعمال کر کے قدرت خدا کا تماشہ دیکھئے

آج کل اشتہاری طبیب اور دوافروشوں کی لمبی چوڑی عبارت آرائی اور جھوٹی تعریفوں سے پبلک میں جس قدر بدگمانی پھیل گئی ہے اسے دیکھکر جرأت نہیں ہوتی کہ کسی دوا کا اشتہار پیش کروں۔ مگر یہ بھی سخت غلطی ہے کہ کوئی ایسی چیز جو عام طور سے ثابت ہو چکی ہو پبلک سے پوشیدہ رکھی جائے۔ سنئے جناب یہ شربت اکسیر جس کا اشتہار آپ کے زیر نظر ہے اسکا نسخہ ایک کہنہ مشق امریکن ڈاکٹر سے ملا ہے اور شربت اکسیر کا اشتہار دینے کے قبل صدہا مریضوں پر مجھے کامل اطمینان ہو گیا تو آج اشتہار آپکے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگر میری تحریر کو لغو سمجھیں تو ایک شیشی شربت اکسیر منگا کر استعمال فرماویں۔ میری تحریر کی صداقت آپکو فوراً ہو جاویگی۔ مندرجہ ذیل امراض کیلئے شربت اکسیر واقعی ثابت ہوا ہے۔ جریان جو نامردی اور ضعف باہ کا پیش خیمہ ہے کیسا ہی پرانا کیوں نہ ہو شربت اکسیر کے استعمال جڑ سے جاتا رہتا ہے۔ جسم میں کمزوری پیشاب کے قبل یا بعد سفید سفید دھات کا گرنا منی کا پتلا ہو جانا احتلام کا ہونا کا نہ قرار پانا اور درد سر کا برابر رہنا سستی کاہلی اور چہرہ پر بالکل بے رونقی خون کا بدن میں نہ پیدا ہونا ان سب امراض کے لئے شربت اکسیر نہایت مفید ثابت ہوا ہے مقوی دل و دماغ تو ایسا ہے کہ شاید ہی اسکے مقابلہ کوئی دوسری دوا ہو۔ ہاضم اسقدر ہے کہ آپ ایک ہفتہ کے بعد دونی غذا نوش کرنے لگیں گے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔ محصول علاوہ۔ فرمائش لکھتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے گا۔

ہزاروں شہادتوں میں سے دو شہادتیں ملاحظہ فرمایئے

جناب سید شاہ مطیع الرحمن صاحب دلاور پور مونگیر سے تحریر فرماتے ہیں جناب حکیم صاحب آپکا شربت اکسیر نہایت ہی مفید نیز سود مند ثابت ہوا مجھکو یہ بیماری تقریباً دو سال سے مصیبت یا آزار میں مبتلا کئے ہوئے تھی۔ بفضل استعمال و محنت کامگار نے زندگی کی مہلک سے امن و امان کے گوشے میں لا بٹھایا۔ اور وہ امید کی لہریں میری زندگی وابستہ ہو گئیں اور پھر زندگی کے قاصد نے آکر مبارک بادی کی خبریں سنائیں جس سے میں بہت مسرور ہوا امید اچھا ہونے کی نہیں تھی مگر شکر ہے۔ فی الحال ایک شیشی شربت اکسیر مندرجہ ذیل پتہ سے روانہ فرمایئے

جناب جیون صاحب سلطان پور ضلع جہلم سے تحریر فرماتے ہیں کہ شربت کی ایک شیشی اور بہت جلد روانہ فرمائیں چونکہ اس سے پیشتر آپ سے ایک شیشی منگائی تھی جو بہت عمدہ نکلی اور یہ بیشک اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ جتنی اسکی تعریف کیجئے کم ہے۔ میں نے صدہا مقامات سے دوائیں منگا کر استعمال کی ہیں لیکن وہ سب کی سب بے سود نکلیں۔ واللہ شربت نایاب ہے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ کی سی اشیا کسی ڈاکٹر کے پاس نہوں گی۔ آپ کی دوائیں بہت اچھی ہیں آپ کی ادویات سے بہت خوش ہوں۔

ملنے کا پتہ۔ ایس۔ اے۔ بی بخشی اینڈ کو موجد شربت اکسیر کوٹھی نمبر ۲ کولوٹولا اسٹریٹ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴ کلکتہ

زمانہ

مرتبہ دیانرائن نگم - بی - اے

جلد ۳۷ | ستمبر ۱۹۲۱ء | نمبر ۲۲۲

فہرست مضامین

قیمت سالانہ ۵ر، اعلیٰ ۶ر

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

قیمت فی پرچہ

رسالہ زمانہ ممالک غیر سے ، ... سالانہ ششماہی ... ہندوستان کے لیے ششماہی ...

سندری سہاگ یا نہایت خوشبودار اور مفید تیل

ابتک اعلیٰ قسم کے ہندوستان مین خوشبودار تیل تیار ہوے۔ مگر یہ فخر خدا کے فضل سے ہمارے سندری سہاگ تیل کو ہوا ہی کہ اسکو بڑے بڑے ڈاکٹر اور معزز زین حضرت نے استعمال کرکے سرٹیفکیٹ دیئے ہین اور بہت سے حضرات بجز سندری کے علاوہ کسی روغن کا استعمال ہی نہین کرتے تو پھر ایسی حالت مین آپکو منگانے مین کیا تامل ہے کیا ایک شیشی روانہ کی جا



برسون کی تلاش اور جستجو کے بعد ہمکو ایک نہایت مفید اور خوشبودار روغن کا نسخہ ملا ہے جو نہایت مفید ادویات سے تیار کیا جاتا ہی سندری سہاگ علاوہ خوشبودار ہونیکے اسمین یہ خوبی ہے کہ خوشبو دیرپا ہے سندری سہاگ دماغ کی خشکی دور کرکے قوت بصارت کو بڑھاتا ہے سندری سہاگ کے استعمال سے بالون کی جڑین کیسی ہی کمزور کیون نہو مضبوط ہوجاتی ہین سندری سہاگ کے استعمال سے درد سر نزلہ زکام وغیرہ چند ہی روز مین کافور ہوجاتے ہین سندری سہاگ کا رنگ نہایت خوش رنگ ہے اور خوشبو اصلی کیسی بھی ہے لیسر مین لگاتے ہی دل و دماغ دونون معطر ہوجاتے ہین سندری سہاگ کے استعمال سے بالون کے جملہ امراض دور ہونیکے علاوہ آنکھون کی روشنی دوبالا ہوجاتی ہے سندری سہاگ کی خوشبو جس قدر لطیف ہے اوس سے زیادہ اسکے فوائد ہمثیل ہین چنانچہ سندری سہاگ مین ظاہری اور باطنی دونون خوبیان موجود ہین اور دونون خاصیتون کو یکجا کرنا جیسے کہ تیل مین خوشبو بھی دلکش ہو اور حکما مفید ہو تو یہ بہت ہی اہم کام تھا مگر ہمنے بڑی دقت سے اس مین کامیابی حاصل کی ہے لہذا بہت دنون کے تجربہ کے بعد ہم دعوی سے اس امر کی سفارش کرتے ہین کہ اگر سندری سہاگ تیل کا چندروز تک استعمال جاری رکھا جا تو قبل از وقت جو بال سفید ہوجاتے ہین شکایت آیکو ہرگز نہ پیدا ہوگی اور اگر آپکو درد سر کی شکایت رہتی ہو یا کسی قسم کا دماغی مرض ہو تو سندری سہاگ کے استعمال سے وہ شکایتین رفع ہو کیونکہ سندری سہاگ دماغ کو قوت پہونچانے مین اپنا نظیر نہین رکھتا سندری سہاگ کے استعمال سے بالون کی جڑین مضبوط ہوجاتی ہین بال نہایت چمکدار اور ملائم اور گھونگر والے ہوجاتے ہین سندری سہاگ گرے ہوے بالون کی جگہ نئے بال پیدا کرتا ہے اور بالون کو بڑھاتا اور جڑون کو مضبوط رکھتا یہ اس تیل کا بہترین فائدہ ہے آپ پہلے ایک شیشی منگا کر امتحان کرین خدا سے امید تو ہے کہ بعد آپ کسی تیل کا استعمال نکرینگے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔ تین شیشی کی قیمت دو روپے آٹھ آنے۔ محصول علاوہ۔

تازہ دو شہادتین ملاحظہ فرمائیے

ہر ہائینس حضور عالیہ نواب بیگم صاحبہ دام اقبالہ و ملکہ و سلطنتہ

والیئے ریاست مالیر کوٹلہ بخدمت شریف۔ الیس۔ اے۔ بی۔ بخشی۔ اینڈ کو۔ کوٹھی نمبر ۲ کولوٹولہ اسٹریٹ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴ بعد تسلیم متکلف خدمت ہون۔ آپکے کارخانہ سے کئی دفعہ تیل سندری سہاگ خوشبودار حسب الحکم جنابہ عالیہ بیگم محل مبارک اول دام اقبالہا۔ بذریعہ پارسل پہونچا۔ نہایت اچھا اعلیٰ درجہ کا ہوتا رہا حضور بیگم صاحبہ نے بہت خوش ہوکر یہ نہایت فائدہ مند ہے ہمیشہ آپکے کارخانہ سے یہی تیل خوشبودار منگایا جایا کریگا۔ ایک درجن شیشی تیل سندری سہاگ بہت جلد بذ پارسل ارسال کرین۔

(الراقم۔ دستخط۔ رستم علی خان۔ افسر محلات)

جناب ڈاکٹر احمد خان صاحب اسسٹنٹ سرجن مولوی گنج شہر لکھنؤ سے تحریر فرماتے ہین۔ قبل مین آپکا تیل سندری سہاگ منگوا چکا ہون۔ ا بھی تین عدد شیشی بذریعہ وی۔ پی بھیجکر مشکور فرمایئے۔ واقعی یہ تیل آپ کا قابل تعریف ہے مین نے اپنے دوستون سے تعریف کی۔

ملنے کا پتہ۔ الیس۔ کے۔ بی۔ بخشی اینڈ کو موجد سندری سہاگ تیل کوٹھی نمبر ۲ کولوٹولہ اسٹریٹ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴ کلکتہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۱۱

محفوظ

زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی۔ اے

جلد ۲۷ | اکتوبر و نومبر ۱۹۲۱ء | نمبر ۲۲۳-۲۴

فہرست مضامین

زمانہ پریس کانپور سے شایع ہوا

قیمت رسالہ زمانہ ممالک غیر سے للعہ روپیہ سالانہ ششماہی حصہ ہندوستان کیلیے ششماہی ...
دسمبر کا پرچہ ہفتہ عشرہ مین حاضر ہوگا۔ اور جنوری نمبر ۱۵ جنوری تک شایع ہوگا۔

جریان اور کمزوری کی لاثانی دوا

شربت اکسیر

اگر آپ اشتہاری ادویات سے بدگمان ہو گئے ہوں تو ایک روپیہ اور خرچ کرکے ہمارے کارخانے کا شربت اکسیر استعمال کرکے قدرت خدا کا تماشہ دیکھئے

آج کل اشتہاری طبیب و دوا فروشوں کی لمبی چوڑی عبارت آرائی اور جھوٹی تعریفوں سے ملک میں جس قدر بدگمانی ہوئی ہے اوسے دیکھکر جرأت نہیں ہوتی کہ کسی دوا کا اشتہار پیش کروں مگر یہ بھی سخت غلطی ہے کہ کوئی ایسی چیز جو عام طور سے ثابت ہو چکی ہو پبلک سے پوشیدہ رکھا جاوے سنئے جناب یہ شربت اکسیر جس کا اشتہار آپ کے پیش نظر ہے اسکا نسخہ ایک کہنہ مشق امریکن ڈاکٹر سے ملا ہے اور شربت اکسیر کا اشتہار دینے کے قبل صدہا مریضوں پر تجربہ کامل ہو گیا تو آج اشتہار آپکے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگر میری تحریر کو لغو نہ سمجھیں تو ایک شیشی شربت اکسیر استعمال فرماویں۔ میری تحریر کی صداقت آپکو فوراً ہو جاویگی۔ مندرجہ ذیل امراض کیلئے شربت اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ جریان جو نامردی اور ضعف باہ کا پیش خیمہ ہے کیسا ہی پرانا کیوں نہو شربت اکسیر کے استعمال سے جڑ سے جاتا رہتا ہے جسم میں کمزوری پیشاب کے قبل یا بعد سفید سفید دھات کا گرنا منی کا پتلا ہو جانا احتلام کا ہونا قرار پانا اور درد سر کا برابر رہنا سستی کاہلی اور چہرہ پر بالکل بے رونقی خون کا بدن میں نہ پیدا ہونا ان سب امراض کے لئے شربت اکسیر نہایت مفید ثابت ہوا ہے مقوی دل و دماغ تو ایسا ہے کہ شاید ہی اسکے مقابل کوئی دوسری دوا ہو۔ ہاں کم اسقدر ہے کہ آپ ایک ہفتہ کے بعد دوگنی غذا نوش کرنے لگیں گے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔ محصول علاوہ۔ فرمائش لکھتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے گا۔

ہزاروں شہادتوں میں سے دو شہادتیں ملاحظہ فرمائیے

جناب سید شاہ مطیع الرحمن صاحب دلاور پور مونگیر سے تحریر فرماتے ہیں جناب حکیم صاحب آپکا شربت نہایت ہی مفید ترسریع ثابت ہوا۔ مجھکو یہ بیماری تقریباً دو سال سے عجیب نا گوار میں مبتلا کئے ہوئی تھی بفضل استعمال صحت کاملہ نے زندگی مہلک سے امن و امان کے گوشے میں لا بٹھایا۔ اور وہ امید کی لہریں میری زندگی سے وابستہ ہو گئیں اور پھر زندگی کے قاصد نے آکر مبارکبادی کی خبریں سنائیں جس سے میں بہت مسرور ہوں امید اچھا ہونے کی شہیں تھی مگر شکر ہے۔ فی الحال ایک شیشی شربت اکسیر کی مندرجہ ذیل پتہ سے روانہ فرمائیے

جناب جیون صاحب سلطان پور ضلع جہلم سے تحریر فرماتے ہیں کہ شربت اکسیر ایک شیشی اور بہت جلد روانہ فرمائیں چونکہ اس سے پیشتر آپ سے ایک شیشی منگائی تھی جو بہت عمدہ نکلی اور یہ بیشک اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ جتنی اسکی تعریف کی ہے۔ میں نے صدہا مقامات سے دوائیں منگا کر استعمال کی ہیں لیکن وہ سب کی سب بے سود نکلیں۔ و[illegible] شربت نایاب ہے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ کی سی اشیاء کسی ڈاکٹر کے پاس نہونگی۔ آپ کی دوائیں بہت اچھی ہیں آپ کی ادویات سے بہت خوش ہوں۔

ملنے کا پتہ۔ ایس کے بی نیجی اینڈ کو مہد شربت اکسیر کوٹھی نمبر ۲ کولوٹولہ اسٹریٹ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴ کلکتہ

نمبر ا ۔ ۲۱۱

زمانہ

مرتبہ منشی دیا نرائن نگم بی۔ اے

جلد ۳۷	دسمبر ۱۹۲۱ء	نمبر ۲۲۵

فہرست مضامین

زمانہ پریس کانپور سے شایع ہوا

قیمت رسالہ زمانہ ممالک غیر سے ۸؎ روپیہ ۹ سالانہ ششماہی ۵؎ و معہ ہندوستان کیلئے ۶؎ ماہی ۳؎

زمانہ

جلد ۳۷ جولائی سنہ ۱۹۲۱ء نمبر ۲۲

ادراکِ روح[1]

قدمائے ہندوستان اس امر کے کوشاں رہتے تھے کہ اپنی زندگی۔ اپنے افعال۔ اپنی انبساط کو برہمہ سے متمسک کردین۔ برمھ وہ روح ہے جو ہر شے مین ہے اور جسکا علم کامل ہے۔ اس مقصد کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی معلومات کو اتنی وسعت دے کہ وہ کُل عالم پر چھا جائے۔ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہی کہ یہ امر انسان کے حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ اگر توسیع معلومات کا انصرام خارجی طور پر کیا جائے تو بیشک سلسلہ نامتناہی ہوگا جیسے کوئی سمندر کا پانی اُلیچ کر پایاب ہونا چاہے۔ اگر انسان کُل کی واقفیت کی کوشش کریگا تو یقیناً جزو ہی حاصل ہوگا۔

لیکن فی الحقیقت یہ کوشش ایسی بے سود نہین ہے جیسی بادی النظر مین معلوم ہوتی ہی انسان کو در حقیقت یہ مسئلہ طے کرنا ہوتا ہے کہ اپنے دائرہ عمل کو کسطرح وسیع اور اپنے بار کو کسطرح تقسیم کرے۔ انسان کی ذمہ داریان بہت ہین۔ اتنی زیادہ ہین کہ قابل برداشت نہین لیکن وہ محسوس کرتا ہے کہ ایک خاص طریقہ اختیار کرنے سے اُسکا بوجھ ہلکا ہو جائیگا۔ جب بوجھ بہت بھاری اور طاقت سے باہر معلوم ہوتا ہے تو اسکا دل کہتا ہے کہ مجھے وہ طریقہ معلوم کرنا ہے کہ ہر شے اپنی مقررہ جگہ پر آجائے اور بوجھ ہٹ جائے۔ یہ تلاش طریقہ کی دراصل جستجوئے اتحاد و انضمام ہے۔ یہ ہماری سعی ہے اس امر کی کہ اشیائے خارجی مین جو تنوع ہے اندرونی یگانگی کی بنا پر مترتب ہو جائے۔ اس تلاش مین رفتہ رفتہ ہمین یہ علم ہوتا ہے

---

[1] اس سلسلے کا ایک مضمون رسالہ زمانہ بابت ۱۹۲۰ء مین ہدیۂ ناظرین ہو چکا ہے ۱۲

کہ "ایک" کو پانے سے "کل" مل جاتا ہے - اور یہی احساس دراصل وجہ شرف انسان ہے - اس شر اُس قانون اتحاد پر ہے جو ہماری مستقل قوت ہے - اس قانون کی روح وہ قوت ہے جو راستی میں مضمر اور یہ راستی وہ وحدت ہے جو کثرت کو گھیرے ہوئے ہے - واقعات مختلف ہوں مگر اُن سب میں ایک ہی راستی پنہاں ہے - واقعات کا علم اور ذوی الارواح کو بھی ہوتا ہے مگر راستی کا علم ذہن انسان کا فعل ہے - سیب درخت سے گرتا ہے - پانی برستا ہے - ایسے واقعات سے اپنے دماغ کو لادتے چلے جاؤ سلسلہ کبھی ختم نہوگا لیکن جب قانون کشش دریافت ہوگیا تو ایسے واقعات کا انبار لگانا بیکار ہے یعنی وہ قانون وہ راستی دریافت ہوگئی جو بیشمار واقعات پر حاوی ہے - اس قانون کے دریافت ہونے سے انسان کو خالص خوشی ہوتی ہے - جو ذہن کی آزادی کا ثمرہ ہے - محض واقعہ ایک اندھی گلی ہے جو کسی دوسرے راستہ پر نہیں پہونچاتی - جسکے بعد کچھ نہیں - لیکن راستی ایک دنیا پیش نظر کر دیتی ہے جو لاشئے تک پہونچا دیتی ہے - یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص مثل ڈارون کے کوئی بین راستی (قانون قدرت) متعلق علم الارض دریافت کرتا ہے تو اُس راستی کا اثر وہیں ختم نہیں ہوجاتا بلکہ مثل چراغ کے اُسکی روشنی دور تک پھیلتی ہے - محض ان اشیا تک محدود نہیں جنکے دیکھنے کو چراغ روشن کیا گیا تھا - بلکہ اپنے ابتدائی منشا سے متجاوز ہو کے کل زندگی و خیالات انسان کو منور کر دیتی ہے -

لہذا یہ نتیجہ نکلا کہ راستی جو ہر واقعہ میں موجود ہے اُن واقعات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اُن سے افضل ہے بلکہ اُن پر حاوی ہے اور اُنکی حدوں کو حقیقت لامتناہی سے ملا دیتی ہے -

علم کی طرح مملکت ادراک و احساس میں بھی انسان کیلیئے لازم ہے کہ کسی مرکزی راستی (قانون) کو دریافت کرے جسکے ذریعے اُسکی نظر حتی المقدور وسیع ہوجائے -

یہی مقصد اُپنشد کی اس تعلیم کا ہے کہ "اپنی روح کا علم حاصل کرو" یا یوں کہو کہ اُس عظیم الشان قانون وحدت کو دریافت کرو جو ہر انسان میں موجود ہے -

ہماری تمام تحریکات و خواہشات نفسانی روح کا صحیح اندازہ کرنے میں دراندار ہوتی ہیں - اُنکی ہدایت صرف ہماری تنگ ذات کی طرف ہوتی ہے - جب ہمیں اپنی روح کا علم ہوتا ہے تو اُس اندرونی وجود کو (دیدۂ دل سے) دیکھنے میں جو ہماری ذات سے بالاتر ہے اور جسکا گہرا تعلق "کل" سے ہے -

بچّون کو کوئی خوشی نہین ہوتی جب حروف تہجّی سیکھنا شروع کرتے ہین کیونکہ سین کا صحیح منشا نہین جانتے۔ جبتک ساری توجہ صرف حروف کی طرف رہتی ہے دل اُچاٹ رہتا ہے۔ خوشی جبھی حاصل ہوتی ہے جب حروف مِل کر الفاظ اور جملے بناتے ہین اور اُنکے معنی ذہن نشین ہوتے ہین۔ اسیطرح جبتک ہماری روح ذات کی تنگ حدود مین علیحدہ رہتی ہے تو اُسکی اہمیت کا احصا نہین ہوتا کیونکہ روح کا جوہر اتحاد ہے روح کو اپنے صدق کا علم جبھی ہوتا ہے جب وہ دوسری راستیون سے ملحق ہو جائے اور جبہی اُسے سچّی خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ انسان پریشان و مخوف رہتا تھا جبتک اُسے مختلف قوانین قدرت مین اتحاد کا علم نہین تھا۔ ایسی حالت مین اُسے دنیا ہے مغائرت تھی جو قانون اُسنے دریافت کیا بجز اسکے کچھ نہین کہ روح انسان و دیگر اشیائے عالم مین موافقت و موانست ہے۔ یہی کڑی ہے جسکے ذریعہ سے انسان و عالم مین تعلق پیدا ہوا۔ اِس قانون کے ادراک سے انسان کو بیحد مسرّت ہوتی ہے کیونکہ وہ تمام موجودات عالم کو اپنا ہمدرد پاتا ہے۔ کسی چیز کو سمجھنے کی یہ معنی ہین کہ اُسمین کوئی ایسی بات دریافت ہو جو ہمارے اور اُسکے درمیان مشترک ہے اور جب ہمین اپنا علم اپنی ذات کے علاوہ ہوتا ہے جبھی خوشی ہوتی ہے۔ یہ تعلق ذہنی ناقص ہے۔ لیکن محبت کا تعلق کامل ہے۔ محبّت سب اختلافات کو مٹا دیتی ہے اور روح انسانی عروج کمال حاصل کرتی ہے۔ نفس کے حدود سے گذر کر عالم نامحدود تک پہونچ جاتی ہے۔ اسیوجہ سے محبّت عظیم ترین برکات سے ہے جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ صرف محبّت کے وسیلہ سے انسان جانتا ہے کہ وہ اپنے نفس سے بڑھکر ہے اور اُسمین اور ”کل“ مین مغائرت نہین۔

✓ یہ اُصول اتحاد جو ہر شخص کی روح مین ہے ہمیشہ برسرکار رہتا ہے اور کثیر و وسیع تعلقات بذریعہ ادب علوم و فنون و سائنس و سوسائٹی و ملک و مذہب قائم کرتا ہے۔ ہمارے جلیل التعداد کاشف حقیقت وہ لوگ ہین جو اپنے نفس کو بہبود عالم کے واسطے فنا کرکے روح کے سچے معنی بتاتے ہین۔

انعام و ظلم۔ فاقہ و موت کی محبّت کی خدمت مین پروا نہین کرتے۔ وہ روح کی زندگی بسر کرتے ہین اور اسیطرح حقیقی منشا ء انسان کو ثابت کرتے ہین۔ ایسے لوگون کو مہاتما کہتے ہین یعنی وہ جنکی روح بزرگ ہے۔ اپنشد مین آیا ہے۔ ”تو اپنی اولاد سے اسوجہ سے محبّت نہین کرتا کہ تو اُنکا محتاج ہے بلکہ اسوجہ سے محبت کرتا ہے کہ تجھے اپنی روح کی احتیاج ہے“۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ہم جس سے محبّت کرتے ہین اُسمین اپنی روح (روح کے بلند ترین معنون مین) پاتے ہین۔ اور یہی ہماری حیات کا سب سے مقدم راز ہے۔

پرماتما (روح کامل) مجھ مین بھی ہے اور میری اولاد مین بھی - مجھے اپنی اولاد سے اسوجہ سے محبّت ہے کہ اِس قانون اتحاد کا مجھے علم ہے - یہ ایک نہایت معمولی بات مگر حیرت خیز امر ہے کہ جن سے ہم محبّت کرتے ہین اُنکا رنج و راحت ہمارا رنج و راحت ہوتا ہے نہین بلکہ اس سے زیادہ - کیونکہ اُنکی وجہ سے ہم اپنی ذات سے گذر گئے اور اُس عظیم راستی کو چھو لیا جو تمام عالم پر محیط ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اولاد احباب یا دوسرے عزیزون کی محبّت ہمین روح کے مزید علم سے باز رکھتی ہے - دائرہ احساسات وسیع ضرور ہوجاتا ہے مگر کامل بسط حاصل نہین ہوتا - تاہم یہ پہلا زینہ ہے اور اسی پہلے زینہ مین سبب عجائبات ہے - اسیکے ذریعہ سے ہمین اپنی روح کی حقیقت دریافت ہوتی ہی - ہمین یہ علم ہوتا ہے کہ بہترین خوشی اسی مین ہے کہ اپنے نفس کو بھول جائین اور دوسرون مین محو ہوجائین بقدر مراتب یہ محبّت ہمین نئی قوّت بخشتی ہے ہم ہر چیز کو نظر غائر سے دیکھنے لگتے ہین اور ہمارے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے - لیکن اگر ان حدود مین گھٹنے بڑھنے کی استعداد نہین ہی اور جادہ محبّت سے ہٹی ہوئی ہین تو ہماری دوستی مین شان امتیاز پیدا ہوجاتی ہے - ہمارے خاندان خودغرض و غیرمہمان نواز ہوجاتے ہین ہماری قومین خودپسند اور دوسری قومون کی دشمن ہوجاتی ہین - گویا ایک روشن چراغ کو بند جگہ مین رکھدیا گیا جو پہلے تو چمکتا رہا لیکن رفتہ رفتہ اُسی کے زہریلے بخارات نے جمع ہوکر اُسے بجھا دیا تاہم فنا ہونیکے قبل چراغ اِس امر کو ثابت کردیتا ہے کہ اندھی ویران اور سرد تاریکی کے پنجون سے رہائی مین کسقدر خوشی ہوتی ہے -

اُپنشد کے مطابق علم - یعنی علم خدا کی کنجی روح کا علم ہے - اپنی روح کا اپنی شخصیت سے علیحدہ ادراک نجات ابدی کا پہلا زینہ ہے - ہمین یقین کامل رکھنا چاہیئے کہ روح ہمارا جوہر ہے - یہ بات جبھی حاصل ہوگی جب ہمین اپنے نفس پر پورا قابو ہو - غرور و حرص و خوف سے پاک ہوجائین اور یہ سمجھنے لگین کہ دنیوی نقصانات اور جسمانی موت سے ہماری روح کی دستی و عظمت مین کمی نہین ہوتی - جب بیضہ مُرغ سے بچہ نکلتا ہے تو وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ وہ سخت چھلکا جو اتنے عرصہ تک اُسے ڈھکے رہا دراصل اسکا جزو زندگی نہین تھا - وہ چھلکا مردہ تھا جسمین بالیدگی نہین تھی اور اس عظیم فراخی کی جو اُسکے باہر تھی اُسکے ذریعہ سے جھلک بھی نظر نہین آتی تھی - یہ چھلکا کیا ہی سُڈول اور خوبصورت ہو اُسپر چوٹ لگانا چاہیئے اور توڑنا چاہیئے تاکہ روشنی و ہوا بلا روک ٹوک کے جسم تک پہونچ سکے اور طائرانہ زندگی کا پورا مقصد حاصل ہو - سنسکرت مین پرندون کو "دوبارہ پیدا ہونے والا" کہتے ہین - اسی طرح اُس شخص کو بھی کہتے ہین جسنے کم سے کم بارہ برس تک مسلسل اپنے نفس کو قابو مین اور اپنے خیالات کو کثافت سے محفوظ رکھا ہو - اِس جسم عنصری کے بعد جس شخص

کی ضروریات سادہ ہوں دل پاک ہو اور تمام فرائض زندگی کو بلا ذاتی اغراض کی آلائش کے علاوہ روح کے ساتھ ادا کرے۔ اُسکے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اُسنے آلائش نفس کی تاریکی سے چھوٹ کر روحانی زندگی کی آزادی حاصل کی۔ دوسرا جنم لیا۔ جسکے روحانی تعلقات دیگر مخلوق سے قائم ہو گئے۔ "جو کُل" سے واصل ہو گیا۔

مین ایکمرتبہ کہہ چکا ہون اور پھر کہتا ہون کہ یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ہندوستان کے معلم ترکِ دنیا و ترک نفس کی تعلیم دیتے تھے جسکا نتیجہ ایسی فنا ہے جسکا دوسرا نام دخلو ہے۔ اُنکا منشا ادراک روح تھا یا یون کہیئے کہ کامل صدق کے ساتھ دنیا کا حاصل کرنا۔ حضرت مسیحؑ نے جب یہ کہا کہ صاحب برکت ہین وہ لوگ جو منکسر مزاج ہین کیونکہ دنیا اُنکی وارث ہے تو اُنکا بھی یہی مقصد تھا اُنھون نے اس راستی کا اعلان کیا کہ جب انسان غرور نفسانی سے آزاد ہو جاتا ہے تو اُسکا حقیقی ورثہ اُسکو مِل جاتا ہے۔ اپنی حیثیت برقرار رکھنے کیلئے اُسے جد و جہد کی ضرورت نہین ہوتی کیونکہ اُسکے روحانی و لاثانی حقوق روح کے سبب سے محفوظ ہونگے۔ روح کا فرض یہ ہے کہ اُسکا وصل کامل دنیا و خالق دنیا سے ہو جائے۔ غرور نفس اس عمل مین خارج ہوتا ہے۔

سادھو سُبھا کو جو وعظ بدھ نے دیا تھا اُسمین کہا ہے کہ اے سبھا یہ سچ ہے کہ مین کاروبار کی تحقیر کرتا ہون لیکن صرف اُسی کاروبار کی جسکا نتیجہ الفاظ۔ خیال یا افعال کی تخریب ہے۔ اے سبھا یہ سچ ہے کہ مین تعلیم فنا دیتا ہون لیکن صرف غرور۔ خواہشات نفسانی۔ بُرے خیالات اور جہالت کے فنا کی۔ نہ کہ بخشش و محبت و سخاوت و راستی کے فنا کی۔

بُدھ نے جس مسئلہ نجات کی تعلیم دی وہ "اودیا" سے آزادی ہے۔ اودیا یہ جہالت ہے جو ہماری روح کو تاریک اور ہمارے نفس تک محدود کر دیتی ہے۔ اس اودیا۔ اسی جہالت۔ اسی تاریکی کے سبب سے ہم مین وہ علیحدگی جسکا نام خودی ہے پیدا ہوتی ہے اور جو تمام غرور و حرص و جبر کا مرکز ہے جو نفس پرستی کے لوازم ہین۔ سوتے مین انسان کا دائرہ عمل اُسکی جسمانی زندگی تک محدود رہتا ہے۔ وہ زندہ ہے مگر اُسے اپنے اُن مختلف تعلقات کا علم نہین جو گرد و پیش کے اشیا سے ہین۔ لہذا وہ اپنے آپکو نہین جانتا۔ اسی طرح جو شخص "اودیا" کی زندگی بسر کرتا ہے وہ قید خودی مین رہتا ہے۔ اُسکی روح سو رہی ہے۔ اُسے عظیم راستی کا علم نہین جو اُسے گھیرے ہوئے ہے لہذا اسے اپنی روح کی حقیقت نہین معلوم ہوتی۔ جب انسان کو "بُدھی" حاصل ہوتی ہے۔ وہ بُدھ ہو جاتا ہے۔ یعنی اُسکا نفس خواب خودی سے بیدار ہو کر روح کی تکمیل پہ آمادہ ہوا۔

ایک مرتبہ بنگال کے ایک گانوں مین مجھے دو فقیر ایک خاص فرقے کے ملے۔ مینے اُن سے دریافت کیا کہ تمھارے مذہب کی خصوصیات کیا ہین۔ ایک نے اُنین سے تھوڑے تامل کے بعد کہا کہ اُنکا بیان کرنا مشکل ہے۔ دوسرے نے کہا نہین بہت آسان ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ پہلے ہمین کسی گُرو کی نگرانی مین اپنی روح کو جاننا چاہیئے جب روح کا علم ہو گیا تو ہم اُسکو پاسکتے ہین جو روح اعظم ہے اور ہم مین ہے۔ مینے اُس سے کہا کہ تم اس مسئلہ کی تعلیم تمام دنیا کو کیون نہین دیتے۔ اُسنے جواب دیا کہ جو پیاسا ہوگا خود دریا کے پاس آئیگا۔ مینے دریافت کیا کہ کیا دراصل لوگ اُسکے پاس آتے ہین۔ وہ شخص مسکرایا اور نہایت وثوق کے ساتھ جسمین بے صبری یا تفکر کا شایبہ بھی نہین تھا جواب دیا کہ وہ ضرور آئین گے سب آئینگے۔

بنگال کے اس تارک دنیا نے سچ کہا۔ انسان دراصل اُن ضروریات کے پورا کرنیکو پیدا ہوا ہے جو کھانے اور کپڑے سے اہم ترین۔ وہ اسلیئے آیا ہے کہ اپنے آپکو پائے۔ انسان کی تاریخ اُسکی سیاحت نامعلوم کی تاریخ ہے جو وہ لاثانی ذات یعنی روح کی تلاش مین کرتا ہے۔ سلطنتون کا عروج و زوال۔ دولت کے انبار اور اُس کا بیدردی سے خاک مین ملنا۔ انسان کا اپنے خواب وخیال کو جسمانی لباس پہنانے کی کوشش و ہوس اور پھر جب طبیعت سیر ہو جائے تو اُنھین کھلونے کی طرح پھینک دینا۔ اُسکا طلسمی کنجیان بناتا جن سے خلقت کے رازہائے سربستہ کو کھولے۔ قرنون کی محنت کو برباد کرکے پھر سرے سے کوشش کرنا اور نئی شکلین پیدا کرنا۔ یہ تمام کیفیتین سفر ہین انسان طی منازل مین مصروف ہے تاکہ اپنی روح کو بخوبی سمجھے اُس روح کو جو تمام اُن چیزون سے جو انسان جمع کرتا ہے اُن کارنامون سے جو ظہور مین آتے ہین اُن مسائل سے جنھین وہ پیش کرتا ہے۔ بزرگ تر ہے وہ روح جسکا قدم ہمیشہ آگے بڑھتا ہے اور جسے موت یا فنا روک نہین سکتی۔ انسان کی ناکامیان اور غلطیان بھی کم یا حقیر نہین وہ اُسکے راستے مین عالیشان مسمار شدہ عمارتون کی طرح سد راہ ہین۔ اُسکی تکالیف بھی سخت ہین جسطرح کہ ایک تنومند بچے کی پیدائش مین ماں کی جان پر بن جاتی ہے بانیہمہ وہ اُس کامیابی کا پیش خیمہ ہین جسکی وسعت نامحدود ہے۔ انسان نے مختلف قربانیان کی ہین اور کرتا ہے اور اُسکے عقائد قربانگاہ ہین جہان وہ روز ایسی قربانی کرتا ہے جو کثیر و حیرت خیز ہوتی ہین یہ تمام واقعات بے معنی و ناقابل برداشت ہون اگر اُنسے نہایت گہری روحانی خوشی حاصل نہوتی ہو اس روح کی خدایانہ قوت کا امتحان تکلیف و مصیبت مین ہوتا ہے اور جبر نفس سے اُسکی نہ ختم ہونے والی دولت کا ثبوت ملتا ہے۔ ہان آرہے ہین یہ جاری آرہے ہین! سب کے سب آرہے ہین۔ ا

اپنا حقیقی ورثہ لیتے آرہے ہیں - وہ برابر اپنے احساسات کو وسیع کر رہے ہیں - برابر بلند تر اتحاد کے متلاشی ہیں برابر اُس مرکزی راستی سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں جیسے ہر چیز کا ادراک ہے

جب تک انسان کو اپنی روح کا حقیقی علم نہیں ہوتا اُسکی محتاجی کی تھاہ نہیں اور اُسکی ضروریات کا شمار نہیں اُسوقت تک دنیا اُسکے نزدیک رنگ بدلا کرتی ہے - مثل ایک خیالی تمثال کے جو کبھی ہے کبھی نہیں ہے - مگر اُس شخص کے واسطے جو اپنی روح کو پاگیا عالم کا ایک مرکز قائم ہو جاتا ہے جسکے گرد ہر شئے اپنی مناسب جگہ پر ہوتی ہے اور جس مرکز سے وہ ایک باترتیب زندگی برکتوں سے مستفیض و لطف اندوز ہوتا ہے -

ایک وقت ایسا تھا جب دنیا کے اجزا بسبب گرمی کے منتشر تھے اُسنے کوئی شکل اختیار نہیں کی تھی نہ خولصورت تھی نہ اُسکا کوئی مقصد تھا - صرف حدت و حرکت تھی - رفتہ رفتہ اُس قوت کے سبب سے جسنے اُسکے اجزائے پریشان کو جمع کر کے ایک مرکزی کشش کا تابع کیا اسکے بخارات منجمد ہوئے اور اُسنے مجموعی صورت کرہ کی اختیار کی تو نظام شمسی میں حسب حیثیت جگہ پائی جسطرح ہیرے کے ہار کے بیچ میں زمرد کا آویزہ ہو -

یہی حالت ہماری روح کی ہے - جب اندھی خواہشات کی حرارت و حرکت اسے چاروں طرف سے گھیرتی ہے تو ہم صحیح معنوں میں نہ کچھ دے سکتے ہیں نہ لے سکتے ہیں لیکن جب اپنی روح میں اپنا مرکز نفس کو قابو رکھنے سے مل جاتا ہے اُس قوت کی بدولت جو متناقض اشیا کو موافق اور جدا گانہ چیزوں کو متحد کردیتی ہے - اُسوقت ہمارے منتشر خیالات عقل میں مبدل ہو جاتے ہیں اور ناقص جذبات کی تکمیل محبت میں ہوتی ہے اُسوقت زندگی کی معمولی تفصیلات میں بھی ایک گہرا مقصد پوشیدہ معلوم ہوتا ہے اور ہمارے تمام افعال واقوال اندرونی یگانگی میں اسطرح وصل ہو جاتے ہیں کہ پھر کبھی جدا نہیں ہو سکتے -

اُپنیشد میں اس امر پر بہت زور دیا گیا ہے کہ اُس واحد کو جانو جو تمہاری روح ہے اسی پل کے راستے سے ذات لایزال تک پہونچو گے -

انسان کا آخری مقصد یہی ہے اُس واحد کو پانا جو اُس میں ہے - جو اُسکی راستی ہے - اُسکی روح ہے وہ کلید ہے جس سے روحانی زندگی کا دروازہ کھلتا ہے - بہشتی سلطنت ملتی ہے -

انسان کی خواہشات متعدد ہیں اور دیوانہ وار دنیا کے پیچھے دوڑتی ہیں کیونکہ اُنکی زندگانی و کامرانی کا مدار اُنھیں اشیا پر ہے - لیکن وہ وحدت جو انسان میں ہے ہمیشہ اتحاد کی جویا ہے - اتحاد علم اتحاد محبت - اتحاد ارادہ - اسکی سب سے بڑی خوشی اسمیں ہے کہ اسکے جوہر اتحاد کا وصل ذات نامتناہی سے

ہو جائے۔ اسیوجہ سے اُپنیشدون مین مذکور ہے کہ صرف وہ انفاس جنکو سکون واطمینان حاصل ہے دوامی خوشی کو پا سکتے ہین کیونکہ وہ اپنی ارواح مین اُس وجود کو پاتے ہین جسکا جوہر ایک ہے مگر صورتین مختلف ہین۔ دنیا کے تمام تنوع مین وحدت افراد وحدتِ کُل کی طرف روان ہے۔ یہی اسکی طینت ہے اور یہی اسکی عشرت۔ لیکن راستہ اسقدر پیچیدہ ہے کہ منزل مقصود تک رسائی دشوار تھی اگر اسکے پاس خود ایسی روشنی نہوتی جو طرفۃ العین مین اُس شئے کی جھلک دکھا دیتی ہے جسکی یہ متلاشی ہے۔ ہم اُس واحد مطلق کا اپنی روح مین براہ راست اور فوراً مشاہدہ کرتے ہین جب دیدۂ دل سے اُسکی طرف دیکھتے ہین۔ یہ مشاہدہ دلائل وثبوت وبحث کا محتاج نہین۔ قدرتاً ہماری آنکھین ہر شئے کو مجموعی شکل مین دیکھتی ہین۔ اُسکے اجزار کو فرداً فرداً نہین دیکھتین بلکہ تمام اجزا کو متحد کرکے ہماری ذات سے منطبق کرتی ہین۔ یہی حالت ہمارے علم متعلق روح کی ہے جس سے اس امر کا احساس ہوتا ہے کہ ہماری روح کا کامل وقدرتی الحاق واحد مطلق سے ہے۔

اُپنیشد مین ہے کہ یہ دیوتا جو اپنی صنعات کا اظہار تمام اشیائے عالم مین کرتا ہے ہمیشہ دل انسان مین بشکل روح کامل رہتا ہے۔ جو لوگ اُسکا علم دیدۂ دل کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہین لافانی ہو جاتے ہین۔

وہ بشو اکرم ہے یعنی اختلاف اشکال وصنعات مین اُسکے بیرونی جلوے نظر آتے ہین لیکن اُسکا اندرونی مظہر ہماری روح مین وہ شئی ہے جسکا پرتو اتحاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راستی واتحاد علم تہیائے خارجی مین بذریعہ تحقیق وتدقیق سائنس تدریجاً ہوتا ہے۔ لیکن روح مین جو راستی واتحاد ہے اُسکا علم خیالات وجذبات پر غور کرنے سے فوری اور براہ راست حاصل ہوتا ہے۔ ہمین روح کامل بتدریج اپنے علم مین اضافہ کرنے سے نہین مل سکتی۔ چاہے ازل سے ابد تک کوشش کرتے رہین۔ کیونکہ وہ ایک ہے مرکب نہین ہے۔ ہم اُسے صرف یون جانتے ہین کہ وہ دلون کا دل ہے اور روحون کی روح۔ وہ محبت وخوشی مین ملتا ہے جب ہم اپنے نفس کو فنا کرکے اُسکے روبرو کھڑے ہو جاتے ہین۔

سب سے گہری دعا جو انسان کے دل سے نکلی یہ ہے " اے اپنے آپکو ظاہر کرنے والا مجھ پر ظاہر ہو جاؤ" ہم پریشان رہتے ہین کیونکہ نفس کے بندے ہین۔ وہ نفس جو ضدی اور تنگ نظر ہے جو روشنی کا عکس نہین دیتا جو اندھا ہے اور لامحدود کو نہین دیکھ سکتا۔ ہمارے نفس مین ایک غوغا برپا ہے

وہ لیے مین ڈوبا ہوا ستارہ نہین ہے جسکے تار دوام کے سُریلے نغمون سے لرزش مین ہون - ہوا و ہوس کی ٹھنڈی سانسین ناکامی کی افسردگی گذشتہ کے واسطے بیسود پشیمانی آئندہ کی فکر ہمارے تنگ ظرف دلون کو پریشان رکھتی ہے - کیونکہ ہماری روح ہمکو نہین ملی اور اپنے آپ کو ظاہر کرنیوالا ہم مین جلوہ نما نہین ہے اسی سے ہم چلاتے ہین - " اے صاحب ہیبت مجھے لطف آمیز تبسم سے ہمیشہ ہمیشہ کیواسطے بچائے" یہی موت کا گلا گھوٹنے والا کفن ہے - یہ نفس پرستی ہے - یہ نہ بجھنے والی ہوس ہے - یہ غرور ملکیت ہے یہ دل کی گستاخانہ اجنبیت ہے (رُدرا تو صاحب ہیبت ہے) اس تاریک پردے کو چاک کردے - اور اپنی نجات دینے والی مسکراہٹ سے رات کی تاریکی کو منور کردے اور میری روح کو جگا دے - توہمات سے اصلیت مین تاریکی سے روشنی مین فنا سے بقا مین لے آ" ایسی دعا کسطرح قبول ہوسکتی ہے کیونکہ امحدود وہ فاصلہ جو صدق و کذب حیات و ممات کے درمیان حائل ہے - باینہمہ یہ قعر جسکی تھاہ مین ایک پل نہ تھا قابل گذر ہوجاتا ہے جب اپنے آپکو دکھانیوالا روح کو نظر آجاتا ہے - یہی معجزہ ہے کیونکہ یہین محدود و لامحدود مل جاتے ہین - " اے میرے پتا میرے گناہون کو یک لخت مجھسے دور کردے!" گناہگاری مین انسان محدود کا لامحدود کے خلاف ساتھ دیتا ہے - یہ ایک خطرناک جوا ہے جسمین انسان جزو کے جیتنے کو کُل کی بازی لگاتا ہے - گناہ رستی کو دھندلا کردیتا ہے - روح کا نورانی چہرہ غبار آلود ہوجاتا ہے گناہ مین ہمین خوشی کی تلاش ہوتی ہے اسوجہ سے نہین کہ وہ خوشی دراصل قابل قدر ہے بلکہ اسوجہ سے کہ ہماری خواہشات کی سُرخ روشنی مین بارونق معلوم ہوتی ہے ہمین لذات دنیوی طلب ہوتی ہین اسلیئے نہین کہ وہ شاندار ہین بلکہ اسلیئے کہ ہماری حرص اُنہین مبالغہ کرکے شاندار دکھاتی ہے - یہ مبالغہ یہ اہمیت اشیا مین دھوکا ہماری زندگی کے اتحاد کو قدم قدم پر توڑتا ہے - ہر شئے کی اصلی قیمت کو ہم نظر انداز کرتے ہین اور تنوعات زندگی کے جھوٹے دعوے ایک دوسرے کے مقابلے مین آکر ہماری زندگی مین شورش پیدا کرتے ہین - جب انسان اپنی فطرت کے تمام عناصر کو واحد اعظم سے متحد و متبع کرنے مین کامیاب نہین ہوتا تو خدا سے جدائی کی تکلیف محسوس کرتا ہے اور اُسکے دل سے دعا نکلتی ہے - " اے خدا - اے باپ ہمارے گناہون کو بالکل دھودے اور ہمین نیکی کی توفیق عطا کر وہ نیکی جو ہماری روح کی غذا ہے"

ہم اپنی خوشیون مین نفس کے اسیر ہین - نیکی مین ہم آزاد ہین اور ملکیت عام ہین - جیسے ماں کے پیٹ مین بچہ کی غذا وہی ہوتی ہے جو ماں کی - کیونکہ اُسکی زندگی ماں کی زندگی سے وابستہ ہے - اسیطرح

ہماری روح کی پرورش نیکی سے ہوتی ہے جو احساس ہے اس امر کا کہ ہمارا اندرونی رشتہ اُس نامحدود سے ملا ہوا ہے جو ہمین گھیرے ہوئے ہے اور جو ہمارا کفیل ہے۔ اسیوجہ سے کہا گیا ہے کہ مبارک ہین وہ لوگ جو نیکی کے بھوکے ہین اور پیاسے۔ وہ سیر ہونگے۔ نیکی روح کی آسمانی غذا ہے۔ بجز نیکی کے کسی چیز سے روح کو سیری نہین ہوتی۔ اور سوا نیکی کے کوئی چیز اُسے نامحدود زندگی نہین دے سکتی نہ دوام کیطرف اُسکی مین معاون ہوسکتی ہے۔ " ہم تیرے سامنے اپنا سر جھکاتے ہین جو ہماری زندگی کی برکتون کا منبع ہے ہم تیرے سامنے سر جھکاتے ہین جو نیکی ہے۔ نیکی مطلق ہے" تیرے سبب سے ہم سب کچھ پاگئے۔ امن و اطمینان نیکی و محبت۔

انسان کو خواہش ہوتی ہے کہ جسمانی کمال حاصل کرے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ دولت وقوت کا جویان رہتا ہے۔ لیکن اُسے جاننا چاہیئے کہ جمع کرنا پانا نہین ہے۔ اُسکی روح کی روشنی نہ کہ ظاہری تزک احتشام سے اُسکی انسانیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جب یہ نور جلوہ فگن ہوتا ہے تو انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا پورا جلوہ خدا کا جلوہ انسان مین ہے۔ اُسکی تمنا یہی ہونا چاہیئے کہ اپنی روح کو ظاہر کرے جو خدا کا ظہور اُسکی روح مین ہے۔ انسان جب ہی کامل انسان ہوتا ہے۔ اُسکا پورا ظہور جبھی ہوتا ہے جب اُسکی روح نامحدود وجود کو پاجاتی ہے جو "ابدیہ" ہے جسکا ظہور جوہر ہے۔

انسان کی پہلی مصیبت یہ ہے کہ اُسکی قوتون کا پورا انکشاف نہین ہوا ہے۔ وہ خودی مین غرق ہے۔ اپنی ہی خواہشات مین محو ہے۔ سوا اپنی ذات کے وہ کسی جگہ اپنے آپکو نہین پاتا۔ اُسکی ذات جو اُسکے باہر ہے خشک ہوگئی ہے اُسکی راستی مفقود ہے۔ ایسی صورت مین جو دعا اُسکی زبان تک آتی ہے یہ ہے۔ اے وہ جو ظہور سکی روح ہے اپنے آپکو مجھ مین ظاہر کر۔ یہ خواہش اپنی ذات کی کامل ظہور کی انسان مین بھوک پیاس طمع و شہرت سے زیادہ گہری ہے۔ یہ دعا محض اُسکی ذات کا ثمرہ نہین ہے بلکہ ہر چیز کی تہ مین ہے جو آئینہ اُسمین ہے۔ برابر اس دعا کو اُبھارتا ہے۔ لامحدود کا محدود مین ظہور جو کہ منشاء آفرینش ہے اپنی کامل صورت مین تارون بھرے آسمان یا پھولونکی خوبصورتی مین نہین بلکہ انسان کی روح مین ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہان ایک ارادہ اپنا ظہور ارادہ مین ڈھونڈھتا ہے اور آزادی اپنا پورا صلہ آزادی اطاعت مین پاتی ہے۔ اسیوجہ سے نفس انسانی کو خداوند عالم نے اپنے حلقہ اطاعت مین رکھا ہے اُسکو آزادی بخشی ہے۔ جسمانی و دماغی قوتون مین جہان انسان کا تعلق فطرت سے ہے

اُسے خدا کی حکومت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔لیکن اپنے نفس مین اُسے اختیار ہے کہ خدا کو قبول نہ کرے وہان خدا بلایا جاتا ہے اور بحیثیت مہمان کے نہ کہ بحیثیت بادشاہ کے جاتا ہے لہذا جب تک مدعو نہ کیا جائے انتظار کرتا ہے انسان کے نفس پر سے خدا نے اپنے احکام کو اُٹھا لیا ہے کیونکہ وہان محبّت کا طالب ہوکر آتا ہے اُسکی مسلم فوجین یعنی قوانین قدرت دروازے باہر کھڑے رہتے ہین۔ اور صرف حسن جو محبّت کا قاصد ہے اس مکان مین داخل ہوتا ہے۔

ایس ارادون کے شہر مین مطلق العنانی کی اجازت ہے۔کذب و بدکاری کا عمل دخل صرف انسان کے نفس مین ہوسکتا ہے اور یہ نوبت پہونچ سکتی ہے کہ وہ عاجز ہوکر چلا اُٹھے " ایسی قانون کی خلاف ورزی ممکن نہین تھی اگر خدا کا وجود ہوتا" بیشک خدا جو کامل صبر کے ساتھ نگرانی کرتا ہے ہمارے نفس کے باہر رہتا ہے وہان زبردستی داخل ہونا نہین چاہتا اگر دروازہ اُسپر بند کردیا گیا ہو۔کیونکہ ہمارے نفس کو اپنا آخری مقصد (جو روح ہے) خدا کی قوت جبر سے نہین بلکہ محبّت سے حاصل کرنا ہے تاکہ ہمارا الحاق خدا سے آزادی کی حالت مین ہو۔جسکی روح خدا سے مل گئی وہ انسان کامل ہے۔اُس وقت انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے کیونکہ وہان روح انسانی مین ابدیہ بشکل اُس کامل ظہور خدا کے نظر آتا ہے جسکا انسان متحمل ہوسکتا ہے۔ وہان ہمارا کامل ارادہ عظیم سے اور ہماری روح۔روح دوام سے مل جاتی ہے۔

اسیوجہ سے ہمارے ملک مین اُس شخص کی جو در اصل خدا سے محبّت رکھتا ہے اسقدر عزت کیجاتی ہے کہ مغرب مین ہو تو شاید شرک سمجھا جائے۔ہمین ایسے شخص مین خدا کے مقصد کی تکمیل نظر آتی ہے۔اُسکے ظہور مین جو دشواریان تھین دور ہوگئین اور انسان مین خدا کی کامل خوشی نمایان ہوگئی۔ ایسے انسان کے سبب سے کل بنی نوع انسان پر الطاف خداوندی کا پرتو رہتا ہے۔اُسکی زندگی جو خدا کی محبّت سے ممتو ہے ہماری تمام دنیوی محبّت کو چمکا دیتی ہے۔ہماری زندگی کے تمام دلی تعلقات ہمارے تمام تجربات رنج وراحت اس خدائی محبّت کے گرد جمع ہوکر ایک ڈراما (تماشا) بناتے ہین جو سبکو دکھائی دیتا ہے۔ہر ایک معمولی اور حقیر بات مین راز سربستہ نظر آتا ہے اور اُسکے انکشاف پر کان ایسا نغمہ سنتے ہین جسے انسان کبھی نہین بھول سکتا۔درخت۔ستارے اور نیلی پہاڑیان ہمین ایسی نشانیان معلوم ہوتی ہین جو معنی سے لبریز ہین مگر جسکا اظہار الفاظ مین ناممکن ہے۔حتی کہ ہم اپنے مالک کو ایک

دنیا خلق کرتے دیکھتے ہیں بشرطیکہ روح نے نفس کا بھاری پردہ ہٹا دیا ہو۔ چہرے سے نقاب دور کردی ہو اور اپنے دائم اور قائم عاشق کے روبرو کھڑی ہو۔

لیکن یہ حالت ہے کیا؟ یہ بہار کی صبح ہے جسکے حسن و حیات کمو نہین یا وجود بو قلمونی کے یکتائی ہے۔ جبکہ انسان کی زندگی افکار دنیوی سے چھٹکارا پاکر روح سے متحد ہو جاتی ہے تو لامحدود کا علم راہ راست اور حیرت سے بری ہوتا ہے جسطرح شعلے میں روشنی۔

زندگی کے قضیئے فیصل ہوجاتے ہین۔ علم و محبت و افعال مین یکسوئی پیدا ہوتی ہے رنج و راحت یکسان خوبصورت معلوم ہوتے ہین۔ جبر نفس و شغل نفس دونون قابل تحسین ہوتے ہین۔ محدود و نامحدود کے درمیان کا فاصلہ محبت سے لبریز ہو کر چھلک جاتا ہے ہر لمحہ دوام کا پیام آیا کرتا ہے۔ غیر منتشکل شے بھی پھول یا پھل معلوم ہوتی ہے۔ لامحدود مثل ایک شفیق باپ کے ہمین اپنی آغوش مین لیتا ہے۔ یا ہمارے پہلو بہ پہلو دوست کیطرح خرامان ہوتا ہے۔ یہ صرف روح کو قدرت ہے جو تمام قیود پر غالب آجاتی ہے اور قادر مطلق سے یگانگی حاصل کرتی ہے۔ جب تک کہ ہم مین اندرونی تناسب اور ہمارے وجود مین اتحاد نہین پیدا ہوتا ہماری زندگی عادتون کی زندگی ہوتی ہے۔ دنیا ہمین ایک مشین نظر آتی ہے جسکے اُن پرزون سے جو مفید معلوم ہوتے ہین ہم واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ اور محدود ش پرزون سے احتراز کرتے ہین۔ یہ کوشش کبھی نہین کرتے کہ جسمانی فضائل اور روحانی زندگی و حسن مین اُسکے ہمراز ہوجائین

اثر

(ٹیگور)

یہ محض اتفاقیہ امر نہین ہے جو کسی فرد بشر کے لیئے دنیا مین اس قدر مدد ترقی بہم پہونچاتا ہے بلکہ ارادہ اور مستقل ہمت۔ مگر درشت اور بے ارادہ شخص کیلیئے عمدہ سے عمدہ موقعہ کچھ فائدہ نہین پہونچا سکتے۔ وہ انھین بالکل بے مطلب سمجھ کر گذار دیتے ہین۔



مہاجرت عظیم

ایشیا کے وسط مین ایک سرزمین ہے جسے زاد بوم انام یا گہوارہ اقوام کہتے ہین۔ اسکا طول قریباً دو ہزار اور عرض ۱۲ سو میل ہے۔ اسمین عظیم الشان پہاڑون کے سلسلے موجود ہین۔ بڑی بڑی مرتفع زمینین۔ وسیع چراگاہ۔ لق ودق میدان۔ سرسبز وادیان اور گھاٹیان ہین۔ اور اتنے بڑے ریگستان ہین جنکا اور چھور نہین ملتا۔ جسوقت تند وتیز آندھیان چلتی ہین تو ریتلی زمین کو آسمان پر اُڑا کر لیجاتی ہین اور آناً فاناً اِتنے اونچے اونچے تودے کھڑے کر دیتی ہین کہ انکے بوجھ سے کوئی ذی روح زندہ نہین بچ سکتا۔ اور بڑے بڑے قافلے ایک لحظہ مین تباہ وبرباد ہوجاتے ہین۔ اس ملک کی آب وہوا مختلف اور عموماً نہایت سخت ہے۔ گرمی اور سردی دونون کی انتہا ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ اسکی مجموعی حالت پر خیال کیا جائے تو انسان وہان اپنے کو حد درجہ مجبور و لاچار پاتا ہے۔ اور نیچر کی قوتون کے سامنے اسکی ہستی ضعیف وناچیز معلوم ہوتی ہے۔ اُسے اپنی زلیست کے لئے ہمیشہ جد وجہد کرنا پڑتی ہے۔ خوفناک مقامات مین۔ درندون کے درمیان مسکن گزین ہوتا ہے۔ اپنی روزی وقوت حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کے خطرون مین پڑتا ہے اور ایسی ناقابل بیان تکالیف ومصیبتون کا سامنا کرتا ہے کہ بالآخر جب اُلسنے ہار کر تھک جاتا ہے تو وطن کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نکل جانے کی تدابیر کرتا ہے۔

زمانہ مدید گذرا۔ اِتنا دور دراز کہ تاریخ کے وہم وخیال مین بھی نہین آسکتا۔ انسان ابھی عالم طفولیت مین تھا اور اُسکی نسلین اِدھر اُدھر درہم وبرہم ومنتشر نہین ہونے پائی تھین۔ اِس کا مامن کوہستان ومرغزار تھے۔ اسکا مشغلہ وحشیانہ جنگ وجدل وقتل وغارت تھا۔ اور اسکی ایک بہت بڑی نسل ایک پہاڑ کے قریب جسے آلتائی کہتے ہین مسکن گزین تھی۔ تخلیہ ہمکو تھوڑی دیر کے لئے اسی زمانہ کے قرب وجوار مین لیجاتا ہے۔ کیا دیکھتے ہین کہ چارون طرف بڑے بڑے ہیبت و

سر بفلک پہاڑ ہین۔عظیم الشان وادیان او رمیدان ہین - اوران سب پر ایک عجب خاموشی کا عالم طاری ہے جو صد درجہ وحشت انگیز و ڈراؤنی معلوم ہوتی ہے - یہ خاموشی وسکوت زیادہ دیر تک قائم نہین رہتا - یکایک ہم چونک پڑتے ہین ایک عجیب آواز سنائی دیتی ہے - آسمان پر نظر جاتی ہے کہ شاید بادل گرج رہے ہون - زمین پر نگاہ دوڑتی ہے کہ شاید کوئی درندہ جانور چنگھاڑ رہا ہو - مگر نہین یہ آواز بالکل مختلف ہے - اور مسلسل کئی گھنٹون سے یکسان آرہی ہے - کوہ الشائی کی طرف جسکی چوٹیان دور سے دُھندلی نظر آرہی ہین ہم دیکھتے اور بغور سُنتے ہین - یہ آواز یقیناً اُسی جانب سے آرہی ہے اور اس درجہ ہیبت انگیز ہے کہ بیان سے باہر - پہلے تو دھیمی دھیمی و باریک تھی مگر جس طرح دن گھٹنے دن گذرنے لگے وہ بھی تیز ہوتی گئی اور معلوم ہونے لگا کہ پہاڑیون پر کوئی بڑا بھاری بیلن چل رہا ہے جسکی گڑگڑاہٹ وگرج ہزارون بادلون کی آواز کو مات کرتی ہے اور اسکے شور سے زمین و آسمان کے طبقات پھٹے جاتے ہین - ہمارا استعجاب بڑھتا جاتا ہے - آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہین مگر سلسلۂ کوہ کے بیچ مین حائل ہونے کی وجہ سے کچھ دکھائی نہین دیتا - بالآخر سپیدۂ صبح نمودار ہوتا ہے اور دور اُفق کوئی چیز ہلتی ہوئی نظر آتی ہے آفتاب کی شعاعین کسی چمکدار شئے پر پڑتی ہین اور یکایک غائب ہوجاتی ہین - اتنے مین ہوا کا ایک بڑا بھاری جھونکا درۂ کوہ کی طرف سے آتا ہے - اور سیکڑون پرند و چرند خائف و پریشان ہوکر بھاگتے ہوئے نظر آتے ہین اور انکے پیچھے ہی ایک عجیب الہیئت مخلوق یکایک نمودار ہوتا ہے - یہ ایک برہنہ شخص ہے جو ننگی پیٹھ گھوڑے پر بیٹھا ہوا ہے - اسکا رنگ گندمی ہے - چہرے اور سر پر بال بہت کم ہین - ناک کسیقدر چپٹی اور آنکھین چھوٹی چھوٹی ہین - پیٹ نکلا ہوا - ہاتھ پانون نہایت مضبوط - بدقطع و بھدے - داہنے ہاتھ مین ایک نیزہ لیئے ہے - اور پشت پر ایک لانبی سی کمان پڑی ہوئی ہے - کمر مین رسی سے بندھا ہوا ایک طرف ترکش - اور دوسری طرف ایک قسم کا جھولا لٹک رہا ہے - اسنے گھوڑے پر جسپر کاٹھی و لگام کچھ نہین ہے ذرا سیدھے ہوکر ایک ہاتھ کو اپنی پیشانی پر رکھا کر بغور چارون طرف دیکھا - اور راستہ کی دشواریون کا پورے طور سے اندازہ کر لیا تو پیچھے کی طرف اشارہ کیا جسکے ساتھ ہی اُسی کی ہمشکل اور بہت سے سوار نظر آئے جنھون نے ملکر آگے بڑھنا شروع کیا اور تھوڑی ہی دیر مین تمام میدان اُنسے بھر گیا - پھر بکثرت لوگ پیادہ پا

نظر آتے - انکے پیچھے لکڑی کے چھکڑے و گاڑیان ہین جنکو بیل یا گھوڑے کھینچ رہے ہین - انہین سے بعض گاڑیون پر ضعیف عورتین اور بچے سوار ہین اور بعض پر بالون کے بُنے ہوئے بیضوی شکل کے چھوٹے چھوٹے ڈیرے - اور بعض پر لکڑی کے بنے ہوئے مکان جو شاید سردارون کے لئے مخصوص ہین رکھے ہوئے ہین - اور ساتھ ہی ساتھ بکثرت مویشیون اور پالو جانورون کے گلّے بھی جا رہے ہین -

اِس انبوہ کثیر مین کوئی ترتیب و قاعدہ نظر نہین آتا - اکثر گھوڑون پر سوار ہین اور اس خوبی و انداز سے کہ گویا مسند و تکیہ لگائے بیٹھے ہین - وہین بیٹھے ہوے پانی پی لیتے ہین - یا پنیر و سوکھے ہوے گوشت کے ٹکڑون کو چبا کر اشتہا دور کرتے ہین - اور کچھ نہین ملتا تو بھی پرواہ نہین کرتے - اور جب نیند لگتی ہے تو یون ہی سو بھی جاتے ہین -

اِن لوگون کی نگاہین بار بار شکار کی جستجو مین اِدھر اُدھر پڑتی ہین اور جہان کوئی جانور یا پرند نظر آیا فوراً کمان سامنے آتی ہے اور ایک تیر بجلی کی طرح نکلکر نشانہ پر بے خطا پڑتا ہے -

یہ لوگ آہستہ قدم سے جا رہے ہین اور کبھی کبھی چلاتے و باتین بھی کرتے ہین - اِنکی آوازین نہایت کرخت و مکروہ ہین - اِنکے کھینچنے - گاڑیون کی چرخ چون اور گھوڑون کی ٹاپون سے اسقدر شور و شغب پیدا ہو رہا ہے کہ کان بھرے ہوئے جاتے ہین -

گھنٹے گذر گئے مگر اس قافلہ کا تانتا ختم نہین ہوتا - دن گذر گئے مگر یہ مجمع کثیر اسی طرح آگے بڑھتا ہوا چلا جا رہا ہے - ایک ٹڈی دل ہے جسکی تعداد کی کچھ انتہا نہین - ایک سیلاب عظیم ہے جسکا زور ختم ہی نہین ہوتا اور بہتا ہوا اپنی رَو مین چلا جا رہا ہے - شجر و حجر کوئی اسکی رفتار کو نہین روک سکتا - دنیا کے اور جاندار مخلوق اِنکے سامنے ہراسان و گریزان نظر آتی ہے - زمین اِنکے گھوڑون کی ٹاپون اور گاڑیون کے بوجھ سے ہل رہی ہے - پہاڑیان چارون طرف سے گونج رہی ہین - آسمان ساکت معلوم ہوتا ہے - نیچر کی تمام قوتین بیکار ہین - ہواؤن کی تندی آفتاب کی تپش و تیزی - رات کا اندھیرا و تاریکی کوئی اِنکی رفتار کو نہین روک سکتی - وہ بڑھتے ہوئے چلے جا رہے ہین -

روز روشن کے اُجالے مین اُفق کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک جہان تک نگاہ کام کرتی ہے ہلتے ہوئے سرون و جسمون کا ایک جنگل نظر آتا ہے جسکے اُوپر

نکلے ہوئے لمبے لمبے بھالے و نیزے ہین جنکے پیتل کے پھلون پر شعاعین پڑ کر تمام سین کو جگمگا دیتی ہین - اور شب تاریک مین ایک سیاہ لکیر سی کسی خونخوار اژدر کی طرح لہراتی و حرکت کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہین - اور اسمین سے طرح طرح کی آوازین آتی ہین جنکے سُننے سے دل بیٹھا جاتا ہے گھگی بندہ جاتی ہے - اور ہیبت کے مارے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین -

ہفتے گذر گئے مگر یہ فوج ذخار اسی طرح اُڑی چلی جارہی ہے - نہ اُسے اپنی بھوک پیاس کا خیال ہے نہ آرام و راحت کا - نہ کہین ٹھہر کر دم لیتی ہے نہ رُکتی ہے - بس ایکسان رفتار سے منھ اُٹھائے سامنے کی طرف بڑھی چلی جارہی ہے - اُسے مطلق خبر نہین کہ دنیا کا اُور چھور کدھر ہے - دوسرے ممالک کس سمت مین واقع ہین - وہ ایک عجیب جذبہ کے بس مین ہے - ایک عجیب قوت و جبلت اُسے مجبور کئے ہوئے "نامعلوم" کی طرف کھینچے لئے جارہی ہے - اُسنے اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہدیا ہے - بنجر کی سختیان معاش کی کمیابی اور دوسرے فوجون کے حملون و جبر و تعدی نے اُسے مجبور کردیا کہ اب آغوشِ لو چھوڑ کر کسی اور خطۂ دنیا کو زیست کے قیام کے لئے ڈھونڈھ نکالئے -

اِس واقعہ کو قریبًا دس ہزار برس گذر گئے - اس طرح وسط ایشیا مین کوہ آلتائی کے قرب و جوار سے قوم منگول کا سب سے پہلا اخراج شروع ہوا تھا - بعد ازان وقتًا فوقتًا ہر صدی مین اسکا اعادہ ہوتا رہا اور کئی ہزار برس بعد اسی طرح وروہین سے اٹیلا قوم ہنس کا سردار اور قبلئی خان - چنگیز خان - و ہلاکو بھی اپنے اپنے بیشمار لشکرون کو زیادہ ترتیب و قاعدہ زیادہ ساز و سامان کے ساتھ لیکر باہر نکلے تھے اور اسی طرح آجکل بھی تاتار و منگولیا کے نیم وحشی باشندے موسم کی سختیون سے بچنے کے لئے شمال و جنوبی ممالک کی طرف نقل مکان کر دور و دراز کا سفر اختیار کرتے ہین -

منگول کا پہلا سفر بڑا دشوار گزار و طویل ہوگا - اسکا پورا حال کوئی نہین بتا سکتا - مگر یہ ضرور معلوم ہے کہ راستہ مین مختلف منازل پر کچھ لوگ ٹھہر کر آباد ہوتے گئے - کچھ ایران کے کوہستانی حصون تک پہونچکر ٹھہر گئے - اور وہان اُنھون نے سلطنت اِلَم کی بنیاد ڈالی - بعض پہاڑون کو قطع کرتے ہوئے سلسلۂ زگراس کو پار کرتے ہوئے پشت کوہ سے گذر کر دریائے دجلہ

کے دہانہ پر پہونچے۔ یہان اِنکے دو ٹکڑے ہوگئے۔ ایک دجلہ کو عبور کرکے فرات کے دہانہ پر پہونچا۔ اور اُس سرزمین مین آباد ہوکر اہل سُمیر کے نام سے مشہور ہوا۔ سُمیر یا شنار وہ ملک تھا جو دجلہ وفرات کے درمیان واقع تھا اور آجکل جزیرۃ العرب یا عراق کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہان انکی حکومت عرصہ دراز تک قایم رہی حتیٰ کہ ساما نی قوم جب آئی تو اُسنے اِنھین مغلوب کرکے نکال دیا۔

دوسرے حصہ نے جنوب کا رُخ کیا اور دریائے کرخ دکا رون کے دہانہ پر پہونچا۔ اور اوّل ،الذا ممکن نے ایک بڑا شہر آباد کیا جسکا نام شوشتان یا سوسا تھا۔ یہان اُنھون نے سلطنت توران کی بنیاد قائم کی۔ یہی وہ ملک ہے جسکے بادشاہ افراسیاب کا فردوسی نے شاہنامہ مین ذکر کیا ہے۔ نسل منگول کی ایک دوسری بڑی شاخ ایشیا کے مشرقی حصہ مین پھیل گئی اور ملک چین اِن سے آباد ہوا۔ اور وہان سے کوریا و جزائر جاپان مین بھی یہی قوم پہونچی۔ اور ہمالیہ کے قریب ملک تبت مین بھی یہی آباد ہوئی۔ ہندوستان پر بھی اس نے بہت سے حملے کئے۔ برہما۔ ملایا۔ وسیام وغیرہ تک پہونچی۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ جنوبی ہند کے مرہٹون مین بھی اسی نسل کا خون ہے۔ ایشیا کے دوسرے حصون خصوصًا وسط مین بہت سی شاخین اس سے نکلین۔ چنانچہ ترک۔ تاتار۔ مغل۔ ترکمان۔ الغوت۔ ازبک۔ تنگزی۔ و کرغزی وغیرہ سب اسی نسل سے ہین۔

یورپ بھی انکی دست بُرد سے نہ بچ سکا۔ قوم ہنس نے جو اسی نسل سے تھی سلطنت روما کا شیرازہ درہم وبرہم کردیا۔ اور آجکل بھی فیلینڈ۔ ہنگری۔ بلغر۔ اور ترک مین اسکا خون موجود ہے۔

تورانیون (منگول کا دوسرا نام) کے متعلق عیسائیون کی آسمانی کتاب مین مذکور ہے کہ یہ حضرت آدمؑ کے لڑکے قابیل کی اولاد سے ہین جسے اپنے بھائی ہابیل کے قتل کے جرم مین یہ بددعا ملی تھی کہ تیری نسل ہمیشہ بھٹکتی رہے گی اور دنیا مین سخت قتل وغارت وخونریزی کرے گی۔ بعض یہ بھی کہتے ہین کہ اسی بددعا کی بدولت طوفان نوحؑ مین انکو شامل نہین کیا گیا۔ اور اسطرح سزا پاکر اپنے آبائی گناہ کی تلافی کا انکو موقعہ نہ ملسکا۔ اور اسی لئے انکی تعداد ایک زمانہ مین اسقدر بڑھ گئی تھی کہ ایشیا کا قریبًا دو تہائی حصہ انسے بھر گیا تھا۔

تورانی جس نئی جگہ جاکر آباد ہوئے پھر وہاں سے اپنے وطن کبھی واپس نہین گئے یہی سبب ہے کہ انکے وطن مالوف یعنی ایشیائی وسطی مین اُن تاثیرات کا کہین پتہ نہین لگتا جو دوسرے ممالک مثل ایران - مصر و شام و یورپ کے تہذیب و تمدن کے اتصال سے پیدا ہوتے ہین - نیز بخلاف اہل آشور کے انھون نے مفتوحہ قومون کو جلا وطن کرکے کبھی اپنے ملک مین لیجاکر نہین بسایا - بلکہ انھین مین خلط ملط ہوگئے اور شادی بیاہ کرکے اپنی نسل کی مختلف قسمین کردین جسمین سے بعض کا ایک زمانہ کے بعد قیافہ تک بدل گیا - اِسکی مثال قوم ترک - اور باشندگان ہنگری ہین - تاہم یہ قومین خواہ ایک دوسرے سے کتنی ہی مختلف ہون مگر اصلیت انکی زبان ... ادتھی -

یہ زبان ابھی تک نہایت نامکمل ہے - اور اُسکی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ الفاظ و حروف کی ایک ہی جز یا حرکت ہوتی ہے - اتصال حرفی ناقص ہے - یعنی جملون کے بیچ مین انھین اِسطرح چپکا دیا گیا ہے کہ زبان نہایت کرخت و ثقیل ہوگئی ہے -

تورانیون کی بعض عادات و خواص مثلاً سر کا مونڈنا اور قوانین ازدواج جنھین زمانہ قدیم مین انھون نے ملک بابل مین جاری کیا تھا - آج تک ایشیائی وسطی کی بعض قومون مین مروج ہین - اِنکی بیاہتا بیوی عموماً ایک ہی ہوتی تھی - اور باقی جسقدر مدخولہ ہوتین وہ اُسی کے زیرحکم رہتین - وراثت صرف اوّل الذکر کی اولاد کو پہونچتی تھی لیکن اگر مدخولہ کے بچّون کو متبنّٰی کرلیا جاتا تو انکو بھی برابر کا حصہّ ملتا تھا -

دولھا اپنے خسر کو مہر ادا کرنے پر مجبور رہتا - طلاق کی بھی اجازت تھی - مگر طرفین مین سے جو کوئی اسکا خواہشمند ہوتا اُسے اپنی کل جائداد دوسرے کو دینا پڑتی تھی -

تورانی دنیا کی تہذیب و تمدن کے بانی تصور کئے جاتے ہین - چنانچہ بابل مین انھین نے سب سے پہلے اُسے شروع کیا - اور وہ عجیب و غریب فن تحریر جسمین ہر لفظ کے لئے ایک خاص نشان مقرر تھا انھین کا طبع زاد تھا - اسی طرح معدنیات یعنی لوہے و تانبے وغیرہ کو بھی کام مین لانے والے یہی تھے - اور مٹی کی اینٹین بنانا مکانات تعمیر کرنا - نہرین کاٹنا یہ سب انھین سے سکھایا تھا - تیر و کمان - بھالے و برچھے وغیرہ بھی انھین نے بنائے تھے - اور گھوڑے کو بھی سب سے پہلے انھین نے مطیع و فرمان بردار بنا کر اُس سے سواری و بار برداری وغیرہ کے

تھے - مگر اُن طالب علمون کیلئے بھی جو افلاس کی وجہ سے خرچ ادا نہین کر سکتے تھے علم کے دروازے کسی طرح سے بند نہین تھے - بہت جگھون پر غریبون کو مفت تعلیم دینے کا خاص انتظام تھا - روفنک جیکا سے ہمین معلوم ہوتا ہے کہ BODHI SATWA بودھی ستوائے معلم کی شہرت حاصل کرنے کے بعد بنارس مین پانچسو طالب علمون کو علوم وفنون سکھائے - ہمین پتہ لگتا ہے کہ اُسوقت بنارس کے باشندون نے غریب طالب علمون کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا تاکہ وہ تعلیم مفت حاصل کر سکین -

اُستادون اور طالب علمون مین نہایت گہرے تعلقات ہوتے تھے اور استاد اپنے طالب علمون سے اپنے لڑکون کیطرح سلوک وا رکھتے تھے - نوعمر شہزادے بھی ٹکسیلا کو اپنے ساتھ صرف ایک جوڑی کھڑاؤن کی اور ایک چھتری لے جاتے تھے - ایک ہزار کرشس پان کی رقم جو وہ اپنے ساتھ لے جاتے تھے تعلیم کے شروع ہی مین پروفیسرون کو دیدیتے تھے - وہ کوئی جیب خرچ تماشون یا سیر کیلئے نہین رکھ سکتے تھے - ایک واقعہ سے جسکا ذکر "جوشنہ جاتکا" مین آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ شہزادون کو بھی اپنے ذاتی اخراجات کے لیئے ایک کوڑی رکھنے کی اجازت نہین تھی - یونیورسٹی کے طالب علمون کو اپنے حسب منشاء دریا پر نہانے تک کیلئے جانے کی بھی اجازت نہین تھی - نہانے کے موقعہ پر پروفیسر اُن کے ساتھ جاتے تھے - معمولی سی معمولی بیقاعدگی کی سخت سزا ملتی تھی -

طالب علمون کو علی الصباح مرغ کی بانگ دینے کے وقت جاگنا اور اپنے مطالعہ مین مشغول ہونا پڑتا تھا - اگر وہ مرغ کے غلط وقت پر بانگ دینے پر جاگ پڑتے تھے - تو اُن کو بہت تکلیف ہوتی تھی - اگر وہ آدھی رات کے وقت جاگ پڑتے تھے اور مطالعہ مین مشغول ہو جاتے تھے - تو اُن کو نیند کے زور سے صبح تک پڑھنا مشکل ہو جاتا تھا برعکس اس کے اگر وہ دیر کرکے سورج کے چڑھنے کے وقت اٹھتے تھے - تو اُن کے پاس اپنے سبق یاد کرنے کیلئے کافی وقت نہین رہتا تھا گھر مین مطالعے کے دو حصے ہوتے تھے - کتابون کی مدد سے پڑہنا اور اس کے بعد سبقون کو دوہرانا اور زبانی یاد کرنا -

ہمین جگھون سے پتہ لگتا ہے - کہ پروفیسر تمام مشہور علما تھے جنکی شہزادے سے لیکر کسان تک بڑی عزت کرتے تھے - اس بات کو یقین کرنے کے دلائل ہین کہ وہ سب برہمن نہین تھے - پانچ سو طالب تک ایک پروفیسر کے پاس پڑھتے تھے - البتہ پروفیسرون کے کئی نائب پروفیسر مدد کرتے تھے - بعض حالتون مین بڑے کلاسون کے طالب علم بھی مدد کرتے تھے -

یونیورسٹی مین تین بڑے ویدون اور اٹھارہ علوم اور فنون کی تعلیم ملتی تھی۔ ان اٹھارہ علوم کے نام مذکور نہین۔ کہین کہین بعض کا ذکر آتا ہے۔ علاوہ اس عام نصاب کے ہر ایک طالب علم ایک خاص علم یا حرفت مثلاً تیراندازی۔ ہاتھیون کو قابو کرنے کا علم اور حکمت مین کامل دسترس حاصل کرتا تھا۔

ہمکو یہ نہین فرض کرلینا چاہیے کہ ٹکسیلا کی یونیورسٹی اپنے طالب علمون کو محض کتابی تعلیم دینے پر اکتفا کرتی تھی۔ اس بات کو ثابت کرنے کی کافی شہادت موجود ہے۔ کہ اعلیٰ عملی تعلیم دیجاتی تھی اور ہر ایک طالب علم کو سیکھنا پڑتا تھا کہ اپنے علم کو کسطرح عمل مین لائے۔

جب بنگال کا باشندہ جیوکا اس یونیورسٹی مین پڑھ رہا تھا تو اسے چھ یا سات میل کے نصف قطر دائرہ مین سب پودون اور بوٹیون کا عملی استعمال سیکھنا پڑا۔ اور اسکا بعد کا جراحی عملی استعمال ثابت کرتا ہے کہ یونیورسٹی اپنے آپ کو محض کتابی تعلیم پر محدود نہین کرتی تھی۔

نصاب تعلیم ختم کرنے کے بعد طالب علم ملک مین سفر کرتے تھے تاکہ مختلف صوبون کی تاریخ اور علوم کا صحیح صحیح اور براہ راست علم حاصل کرین - ایسے سفرون کا ذکر ''سوسِما کیٹو جبکا'' اور ''دری میکھ جبکا'' مین آتا ہے اور ہمین پتہ لگتا ہے کہ ایسے سفر یونیورسٹی کی تعلیم کے کورس کو مکمل کرنے کیلیئے ضروری خیال کیے جاتے تھے۔

ٹکسیلا کی کھنڈرات نہایت دلچسپ ہین۔ راقم سطور اُن کے مطالعہ مین محو رہا ہے ہنوز کچھ حصہ ہی کھدا ہے محققین کا خیال ہے کہ ابھی بہت کچھ باقی ہے ۔ خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

سرائے کالہ راولپنڈی سے ۲۰ میل پر ایک اسٹیشن ہے وہان سے یہ کھنڈرات قریب ہین سرجان مارشل نے اپنا بنگلہ مقام مناسب پر بنا لیا ہے انھون نے ایک رسالہ بھی شایع کیا ہے جسمین اپنی تحقیقات کا مفصل ذکر کیا ہے۔ جو واقعی قابل پڑھنے کے ہے بقول انکی ٹکسیلا کم از کم دو ہزار برس قبل مسیح آباد ہوا تھا۔ مہا بھارت مین ذکر ہے کہ ٹکسیلا مین راجہ جنمجے نے ناگ کی قربانی کا یگ کیا تھا اور ساری مہا بھارت یہان اُس موقعہ پر سُنائی گئی تھی۔ شہنشاہ کنشک کے عہد مین پشاور (پشپ پورہ یعنی پھولون کا شہر) دارالخلافہ قائم ہوا تھا۔ اسکندر اعظم نے ۳۲۶ قبل از مسیح ٹکسیلا کا علاقہ فتح کیا۔ اور یہان کے راجہ

نے اطاعت کی - پانچوین صدی عیسوی مین قوم ہن HUN نے اسکو تباہ کردیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ حسن ابدال تک یونیورسٹی کی تعمیرات نکلین گی۔

زمانہ حال کو ناز ہے کہ یونیورسٹی کی زندگی اور اُسکی تعلیم نے ملک سدھار دیے ہین۔ حق تو یہ ہے کہ زمانہ حال کی یونیورسٹیان صرف طوطے تیار کر رہی ہین دماغ پر اتنا بوجھ ڈال رہی ہین کہ جسم کی پرورش اچھی نہین ہوتی اور تعلیم یافتگان کی ذہنی طاقتین پوری طور پر نشو ونما نہین پاتین مثل ٹکشیلا یونیورسٹی کے نالندا یونیورسٹی (جو بڑاگاؤن کے پاس تھی) ایک دوسری یونیورسٹی اُسی پایہ کی زمانہ قدیم مین تھی۔ چینی سیاح ہینگ تھینگ نے اُسکا مفصل حال اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری موجودہ یونیورسٹیان مقابلاً گوے سبقت نہین لیگئین اور نہ کوئی خاص فضیلت دکھلا سکین ہین -

شمیم

آسودگی اور خوشی کسی صورت مین بالضرور توام نہین ہوتی۔ کئی آدمیون کو بظاہر تمام سامان راحت میسر ہوتے ہین لیکن انھین زندگی وبال معلوم ہوتی ہے فطرت اپنے "چاہنے والون" کو جسقدر چاہے دولت ثروت اعزاز۔ طول حیات بخش دے۔ لیکن اسے خوشی نہین عطا کر سکتی خوشی حاصل کرنا اپنا کام ہے کوئی تو یہ خیال کرتا ہے کہ دنیا غیر آباد جگہ ہے جہان غم کے سوا کچھ بھی نہین۔ اور ہر طرف ظاہرداری نظر آتی ہے۔ دوسرے کے خیال مین دنیا وہ مقام ہے جہان دل لگی کا سامان موجود ہے۔ جس طرح رباب کا بجانا مشق سے آتا ہے۔ اسی طرح خوشی حاصل کرنیکے لیئے بھی مشق درکار ہے۔ اگر درست وسائل استعمال کیئے جائین تو خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن ہاتھ دھوکے اس کے پیچھے بھی نہ پڑنا چاہیے۔ ورنہ وہی حال ہوگا جو زمانہ قدیم کے شاعر "اورفیس" کا ہوا۔ جونہی اس نے محبوبہ کیطرف دیکھا وہ برزخ مین چلی گئی۔ اسی طرح خوشی کے پیچھے پڑنے سے خوشی دور ہو جاتی ہے۔

لال فیتہ

(۱)

ذہانت کسی طبقہ کی میراث اور کسی اصول وراثت کی مطیع نہین، مسٹر ہری بلاس اسکی مجسم دلیل تھے وہ ذات کے کُرمی تھے، آبائی پیشہ زراعت تھا مگر بچپن ہی سے اُنکا شوق تعلیم دیکھکر والدین نے مصلحت سے کام لیا، اُنھین ہل مین نہ جوتا۔ خود موٹا کھاتے تھے موٹا پہنتے تھے اور موٹے کام کرتے تھے۔ لیکن ہری بلاس کیلئے مین چیزونکی کمی نہ تھی۔ باپ لڑکے کو رامائن پڑھتے دیکھکر پھولا نہ سماتا۔ گانون کے لوگ اسکے پاس سمّن، چٹھیان، لگان کی رسیدین پڑھوانے آتے تو اُسکا سر غرور سے اونچا ہو جاتا تھا۔ لڑکے کے "پاس" ہونے کی خوشی اور فیل ہونیکا غم اُسے لڑکے بھی سے زیادہ ہوتا تھا۔ اور اُسکے انعامات دیکھکر تو اُسکا دماغ عرش معلّے پر جا پہونچتا تھا۔ ہری بلاس کا نشہ علم ان ہواؤن سے اور بھی تیز ہو جاتا تھا۔ یہانتک کہ وہ ابتدائی مرحلے طے کرتے ہوئے میٹرکولیشن تک پہونچے۔ بوڑھے رام بلاس نے سمجھا تھا اب فصل کاٹنے کے دن آئے جب معلوم ہوا کہ یہ علم کی انتہا نہین بلکہ آغاز ہے تو اُسکا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ مگر ہری بلاس کا شوق طلب اس گرمی اور سردی سے مستغنی تھا۔ اس عزم قوی کے ساتھ جو اکثر نادار لیکن ذہین طلبا کا مابہ الامتیاز ہے وہ کالج مین داخل ہو گیا۔ اگرچہ وہ ایک رئیس کے لڑکے کو پڑھا کر تعلیمی مصارف نکال لیا کرتا تھا مگر وقتاً فوقتاً اُسے یکمشت رقمونکی ضرورت ہوتی تھی۔ اسکا بار رام بلاس پر تھا۔ غریب اب ضعیف ہو رہا تھا۔ اور کھیتی مشقت کا دوسرا نام ہے، کبھی موقع پر سینچائی نہ کر سکتا، کبھی وقت پر جتائی نہ ہو سکتی۔ فصلین خراب ہو جاتین مگر ہری بلاس کی ضرورتون کو زاہدانہ توکل کیساتھ پورا کرتا تھا۔ کچھ اراضی بیع کرنی پڑی، کچھ رہن ہو گئی، کچھ قرضہ کی علت مین نیلام ہو گئی۔ ہری بلاس کا ایم اے اسکی جائداد کا مرثیہ تھا۔ حسن اتفاق سے ملازمت کے دروازہ پر اُس زمانہ مین انتخاب کا پہرہ نہ تھا۔ ہری بلاس مقابلہ کے امتحان مین شریک ہوئے۔ کامیابی یقینی تھی۔ ڈپٹی مجسٹریٹی کا منصب ہاتھ لگا۔ رام بلاس نے یہ خبر سُنی تو دیوانون کی طرح دوڑا ہوا ٹھاکر دوارہ مین گیا اور ٹھاکر جی کے پیرون پر گر پڑا۔ اور دوسرے ہی دن سے نہ جانے کہان غائب ہو گیا۔ حقیقت خواب سے بھی زیادہ ہوشربا تھی۔

(۳)

ہری بلاس میں طباعی کیساتھ حسن طبع کا میل ہو گیا تھا۔ صاف گو شیرین زبان، غریب دوست تھے۔ اُنکے اوصاف کا سب سے نمایان پہلو اُنکی حق پسندی تھی۔ آئین کے دائرے سے جو بھی نہ ٹلتے تھے۔ رعایا اُن سے دبتی تھی پر انھیں پیار کرتی تھی۔ حکام اُنکی عزت کرتے تھے پر دلاً اُن سے بدظن رہتے تھے۔

اُنھون نے سیاسیات کا غائر مطالعہ کیا تھا۔ اس شعبہ سے اُنھیں خاص مناسبت تھی۔ اُنکا افسر قانون تھا۔ شخصی اور ذاتی احکام کی تعمیل اُنھون نے کبھی نہین کی۔ اسے وہ اپنا فرض نہ سمجھتے تھے۔ افسرونکو خوش ضرور رکھنا چاہتے تھے لیکن اُسی حد تک کہ اُنھیں قانون کے پاک دائرون سے باہر نہ نکلنا پڑے۔

ملازمت کے پانچ سال گذر گئے تھے۔ وہ شہر میں تعینات تھے۔ ٹھاکر جیت سنگھ کے گھر ڈاکہ پڑا۔ پولیس کو آسامیون پر شبہ ہوا۔ کئی گاؤن کے آسامی ماخوذ ہوئے۔ شہادتیں تیار ہو گئین اور استغاثہ شروع ہو گیا۔ بیچارے کسان بالکل بے گناہ تھے۔ حاکم ضلع کے پاس فریاد لیکر دوڑے۔ لیکن حاکم ضلع ٹھاکر صاحب کے منت شناس تھے۔ سال میں دو چار بار اُنکے یہان دعوتین کھاتے۔ اُنکے علاقہ میں شکار کھیلتے۔ اُن کے موٹر اور فٹن پر سیر کرتے۔ آسامیونکی اس جسارت پر برہم ہو گئے۔ اُنھیں سخت سست کہکر دھتکار دیا۔ شعلہ اور بھی مشتعل ہوا۔ سارے علاقہ میں آگ لگ گئی۔ مسٹر ہری بلاس کے اجلاس میں استغاثہ پیش ہوا۔ صاحب بہادر نے انھیں بنگلہ پر بلایا اور اس معاملہ مین انصاف مصلحت آمیز سے کام لینے کی تاکید کی۔ ہری بلاس نے بڑے غور سے مقدمہ کی سماعت کی۔ معلوم ہو گیا کہ شہادتین مصنوعی ہین۔ ٹھاکر صاحب کی زیادتی معلوم ہوئی۔ ملزمون کو بری کر دیا۔ حاکم ضلع کو یہ فیصلہ ناگوار گذرا۔ اُنکی رپورٹ کی۔ تبادلہ ہو گیا۔

اسی طرح ایکبار انھیں پنچ ذاتون کی حمایت کرنیکا یہی صلہ ملا۔ لکھنؤ مین مقیم تھے۔ وہان دیہاتی مدارس مین پنچ ذاتون کے لڑکے داخل نہ ہونے پاتے تھے۔ کچھ تو مدرسون کو احتراز تھا۔ اُن سے زیادہ طلبا کے والدین کو۔ ہری بلاس دورہ پر گئے تو یہ شکایات سنی۔ مدرسونکی تنبیہہ کی۔ کئی آدمیون پر جرمانہ کیا۔ اُنکے پرگنہ کے زمیندارون نے یہ کیفیت دیکھی تو بگڑ اٹھے۔ گمنام عرضیان فرضی شکایات سے بھری ہوئی حکام کے پاس پہونچنے لگین۔ تحصیلدارون نے زمیندارونکو اور بھی مشتعل کیا۔ کرمی ہوکر اپنے منصب پر مامور رہو۔ پر سبھی کی نظرون مین کھٹکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی مدرسے بند ہو گئے۔ کئی مدرسون نے استعفے پیش کر دیئے۔ ہری بلاس کی خاصی بدنامی ہو گئی۔ حاکم ضلع نے انکا وہان رہنا مصلحت کے

خلاف سمجھا۔ انکا تبادلہ کرا دیا اور تنزل کیساتھ۔

ان نارسائیون کے باوجود ہری بلاس کا سا دیانت پرور، فرض شناس ملازم سارے صوبہ مین نہ تھا۔ اُنکے ذہن مین شاہی اعلانون کے وہ پُرشکوہ الفاظ نقش حجر ہو گئے تھے جنمین قانون کے احترام اور حق کی حمایت کو نظام سیاست کا مدار قرار دیا گیا ہے۔ فریبی حکام کی ناشناسیون کا اس نقش اطاعت پر مطلق اثر نہ پڑتا تھا۔ یہ اسی دور کی برکت ہے کہ مین ایسے منصب پر مامور ہون ورنہ میرے لیئے یہ موقع کہان تھے؟ زیردستون اور بیکسون کی [illegible] کی اتنی حمایت کب ہوئی۔ مساوات کے اصول پر کب اسطرح عمل ہوا؟ تعلیم کو یہ فروغ کب حاصل ہوا؟ یہی خیالات تھے جن سے متاثر ہو کر دوران جنگ یوروپ مین مسٹر ہری بلاس نے ہر ایک ممکن طریق سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا اور رائے بہادری کے اعزاز سے سرفراز ہوئے۔

(۳)

کرسمس کے دن تھے۔ رائے ہری بلاس اپنے بڑے بیٹے شیو بلاس سے باتین کر رہے تھے جو لاہور میڈیکل کالج کا طالب علم تھا اور تعطیل منانے گھر آیا ہوا تھا۔ اسی اثنا مین دو تین زمیندار صاحبان بھی آگئے اور شکار کی گفتگو شروع ہو گئی۔

ایک خانصاحب نے فرمایا۔ حضور آجکل مرغابیان خوب آئی ہوئی ہین۔ شکار کا اچھا موقع ہے۔

دوسرے ٹھاکر صاحب بولے۔ جس دن ہجور چلئے کہین بیگار ٹھیک کر دیئے جائین۔ دو تین ڈونگیان بھی ٹھیک کر لی جائین

شیو بلاس نے پوچھا۔ کیا ابھی آپ لوگون کو بیگار ملتے جاتے ہین۔

خانصاحب۔ جی ہان ابھی تک تو مار پیٹ سے مل جاتے ہین اور ہمین چاہیے نہ ملین ہم حاکمون کیلیئے تو محض حکم کی دیر ہے۔ ہان آیندہ خیریت نہین نظر آتی۔

ٹھاکر صاحب۔ جب سے کوئی لوگ بصرہ بھرتی ہوئے کے گئے تب سے کوؤ کا مجاج نا ہین ملت ہے۔ بات تک تو سُنت نا ہین ہین۔ ای لڑائی ہمکا ملیا میٹ کے دیہس۔

شیو بلاس۔ آپ لوگ مزدوری بھی تو بہت کم دیتے ہین۔

ٹھاکر۔ ہجور پہلے دن بھر کے دوئی پیسا دیت رہن۔ اب تو چار دیت ہین۔

شیو بلاس۔ خوب! آپ چار پیسے تو مزدوری دیتے ہین اور چاہتے ہین کہ آدمیون کو غلام بنائین شہرون مین عام مزدور روزانہ مزدوری ۸ر سے کم نہین ہے۔

خانصاحب ۔حضور بجا ارشاد فرماتے ہین ۔چار پیسے تو ایک آدمی کیلیئے چبینہ بھر کو کافی نہین ہو سکتے ۔مگر رعایا جور و تشدد کی ایسی عادی ہوگئی ہے کہ ہم چاہے ۸ روپیہ ہی کیون نہ دین پر بلا سختی کیئے مخاطب ہی نہین ہوتی ۔ بیگار کا نام بُرا ہے ۔ہان یہ تو بتلایئے حضور جو کالج اور مدرسے بند ہو گئے تھے وہ ابھی کھلے یا نہین ۔سنتے ہین لوگ سرکاری عدالتون کو توڑ کر قومی عدالتین قائم کرنا چاہتے ہین ۔اور اس کام کیلیئے کرورون کے چندے ہو رہے ہین ۔

رائے صاحب کو معلوم تھا کہ شیو بلاس کیا جواب دین گے ۔اُنکے سیاسی خیالات سے واقف تھے دونون آدمیون مین ان مسائل پر اکثر مباحثہ ہوا کرتا تھا ۔لیکن انھین یہ نہ منظور تھا کہ ان زمیندارون کے روبرو وہ اپنے خیالات ظاہر کرین ۔ اسمین اُنکی سبکی تھی اور اُنکے منصبی وقار کو بھی نقصان پہونچتا تھا ۔اسلیئے اُنھون نے شیو بلاس کو بولنے کا موقع نہ دیا ۔خود ہی بولے ۔مین تو اسے جنون سمجھتا ہون ۔ اور کچھ نہین ۔ لوگون کا گمان ہے کہ وہ ان کارروائیون سے ہماری سرکار کو شکست دین گے ۔ اسی خیال سے پنچائتین کانگریس کمیٹیان ، قومی مدارس ، قائم کیئے جا رہے ہین ۔لیکن لوگ یہ بھول جاتے ہین کہ کسی ملکی نظام کا مدار ہمیشہ حق اور انصاف پر ہوتا ہے ۔ اور جبتک ارباب حکومت ان اصولون سے گریز نہ کرین سلطنت کا زوال پذیر ہونا غیر ممکن ہے ۔ہماری سرکار نے ہمیشہ حق کو اپنا مطمح نظر رکھا ہے ۔ہر ایک فرقہ کو ہر ایک فرد کو اس حد تک قول و فعل کی آزادی ہے کہ اس سے کسی دوسرے کو نقصان نہ پہونچے ۔یہی حق پسندی ہماری سرکار کی سب سے زبردست معاون طاقت ہے اور کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہین ہو سکتی کہ سرکار نے جادۂ حق سے جو بھر بھی انحراف کیا ہے ۔

اتنے مین ڈاکیئے نے خطوط کا پلندا لا کر ڈپٹی صاحب کے سامنے رکھدیا ۔ وہ پہلے سرکاری خطوط کھولنے کے عادی تھے ۔آج صرف ایک لفافہ سرکاری تھا ۔اُسے کھولا تو اندر سے سُرخ فیتہ مین بندھا ہوا ایک سرکاری مراسلہ نکل پڑا ۔اُسے غور سے پڑھنے لگے ۔

(۲)

آدھی رات گذر گئی تھی مگر مسٹر سری بلاس ابھی تک کروٹین بدل رہے تھے ۔سامنے میز پر ایک لیمپ جل رہا تھا ۔ وہ اُسی سُرخ فیتے والے مراسلے پر بار بار نگاہین ڈالتے اور پھر خیال مین ڈوب جاتے وہ سُرخ فیتہ انھین حق اور راستی کے خون مین رنگا ہوا معلوم ہوتا تھا ۔وہ کسی قاتل کی خونبار آنکھین

تھین جو اُنکی طرف گھور رہی تھین، یا ایک شعلہ سُرخ تھا جو اُنکے ضمیر اور احساس حق کو نگل جانے کیلئے اُنکی طرف لپکا آتا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے اب تک مین سمجھتا تھا کہ میرا کام انصاف کرنا ہے۔ اب معلوم ہو رہا ہے کہ مین غلطی پر تھا میرا کام انصاف کرنا نہین، انصاف کا خون کرنا ہے۔ میرا فرض ہے کہ دیہاتون مین اچھا مین لوگون پر نگاہ رکھون، جو لوگ کسانون کی حمایت پر آمادہ نظر آئین، جو لوگ انھین رسد اور بیگار دینے سے علانیہ یا اشارۃً روکین اُنکی تنبیہ کرون۔ ان سادھو سنیاسیون سے باز پرس کرون جو عوام مین دھرم اُپدیش کرتے پھرتے ہین۔ نہین جن لوگون کو چرخے اور کرگھے کے استعمال کی ترغیب دیتے ہوئے دیکھون، جیسے گاڑھے اور کھدر کے کپڑے پہنتے ہوئے پاؤن اُسکا نام بھی اپنے روزنامچہ مین درج کرون۔ جو لوگ قومی مدارس کی امداد کرین، جو قومی مجلسون مین شریک ہون، نہین بلکہ اُن پاک نفسون کو بھی جو اپنی جان خطرہ مین ڈالکر دبا اور طاعون مین رعایا کی جان بچاتے ہین اور مفت دوائین تقسیم کرتے پھرتے ہین، سرکشون مین شمار کرون۔ اور مسکرات کے معاملہ مین چون و چرا کرنیوالونکو فوراً شکنجہ مین کس دون۔ خلاصہ یہ کہ مجھے قوم کے دوستون اور قوم کے خادمون کا دشمن بننا چاہیے۔

انھون نے ایکبار پھر سُرخ فیتہ کیطرف دیکھا جو تیکھے کے چھپکرون سے کسی مار آستین کی طرح ادھر اُدھر رینگتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ہان تو ایسی حالت مین مجھے کیا طرز عمل ہونا چاہیئے۔ مین سرکار کا غلام ہون مگر حکومت کا رعب قائم کرنیکے لیئے نہین، بلکہ رعایا کی خدمت کرنیکے لیئے۔ تو جب قوم اور سرکار کے مفاد مین اسقدر تبائن ہے تو میرے لیئے اسکے سوا اور کیا تدبیر ہے کہ اپنے تئین اس شکنجہ کا پرزہ نہ بننے دون۔ میرا منصبی تعلق عارضی ہے وطنی تعلق دائمی ہے۔

پھر کیا مین اپنے ذاتی مفاد کے خیال سے ضمیر کا خون کرون؟

ایک تو وہ ہین جو اپنے تئین قوم کی خدمت کیلیے وقف کر دیتے ہین اُسکے لیئے طرح طرح کی اذیتین جھیلتے ہین۔ مین اپنے تئین ان سے کہین زیادہ قوم کا دوست سمجھتا تھا۔ ایک دیانتدار سرکاری ملازم کی ذات سے رعایا کو جتنا فیض پہونچ سکتا ہے اتنا دس قومی جان نثارون سے ممکن نہین لیکن جب سرکاری ملازمت مین قوم اور ملک کے خلاف کارروائی کرنا پڑے تو اس سے بڑھکر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے کہ وہ پھر بھی اُسکی ہوا خواہی کا دم بھرتا رہے۔ یقیناً نہین ہیت ایسا نہ کرونگا۔

لیکن گذران کی کیا صورت ہے؟ اتنا سرمایہ بھی تو نہین کہ دو چار پیسے بھی فراغت سے بیٹھ سکون

آہ جن بچوں کو ناز و نعمت میں پالا انھیں اب بینوائی کا شکار بننا پڑیگا۔ جو خاندان اب تک امیرانہ طریق پر بسر کرتا تھا اُسے عسرت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ خاندانی جائداد میری تعلیم کے نذر ہو چکی نہیں اور کچھ نہوتا تو کاشتکاری ہی کرتا۔ کیسی قناعت کی زندگی تھی۔ پسینہ کی روٹی کھاتے تھے اور مزے کی نیند سوتے تھے تعلیم نے تکلفات کا عادی اور نمود کا غلام بنا دیا۔ غیر ضروری ضرورتوں کا خوگر ہو گیا۔ تہذیب کے نشہ نے ستیاناس کر دی۔ اب تو اُس سادہ اور بے لوث زندگی کا خیال کرتے ہی روح فنا ہو جاتی ہے

افسوس! دل میں کیا کیا ارمان تھے کیسے کیسے خیالی پلاؤ پکاتا تھا۔ شیو بلاس کو ولایت بھیجنے کا قصد تھا۔ سنت بلاس کو وکالت کا فیصلہ کر چکا ہے۔ سری بلاس ابھی سے مجسٹریٹی کی دُھن میں مست ہے۔ لڑکوں کو تو خیر اُن کے حال ہی پر چھوڑ دوں تو وہ کسی نہ کسی طرح گذر کر ہی لیں گے۔ لڑکیوں کو کیا کروں سوچا تھا انکی شادی اونچے خاندان میں اور بلا قید تفریق کرونگا۔ وہ سب آرزوئیں دل ہی میں رہی جاتی ہیں نوکری تلاش کروں تو اتنی تنخواہ کہاں ملی جاتی ہے۔ اور پھر رئیسوں کے دربار میں سائی مشکل۔ سرکاری ملازمت سے دستکش ہونے والے کیلئے کہیں ٹھکانہ نہیں اگر کسی نے ازراہ پرورش رکھ بھی لیا تو ہمیشہ اُسکی مزاج داری کرنی پڑیگی۔ جو کبھی نہ کیا اُسی پر اپنے تعلق کا مدار رہیگا۔ یہ ذلت اب کس سے برداشت ہوگی۔ پرماتما مجھے اس مخمصے سے نکالو۔ میرے ہاتھوں سے انصاف کا خون نہ کراؤ۔



(۵)

لال فیتہ کا مراسلہ آئے ہوئے ایک ہفتہ گذر گیا۔ رائے ہری بلاس نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا وہ ہر دم کچھ افسردہ نظر آتے۔ اجلاس پر بہت کم آتے اور آتے بھی تو مقدمات کی تاریخیں ملتوی کرکے پھر چلے جاتے۔ لڑکوں لڑکیوں سے بھی بہت کم مخاطب ہوتے۔ بات چیت پر جھنجھلا پڑتے۔ بیوی سے اپنی دقتوں کا ذکر کیا لیکن وہ ترک ملازمت پر راضی نہوئی۔ لڑکوں سے ذکر کرتے ہوئے انھیں بہت تامل ہوتا تھا۔ انکی دلشکنی کا خیال مانع تھا۔ سرکار کے نیک ارادوں پر اب اعتبار نہ تھا۔ اُسکی ملازمت کو اب وہ ذریعۂ نجات نہ سمجھتے تھے۔ ملازمت کا ایک ایک لمحہ اُن پر گراں گذرتا تھا۔ مگر اپنی بیکسی کا احساس کشمکش کا خاتمہ نہونے دیتا تھا۔ کوئی ہنر، کوئی پیشہ، نہ جانتے تھے جس پر تکیہ کر سکتے۔ یہانتک کہ معمولی خرید و فروخت بھی جو ہزاروں حرف ناشناسوں کا وسیلہ معاش ہے انکے لیے منزل ہفتخوان سے کم نہ تھی۔ وہ ملازمت کے سوا اپنے تئیں کسی دوسرے کام کے قابل نہ پاتے تھے۔ یہ مجبوری اور بھی سوہان روح ہوئی تھی

غرض اور قرض کی الجھن میں پڑے ہوئے انکی حالت واقعی قابل رحم تھی۔

آٹھوین دن انھین خبر ملی کہ قریب کے کسی موضع مین منشیات کی روک کیلئے کوئی پنچایت ہونیوالی ہے۔ ایلیشن ہونگے بھونگائے جائینگے، اور نشہ بازون سے تاوان لیے جانے کے مسئلہ پر بھی غور کیا جائیگا۔ وہ تسلیم کرتے تھے کہ نشہ کا رواج ملک اور بالخصوص ادنیٰ طبقہ کے جان کا گاہک ہو رہا ہے۔ اور اسکے انسداد کی کوشش بہمہ وجوہ قابل تعریف ہے۔ کئی سال قبل وہ صیغہ مسکرات کے کمشنر رہ چکے تھے۔ اسوقت وہ اس مسئلکو حاکمانہ نقطہ نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مسکرات کی تخفیف کو خفیہ سازی اور خفیہ فروشی کا مترادف سمجھتے تھے۔ ٹمپرنس فارمرون کی خیر سگالیان انھین گورنمنٹ کی بیجا مخالفت پر مبنی معلوم ہوتی تھین۔ لیکن زمانہ اور تجربہ کے ساتھ اس خیال مین بہت کچھ ترمیم ہو چکی تھی۔ اس لئے ان نیتہ والے مراسلے کے مطابق انکا فرض تھا کہ پنچایت کی کارروائیون کو دیکھین اور اگر اسے ترک مسکرات کیلئے کسی کیساتھ سختی یا بیجا دباؤ ڈالتے دیکھین تو اسکا تدارک کرین۔ یہ طرز عمل انھین سخت ناگوار معلوم ہو رہا تھا۔ انسانی اور منصبی وظائف کی کشاکش مین پریشان بیٹھے ہوئے تھے کہ حلقہ کا داروغہ پولیس کئی مسلح چوکیدارون کے ساتھ ان کی امداد کیلئے آپہونچا۔ ہری بلاس اسکی صورت دیکھتے ہی جل گئے۔ تحکمانہ انداز سے بولے، آپ کا یہان کیا کام؟

سب انسپکٹر۔ حضور کو اس پنچایت کی اطلاع تو ملی ہی ہوگی۔ وہان شر و فساد کا اندیشہ ہے حضور کی ہمراہی کیلئے حاضر ہوا ہون۔

ہری بلاس۔ مجھے اس قسم کا کوئی اندیشہ نہین ہے۔ ہان آپ کی بیجا مداخلت سے فساد ہونا یقینی ہے

سب انسپکٹر نے حیرت سے دیکھکر کہا۔ مین تو حضور کے ہمرکاب رہونگا۔

ہری بلاس۔ آپ کو میرے ساتھ چلنے کی ضرورت نہین۔

سب انسپکٹر۔ مجھے سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر کا تاکیدی پروانہ ملا ہے کہ حضور کی امداد کیلئے حاضر رہون۔

ہری بلاس۔ مین آپ کے سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر دام اقبالہ وحشمتہ کا غلام نہین ہون۔

سب انسپکٹر۔ تو میرے لیے کیا ارشاد ہوتا ہے؟

ہری بلاس۔ آپ جاکر کچھ دنون گھر بیٹھیے اور گناہون کی تلافی کیجیے۔ امن عامہ کی بہت کچھ حفاظت کی۔ ڈاکے اور سرقے کا خوب انسداد کیا۔ غربا کا گلا بہت گھونٹا۔ زندگی کے باقی دن یاد الٰہی کی نذر کیجیے ممکن ہے اسکے دربار تک جلتے جلتے اعمال کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جاوے۔

یہ مجذوبانہ تقریر سنکر سب انسپکٹر صاحب کچھ سٹ پٹا سے گئے۔ خیال کیا یا تو ان حضرت نے آج شراب پی لی ہے یا اور کوئی ایسا صدمہ آپڑا ہے جس سے ان کے حواس مین فتور آگیا ہے۔ سلام کیا اور رخصت ہو گئے۔

ان الفاظ مین مسٹر ہری بلاس کی روحانی کشمکش اور انکا آخری فیصلہ دونون مخفی تھے۔ یہ گویا ان کے فیصلہ کا اعلان تھا۔ داروغہ جی نے ادھر رخصتی سلام کیا اور ادھر ہری بلاس نے اپنا استعفےٰ لکھنا شروع کیا۔

(۶)

جنابمن ! میرا عقیدہ ہے کہ نظام سلطنت مشیئت ایزدی کی ظاہری صورت ہے اور اُس کے قوانین بھی رحم، حق، اور انصاف پر قائم ہین۔ مین نے پندرہ سال تک سرکار کی خدمت کی۔ اور حتی الامکان اپنے فرائض کو دیانت داری سے انجام دیا۔ ممکن ہے حکام بعض موقعون پر مجھسے خوش نرہے ہون۔ اسلیئے کہ مین نے شخصی احکام کی اطاعت کو کبھی اپنا فرض نہین سمجھا۔ جب کبھی میرے احساس قانون اور حکم حاکم مین تناقض ہوا مین نے قانون کی پیروی کی۔ مین ہمیشہ سرکاری ملازمت کو خدمت ملک کا بہترین ذریعہ سمجھتا رہا۔ لیکن مراسلہ نمبر ..... مورخہ ..... مین جو احکام نافذ کیئے گئے ہین وہ میرے ضمیر اور اُصول کے مخالف ہین۔ اور میرے خیال مین اُنمین ناحق پروری کا اتنا دخل ہے کہ مین اپنے تئین انکی تعمیل کیلیئے کسی حالت مین آمادہ نہین کرسکتا۔ وہ احکام رعایا کی جائز آزادی مین مخل اور اُنکی سیاسی بیداری کے قاتل ہین۔ ان حالات پر نظر کرکے میرا اس نظام حکومت سے تعلق رکھنا قوم اور ملک کی ہتکی کرنا ہے۔ دیگر حقوق کیساتھ رعایا کو سیاسی جدوجہد کا بھی حق حاصل ہے اور چونکہ گورنمنٹ اس حق کو پامال کرنیکے درپے ہے لہذا مین ہندوستانی ہونیکے اعتبار سے یہ خدمت انجام دینے سے معذور ہون اور استدعا کرتا ہون کہ مجھے بلا مزید تاخیر اس عہدہ سے سبکدوش کیا جائے۔

(۷)

احباب نے استعفےٰ کی خبر سُنی تو ہری بلاس کو سمجھانے لگے۔ مگر وہ اپنے ارادہ پر ثابت رہے۔ استعفےٰ داخل کر دیا۔ اب بھی لوگونکو امید تھی کہ شاید حکام اسے جلد نہ منظور کرین۔ لیکن دوسرے دن تار کے ذریعہ سے منظوری آگئی۔ ہری بلاس بہت خوش ہوئے۔ علی الصباح خوش خوش دفتر گئے اور ہنس ہنس کر چارج دیا۔ مگر شام ہوتے ہوتے اُنکی زندہ دلی غائب ہو گئی اور گوناگون تفکرات نے

آگھرا۔ بزاز کے کئی سو روپے باقی تھے۔ ملازموں کی تنخواہیں باقی پڑی ہوئی تھیں۔ مکان کا کرایہ چھ مہینے سے نہ دیا تھا۔ حلوائی اور گوالے کا حساب بھی چکانا تھا۔ ان حسابداروں کا مجمع دیکھکر ہری بلاس کا دل بیٹھ گیا وہ ماہوار ادائیگی کے ایسے عادی ہو گئے تھے اور ایک معین تاریخ پر ایک معین رقم کا ہاتھ آجانا اُن کے لیئے ایسا فطری امر ہو گیا تھا کہ آج دوران ماہ میں یہ حساب کتاب کرنا انھیں بلائے جان معلوم ہو رہا تھا۔ اور وہ بھی تہی دستی کی حالت میں۔ مجبوراً سیونگ بنک سے روپے منگوائے اور حسابہ بیباق کر دیا یوں معمولاً وہ کچھ حال اور باقی ملاکر اپنے سمجھنے کے مطابق روپئے دیا کرتے تھے۔ لیکن آج حال اور باقی کی رقمیں ملکر اسطرح بڑھیں جیسے صاف فرش کو اُٹھا دینے سے نیچے خاک کا ایک انبار نظر آنے لگتا ہے انھیں ابتک گمان بھی نہوا تھا کہ میں اس حد تک مقروض ہو گیا ہوں۔ پاس بک میں ایک تشویشناک تخفیف ہو گئی۔ آخر ساز و سامان نیلام کرنیکا فیصلہ کیا۔ اب اُنھیں رکھنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ دوسرے دن نیلام شروع ہو گیا اور چیزیں ایک ایک کر کے اُن سے ترک موالات کرنے لگیں۔ ہری بلاس برامدے میں مغموم بیٹھے ہوئے اس خانہ تباہی کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ کتنی ہی چیزیں ایک مدت سے انکے پاس تھیں۔ اب اُنکا جدا ہونا شاق گذرتا تھا۔ سب سے دلشکن وہ موقعہ تھا جب انکا گھوڑا اور فٹن نیلام ہونے لگے۔ وہ اس نظارہ کے متحمل نہ ہو سکے۔ گھر میں گئے تو اُنکی آنکھیں آنسوؤں سے پُر تھیں۔

سمترا نے ہمدردانہ انداز سے کہا۔ ناحق دل اتنا چھوٹا کرتے ہو۔ رنجیدہ ہونیکی کونسی بات ہے۔ یہ تو اور خوشی کی بات ہے کہ جس کام کے کرنے میں ادھرم ہوتا تھا۔ اُس سے نجات ہو گئی۔ اب کسی کا گلا کاٹنے کے لیئے کوئی تمھیں مجبور تو نکریگا۔ روزی کا یہی ایک سیلہ نہیں ہے۔ بھگوان نے منھ چیرا ہے تو آہار بھی دینگے آخر اپنے بھائی بندوں پر ظلم کرتے تو اُسکا دوش پاپ ہمارے ہی بال بچوں پر پڑتا۔ بھگوان کو کچھ اچھا ہی کرنا تھا۔ تبھی اُسنے تمھارے من یہ بات ڈالی۔"

ہری بلاس کو ان باتوں سے گونہ تشفی ہوئی۔ پہلے ہی سمترا استعفے پر راضی نہوتی تھی لیکن شوہر کی روحانی کشمکش کا خاتمہ کرنے کے ارادے نے اس کی قناعت اور توکل کو بیدار کر دیا تھا۔

ہری بلاس نے سمترا کی طرف عقیدتمندانہ نظروں سے دیکھکر کہا "جانتی ہو کتنی تکلیفیں اُٹھانا پڑیں گی۔"

سمترا۔ تکلیفوں سے کیا ڈرنا۔ دھرم کیلیئے آدمی سب کچھ سہہ لیتا ہے۔ جان تک کی

پرواہ نہیں کرتا۔ آخر ہمیں بھی تو ایشور کے دربار میں جانا ہے۔ جب وہ پوچھتا کہ تم نے اپنے سکھ چین کیلیے اپنی آتما کا خون کیوں کیا تو اُسے کیا جواب دیتے؟

سری بلاس۔ کیا بتاؤں۔ یہ پاک عقیدہ مجھ میں نہیں ہے۔ مجھے تو مادی تعلیم نے نفس او رخواہشات کا غلام بنا دیا ہے۔ ایشور پر سے بھروسا ہی اُٹھ گیا۔ گو میں نے انھیں وجوہ سے استعفیٰ دیدیا ہے لیکن مجھ میں وہ زندہ جاگتا ہوا ایمان نہیں ہے جو انسان کو فنافی الحق کر دیتا ہے۔ مجھے ابھی تک کچھ سوجھ نہیں پڑتا کہ آیندہ گذران کی کیا صورت ہوگی؟ شیو بلاس اگر سال بھر اور تعلیم جاری رکھ سکتا تو وہ ہاتھ پیر سنبھال لیتا۔ سنت بلاس کو ابھی کم سے کم تین سال تک سہارے کی ضرورت ہے اور غریب سری بلاس کی تو ابھی کوئی گنتی ہی نہیں۔ اب یہ بیچارے کہیں کے نہ رہیں گے۔ معلوم نہیں دل میں مجھے کیا سمجھتے ہونگے۔

سُشیلا۔ اگر ایشور نے انھیں سمجھ دی ہے تو وہ اب تمھیں اپنا پیارا باپ سمجھنے کے بدلے دیوتا سمجھتے ہونگے۔



(۸)

رات کا وقت تھا شیو بلاس اور اُسکے دونوں چھوٹے بھائی بیٹھے ہوئے انھیں معاملات کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

شیو بلاس۔ اسوقت دادا کی حالت دیکھکر ارادہ ہوتا ہے کہ شادی نہ کروں کئی بار جی چاہا کہ چلکر اُنکی تشفی کروں لیکن اُنکے روبرو جاتے ہوئے مجھے خود رونا آتا ہے۔ آخر انھیں ہمیں لوگوں کی فکر ہے نہ، ورنہ اپنی کیا فکر تھی۔ چاہیں تو کسی کالج میں ملازمت کر سکتے ہیں۔ فلاسفی اور علم اقتصاد میں اُنھیں اچھا درس ہے

سنت بلاس۔ آپنے کالج سے اپنا نام خارج کرانیکی درخواست ناحق دیدی۔ ڈاکٹری کا صیغہ تو بُرا نہ تھا۔ آپ خانگی طور پر کام کر سکتے تھے۔ دادا نے بھی آپسے نہ پوچھا۔ انھیں خبر سنکر سخت رنج ہوگا۔

شیو بلاس۔ اسیوجہ سے تو میں نے ابتک اُنسے کہا نہیں۔ صیغہ کتنا ہی اچھا ہو لیکن میں اُسے معاش کا وسیلہ نہیں بنانا چاہتا ہوں جو طے کر لیا ہے اُسی پر قائم ہوں۔ کیوں تم میری مدد کروگے نہ؟

سنت بلاس۔ میں تو ایم اے کے قبل شاید ہی آپکی کچھ مدد کر سکوں۔ اس سال مجھے معاف ہی رکھیے آیندہ سے کچھ نہ کچھ وقت ضرور آپ کی نذر کر دونگا۔

شیو بلاس۔ ایم۔ اے سے تمھیں کیوں اتنا عشق ہے؟

سری بلاس (شرارت آمیز تبسم کیساتھ) ایم۔ اے کے معنی ہیں ماسٹر آف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سنت بلاس - یہ میری بہت پرانی آرزو ہے اور اب منزل مقصود سے اسقدر قریب ہوکر قدم ہٹانا نہین چاہتا -

شیو بلاس - اسکے بعد پھر وہی ایل ایل بی کا معینہ دور آئیگا اور تم موٹے حروف کے سائن بورڈ لگاکر موکلون سے دون کی لینا شروع کردگے -

سنت بلاس - آپ تو اس انداز تحقیر سے کہہ رہے ہین گویا مین ایسا کرون تو کوئی شرمناک بات ہوگی بیشک مجھے یہ ہوس ہے اور مین اپنے تئین اسکے لیئے قابل سرزنش نہین سمجھتا - وکالت کے پیشہ سے مجھے عشق نہین چاہے ضرورت سے مجبور ہوکر اُسے اختیار ہی کیون نکرنا پڑے - لیکن ڈگری سے ضرور محبت ہے - آجکل انسان کی وقعت ڈگریون ہی پر منحصر ہے - ابھی تک شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہوگا جو اپنی علمی ڈگریون سے دست بردار ہوگیا ہو - وہ حضرات بھی جو تعلیمی عدم زنافت کے پیشوا بنتے ہین اپنے نامون کے پیچھے بڑی بڑی ڈگریون کا پچھلا لگانا معیوب نہین سمجھتے - قومی مدرسون اور کالجون مین بھی انھین حضرات کی قدر ہے جو ولایت کی ڈگریان پائے ہوئے ہین - یہی ہماری قیمت کا معیار ہے - تو پھر مین ہی کیون اپنے اوپر جبر کرون بُرا نہ مانیئے گا اخبار کے ابتدائی ہفتون مین غالباً آپ بھی میرے مضامین ڈگریون کے اظہار کے بعد ہی چھاپینگے

شیو بلاس (نادم ہوکر) ہان یار بات تو سچی کہتے ہو - اسی کو روحانی غلامی کہتے ہین -

سنت بلاس - اپنی پالیسی تو آپنے سوچ ہی لی ہوگی - اگر آپ نے بھی وہی آئین اختیار کیا جو دوسرے اخبارون کا ہے تو علیحدہ اخبار نکالنے کی ضرورت ہی کیا ہے ؟

سری بلاس - مجھسے تو آپ لوگ کچھ پوچھتے ہی نہین - مین بھی مدرسہ چھوڑ رہا ہون - کل میرا نام بھی اخبارون مین نکلے گا -

شیو بلاس - تم میرے اخبار کے دفتر مین کلرک ہوجانا -

سری بلاس - جی ہان سارے دن میز پر بیٹھے بیٹھے سر کون کھپائیگا - مین نے تو کھیتی باری کرنیکا فیصلہ کرلیا ہے - ہل جوتونگا اور نئی نئی فصلین پیدا کرونگا -

شیو بلاس - ہان اخبار کی پالیسی کے متعلق تم سے گفتگو کرنیکا مجھے ابتک موقعہ ہی نہین ملا - مین سیاسات کے الجھن مین نہ پڑکر تمدنی اصلاحون پر اپنی ساری قوت صرف کرنا چاہتا ہون - ہم اسوقت آنکھین بند کیئے ہوئے مغربی معاشرت کے پیچھے دوڑے جارہے ہین - مین تکلف اور نمایش کی زندگی کے خلاف آواز

بلند کرونگا۔ "بیدار اور سادہ معاشرت" میرا اُصول عملی ہوگا۔ مغرب کی تقلید نے دولت کو شرافت، انسانیت اعزاز اور وقار کا پیمانہ بنا دیا ہے۔ ہم اپنے اسلاف کی قناعت، اور اعتدال اور پاک نفسی کو بھول گئے ہین۔ جہان دیکھیے وہین سرمایہ دارون کی، اہل دولت کی، زمیندارون کی نمود ہے۔ مین بیکسونکی حمایت کو اپنا دستور العمل قرار دونگا۔ گو یہ خیالات نئے نہین ہین، کبھی کبھی اخبارون مین ان مباحث پر مضامین نظر آجاتے ہین۔ لیکن ابھی تک انکی وقعت عالمانہ استدلال سے زیادہ نہین ہے۔ اور وہ بھی یوروپ کے بعض فلاسفرونکی تقلید ہے۔ مثلاً ایڈورڈ کارپنٹر، رسکن۔ رسل وغیرہ۔ ان خیالات کے موید اپنے اصول اور عمل مین ذرا بھی مطابقت نہین رکھتے اور اسیوجہ سے انکی تلقین کا کسی پر اثر بھی نہین پڑتا۔ میری زندگی ان اصولون کی زندہ مثال ہو گی۔ مین تم سے سچ کہتا ہون دولت کی یہ گرم بازاری دیکھکر کبھی کبھی مین اپنے ملک کیطرف سے مایوس ہو جاتا ہون۔ چھوٹے بڑے امیر وغریب سب اسکے غلام بنے ہوئے ہین۔ علم وکمال کی عزت ہی اُٹھ گئی۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ بڑے بڑے تاجدار اہل کمال کے سامنے سر جھکاتے تھے۔ ایک زمانہ یہ ہے کہ مذہبی تحریکین بھی اہل زر کی دست نگر رہتی ہین۔ ہمارے سادھو مہاتما اُپدیشک بھی دیہاتون مین بھولکر بھی نہین جاتے۔ وہ پُر تکلف پنڈالون مین تقریرین کرتے ہین، موٹرون پر ہوا کھاتے ہین اور اہل زر کے مہمان ہوتے ہین۔ علما وفضلا بھی اسی معبود زرین کی پرستش مین سرگرم ہین جنھین بیدار اور سادہ معاشرت کا نمونہ بنا چاہئے تھا وہ نفس کے غلام بنے ہوئے ہین۔ ایثار دنیا سے معدوم ہو گیا۔

سنت بلاس۔ آپکے خیالات تو بالکل بالشویکون کے سے ہین۔ آپ کو معلوم نہین ہے کہ انھون نے علما اور فضلا کی کیا قدر کی ہے؟

شیو بلاس۔ خوب معلوم ہے۔ وہ علما اور فضلا اسی سلوک کے سزاوار تھے۔ جسطرح اہل زمین اپنی جائداد کو، اہل تجارت اپنی مصنوعات کو تن پروری کا وسیلہ بناتے ہین اُسی طرح ہمارے علما بھی اپنے کمال اور روشنی کو دولت پر قربان کرتے ہین۔ انکے لیے تعلیم گاہون مین بیش قرار مشاہرے رکھے جاتے ہین انکی قدر ومنزلت کا یہی معیار ہو گیا ہے۔ کیا یہ حالت افسوسناک نہین ہے؟

سنت بلاس۔ تو کیا آپ کا منشا ہے کہ ہم دو ہزار سال پیچھے کی نیم وحشیانہ طرز معاشرت اختیار کرین اس ترقی کے دور مین اس سادہ معاشرت کو واپس لانیکا خیال مضحکہ خیز ہے۔

شیو بلاس۔ تم مجھے خواہ مخواہ ایک طولانی مباحثہ مین کھینچے لیے جاتے ہو۔ تم اس زمانہ کو اس لیے

ترقی کا دور کہتے ہو کہ اسمین طبیعات نے حیرت انگیز ایجادین کی ہین - انسانی معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے اور دولت کمانے کیلیئے بے انتہا ذرائع نکل آئے ہین - اور قدیم زمانہ کو نیم وحشیانہ اور وحشیانہ دور اس لیئے کہتے ہو کہ اسوقت یہ ایجادین، یہ علمی انکشافات، یہ وسائل تجارت اور حصول زر نہ تھے - کیا مین تمسے پوچھ سکتا ہون کہ انسان کی زندگی کا تمھارے خیال مین کیا منشا ہے؟

سنت بلاس - انسان کی زندگی کا منشا ہے زندہ رہنا، قدرت کے عطا کیئے ہوئے وسائل سے فائدہ اُٹھانا، قدرت کے چھپے ہوئے خزانون کو ڈھونڈھنا انسانی زندگی کو زیادہ کامل، زیادہ وسیع زیادہ رفیع بنانا -

شیو بلاس - میرا تمسے کُلّی اتفاق ہے - فرق صرف اتنا ہے کہ تم طبیعات اور نظریات کے قائل ہو مین تزکیہ اور تھذیب نفس کا - تم مجاز کے پیرو ہو - مین حقیقت کا - یہ لو دادا خود ہی ادھر آرہے ہین -

(۹)

تینون لڑکون نے اُٹھکر باپ کی تعظیم کی اور سر جھکا کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے - رائے صاحب نے متفکرانہ انداز سے شیو بلاس کیطرف دیکھکر پوچھا تمھارا کالج کب کھلے گا؟

شیو بلاس - کالج تو دوسری تاریخ کو کھل جائیگا - لیکن اب مین وہان نہین جانا چاہتا - استعفےٰ بھیجدیا -

ہری بلاس - یہ تمنے کیا حماقت کی - کم از کم مجھ سے پوچھ تو لیتے - کیا مجھے اتنا جاننے کا حق بھی نہین ہے؟

شیو بلاس - اتنی خطا ضرور ہوئی - لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرا کورس ختم ہوگیا ہے اب صرف امتحان دینا باقی ہے - اور چونکہ مین اس پیشہ کو معاش کا وسیلہ نہین بنانا چاہتا اسلیئے امتحان مین شریک ہونیکی کوئی ضرورت بھی نہین سمجھتا -

ہری بلاس - مگر کسب معاش کا مسئلہ تو حل کرنا ہی پڑیگا - اُسکی کیا صورت نکالی ہے -

شیو بلاس - اسکی مجھے زیادہ فکر نہین کیونکہ مین اپنی ضرورتون کو گھٹا کر بہت قلیل آمدنی مین گذر کرسکتا ہون - کچھ باغبانی کا کام کر کے گذران کرونگا - باقی وقت خدمت مین صرف کرنیکا ارادہ کرتا ہون - میرا مقصد ایک اخبار نکالنے کا ہے -

ہری بلاس - تمھارے خیال مین اخبار نکالنا آسان ہے؟ اوّل تو کافی سرمایہ چاہیئے - پھر ناسامد ملکی حالات کا مقابلہ - ابھی تمنے مشکلات کا کافی اندازہ نہین کیا ہے - سمجھتے ہو کہ یہ راستہ آسان ہے

مگر چند ہی قدم چلکر تمھین معلوم ہو جائیگا کہ یہان قدم قدم پر کانٹے ہین - مین اتنا خود غرض اور دنیا پرست نہین ہون کہ تمھارے قومی جوش خدمت کو دبانا چاہون لیکن اتنا جتادینا اپنا فرض سمجھتا ہون کہ خوب سوچ سمجھکر اس میدان مین آنا ورنہ چند قدم چلکر ہمت ہار دی تو تمھین سرا سر سب کی رسوائی ہوگی مین تم سے امداد کا طالب نہین ہون اور نہ میرے لیئے یہ کم فخر کی بات ہے کہ میرا لڑکا قوم کا سرفروش بنے - صرف تمھین مشکلات سے باخبر کر دینا چاہتا ہون - تم کبتک جاؤ گے سنتو - ؟

سنت بلاس - میرا کالج تو ۵ اجنوری کو کھلیگا -

ہری بلاس تمھین کتنے روپیونکی ضرورت ہے -

سنت - کم از کم ڈھائی سو - کیونکہ اسی مہینہ مین چھ ماہ کی فیس بھی داخل کرنی ہوگی -

ہری بلاس - (بغلین جھانکتے ہوئے) اس سے کم مین کام نہین چل سکتا؟ مین آجکل ذرا زیر بار ہو رہا ہون -

سنت - میری عادت سے آپ واقف ہین - مین خود ہی حتی الامکان کفایت سے رہتا ہون - اس سے کم مین کچھ انتظام نہ کر سکونگا - فیس کے علاوہ ایک سوٹ بھی بنوانا ہے - میرے پاس کوئی اچھا سوٹ نہین ہے -

ہری بلاس - ابھی اسوقت سوٹ کو ملتوی رکھو - مین کوئی وسیلہ نکال لون تو اسکی فکر کر لینا - ہان فیس اور بورڈنگ کا انتظام کیئے دیتا ہون - اس سے کہان نجات - پڑھو تو دو نہ پڑھو تو دو،

سنت مین آپکے اوپر خواہ مخواہ بوجھ ڈالنا نہین چاہتا - اگر آپ انتظام نہین کر سکتے تو مین خود ہی کوئی فکر کرونگا - مگر اس تخمینہ مین مینے کمی کی مطلق گنجایش نہین رکھی ہے -

ہری بلاس - یہ تمھاری بڑی عادت ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر چڑھ جاتے ہو - میری حالت دیکھ رہے ہو، پھر بھی تمھاری آنکھین نہین کھلتین - معلوم نہین سارا فرنیچر نیلام کر کے بھی مطالبون سے نجات ہوتی ہے یا نہین'

سنت - اگر آپ کا یہی منشا ہے کہ مین بھی کالج سے نام خارج کرا لون تو مجھے کوئی عذر نہین ہے -

ہری بلاس - (جھنجھلا کر) بہتر ہے نام خارج کرالو -

آجکل ہندوستان ہی نہین، یورپ مین بھی بیدار مغزون کا میلان سادہ اور بے تکلف معاشرت کیطرف ہو رہا ہے - اہل علم سے اب ایثار اور خدمت کی امید کیجاتی ہے نہ کہ نمود اور جاہ طلبی کی - سوسائٹی مین اب وکیلون پر اعتقاد کی نگاہین نہین پڑتین - لوگ اُنسے بدظن ہوتے جارہے ہین اور فی الواقعی یہ طبقہ اسی برتاؤ کا سزاوار ہے - مینے بھی عام دستور کے موافق تمھین اس پیشہ کیلیئے تیار کرنا نہین چاہا تھا -

لیکن اب مجھے اسکی برائیان نظر آرہی ہین - اس پیشہ کی بدولت ہماری عدالتون مین انصاف اتنا گران ہوگیا ہے کہ عوام کے لیے قریب قریب ناممکن الحصول ہے - جب ایک ایک پیشی کے دو دو چار چار سو یہانتک کہ ایک ایک ہزار روپیے لیئے جاتے ہین تو ظاہر ہے کہ یہ محنت اور وقت کا معاوضہ نہین بلکہ محض لوگون کے بغض اور حسد اور دنیا طلبی کا تاوان ہے جس پیشہ کا مدار اور قیام محض انسانی خباثت اور کمزوریون پر ہو وہ کبھی سوسائٹی کیلئے فلاح و برکت کا باعث نہین ہوسکتا - مین تمھین مجبور نہین کرتا لیکن وکالت کے بجاے اگر تم کوئی زیادہ حلال صورت معاش نکالو تو مجھے زیادہ اطمینان ہوگا -

سنت بلاس نے اسکا کچھ جواب ندیا - چین جبین ہوکر چلے گئے - تب ڈپٹی صاحب نے سری بلاس سے پوچھا تم تو امتحان کی تیاری کر رہے ہو نہ ؟

سری بلاس - جب آپ فرما رہے ہین کہ دولتمندونکی آج کل کوئی قدر نہین کرتا تو پھر ایسی تعلیم سے کیا فائدہ جسکا منشا دولت پیدا کرنا ہے - میرا نام بھی مدرسہ سے خارج کروا دیجیئے - مین آپ ہی کی خدمت سے فیض اٹھانا چاہتا ہون - میرا جی چاہتا ہے کھیتی کرنیکو - آخر آپ دیہات مین ہین گے تو کچھ نہ کچھ کھیتی باری ضرور ہی کرائین گے یہ کام میرے سپرد کر دیجیئے - مین نئے تجربون اور اصولون کے مطابق کھیتی کرونگا - بھینسین پالونگا - فرصت کیوقت اپنے گانون کے لڑکون کو پڑھاؤنگا - اور آپ سے پڑھونگا -

اسی اثنا مین سُمترا آ گئی - سری بلاس نے اسکی طرف دیکھکر کہا' لو سری بلاس نے تمھاری فکرونکا خاتمہ کر دیا - تم سوچ رہی تھین کہ کیسے کیا ہوگا - اب چلکر آرام سے گانون مین رہو - یہ کھیتی کرین گے - تم کبھاون مین اناج بھرنا - اور رام کا نام لینا -



تیسرے دن بابو سری بلاس اپنے موضع مین آگئے - مکان بے مرمت پڑا ہوا تھا - چارون طرف گھاس جم گئی تھی - گانون والون نے دروازے پر کھاد اور کوڑے کے ڈھیر لگا دیئے تھے - ادھر کئی سال سے بابو صاحب گھر نہ آئے تھے - گھر مین قدم رکھتے کراہیت سی ہوتی تھی - صاف بنگلون مین رہنے کے عادی ہو گئے تھے - شیو بلاس نے اسباب اتارے اور جھاڑو لیکر دروازہ کی صفائی کرنے لگے - انجنی جو ڈپٹی صاحب کی بڑی لڑکی تھی اندر جھاڑو لگانے لگی - سری بلاس کچھ دیر تک تو کھڑا تاکتا رہا - تب ایک ٹوکری لیکر کوڑا پھینکنے لگا سنت بلاس یہان نہ آئے تھے - مان سے ضد کرکے روپے اینٹھ لیئے تھے اور الہ آباد کی راہ پکڑی تھی -

گانون مین جونہی معلوم ہوا کہ ہری بلاس نے استعفےٰ دیدیا ہے لوگ ادھر اُدھر سے مزاج پرسی کو آنے لگے۔ ہری بلاس باہر ایک ٹوٹی کھاٹ پر غمزدہ بیٹھے ہوئے سوچ رہے تھے کہ موروثی جائداد کیونکر ہاتھ آئے۔ شُمترا اندر کھڑی سوچ رہی تھی کہ یہ کوڑے کرکٹ کا انبار کیونکر ہٹیگا۔ اسکے قبل یہ لوگ جب گھر آتے تھے تو گانون والے اُنپر حیرت آمیز رشک کرتے تھے اور انکے ساز و سامان کو اسطرح دیکھتے تھے گویا کسی عجائب خانہ کی سیر کر رہے ہون۔ اُن غریبونکی ہمت نہ پڑتی تھی کہ ان سے کچھ بولین۔ مگر اب کی وہ سارے سامان غائب تھے۔ نہ لڑکون مین وہ رعونت تھی، نہ ڈپٹی صاحب اور سمترا مین وہ مربیانہ انداز گفتگو۔ لوگون کو انکے ساتھ ہمدردی سی ہوگئی۔ عورتین انکی کیساتھ گھر کی صفائی کرنے لگین۔ کئی مردون نے شیو بلاس کو جھاڑو اور ہری بلاس کو ٹوکری سے نجات دی۔ یہ دونون پسینے مین شل ہو رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ موٹا کام ذہن و خیال مین چاہے کتنا ہی دلاویز ہو، واقعات کی دنیا مین وہ اتنا پسندیدہ نہین۔ رام بھروسے پنڈت نے بابو ہری بلاس سے کہا، بھیّا تمنے اچھا کیا استیپھا دیدیا۔ دیس بدیس مارے مارے پھرتے تھے۔ اب سُکھ سے گھر مین رہوگے۔ گھر مٹی مین ملا جاتا تھا۔ اب بس جائیگا۔

شیخ عیدو بولے، چاکری چاہے چھوٹی ہو چاہے بڑی چاکری ہی ہے۔ جب اللہ نے سب کچھ تمھارے گھر مین دیا ہے تو کیون کسی کی بندگی کرو۔

گوبر چوکیدار بولا۔ مگر بابو عُہدا بڑا تھا۔

بھوجو کرمی نے کہا۔ عُہدا تو بڑا تھا مُدا کتنے غریبون کا گلا رتینا پڑتا تھا۔ سیکڑون کو جیل بھیجا ہوگا اس لڑائی مین پرجا کو مار مار کے سرکار کو کرج دلایا ہوگا۔ دوڑے پر جاتے ہونگے تو بیگار لینا پڑتی ہوگی۔ انکے ہاتھون کتنے کسانون کا اکھراج اور بیدخلی ہوئی ہوگی۔ اب گھر مین رہینگے تو اس جھنجٹ سے تو گلا چھوٹ جائیگا

گوبر چوکیدار۔ رو آب کتنا تھا۔ حکومت کتنی تھی۔

بھوجو۔ رو آب عہدے سے نہین ہوتا۔ رو آب بھل منسی سے ہوتا ہے۔ بدیا اور دھرم سے ہوتا ہے رام بھروسے پنڈت کون عُہدے والے ہین۔ لیکن کیون سب لوگ کھاٹ سے اُٹھکر پالاگن کرتے ہین۔ تھانیدار آتے ہین تو انکی کھاتر ایک چلم تما کھو دینا سب کو اکھرتا ہے۔ لیکن ساستری مہاراج جیکے گھر اپنا دس دس پانچ چیلون سمیت آجاتے ہین وہ اپنے بھاگ کو سراہتا ہے۔ جلا مین ایک سے ایک حاکم پڑے ہین مُدا ساستری جی کیطرح کسکا رو آب ہے؟ آج جو حکم دیدین تو لوگ آگ مین کود پڑین۔

رام بھروسے - بابو سنت بلاس نہین دکھائی پڑتے -

ہری بلاس - وہ وکالت پڑھنے چلے گئے -

رام بھروسے - بھیّا یہ بِدیا تو تم انھین ناحق پڑھاتے ہو - بڑے کوکرم کرنے پڑتے ہین - وکیلون کا مارا سارا جلا تو اہ ہوگیا - سبکو لڑا لڑا کے بھکاری کر دیا -

عیدو - بھیّا تم اب اپنی جمعین جھیڑا لو اور مجھ سے کھیتی کراؤ - چاکری بہت کی، اب کچھ دن گرہستی کا مجا چکھو یہان آنا میں تو نہ ملیگا لیکن چولا مست رہیگا - پردیس مین جو کچھ کماتے تھے سب کا سب کپڑے لتے - کرسی میز میوہ مٹھائی، دودھ ملائی مین اُڑجاتا ہوگا - بیس پچیس کا تو دودھ ہی پی جاتے ہوگے - اور نہین تو پچاس میں بیس گھر کا کرایہ ہوگا - کھا پی کے سب برابر ہو جاتا ہوگا -

عیدو - زمین چھڑانے کے واسطے روپے کہان سے لاؤن -

سب آدمیون نے انکی طرف حیرت آمیز اشتیاق سے دیکھا گویا وہ کوئی انوکھی بات کہہ رہے ہین - آخر بھوجو بولا - کیا کہتے ہو بھیّا کن بہت روپے چاہیے ہونگے - تین چار ہجار تو تمھارے بکس کے ایک کونے مین دھرے ہونگے - اتنی بڑی طلب پاتے تھے، نجر نجرانہ لیتے ہی رہے ہوگے - یہ سب کہان اُڑا دیا -

ہری بلاس - مین کسی سے نذر نذرانہ نہ لیتا تھا - تنخواہ مین گذر مشکل سے ہوتا تھا بچت کہان سے ہوتی،

بھوجو - ایسا کیا ہوگا - دس بیس ہجار تو جوڑا ہی ہوگا -

ہری بلاس - نہین چچا سچ مانیئے - مین بالکل خالی ہاتھ ہون،

بھوجو - تب گُجر بسر کیسے ہوگا -

ہری بلاس - پرماتما مالک ہین - ابھی تو کچھ نظر نہین آتا -

یہی باتین ہو رہی تھین کہ ٹھاکر کرن سنگھ جو اُس نواح مین سب سے بڑے زمیندار تھے اپنے دو مصاحبون کیساتھ ہاتھی پر بیٹھے آتے ہوئے نظر آئے - لوگ چارپائیون سے اُٹھ کھڑے ہوئے - ہری بلاس جبتک برسر اختیار تھے ایسے کتنے ہی زمیندار روزانہ انھین سلام کرنیکو حاضر ہوتے تھے - پر کرن سنگھ کو دیکھکر وہ اضطراری طور پر تعظیماً اُٹھ بیٹھے - ہاتھی سامنے آکر رُکا - کرن سنگھ اتر پڑے اور ہری بلاس کو چارپائی پر بٹھاکر خود بیٹھتے ہوئے بولے، بابو صاحب آپکے مبارک قدمون سے آج یہ گانؤن پوتر ہوگیا - آج اخبار کھولا تو پہلے آپ ہی کی خبر نظر آئی - غرور سے متوالا ہوگیا - آپ کی ہمت اور ایثار کو آفرین ہے -

ہری بلاس نے احسانمندانہ انکسار سے کہا، آپ کا مزاج تو اچھا ہے کچھ دبلے نظر آ رہے ہین۔

کرن سنگھ۔ اب آپکی دعا سے بہت اچھی طرح ہون۔ مہینون سے بیمار تھا۔ آج آپکی خیر دیکھکر خود بخود چنگا ہوگیا پرماتما نے شاید ہماری ہی کاربرآری کیلیئے آپکے دل مین یہ تحریک کی۔ ہمنے ادھر کچھ دنون سے ایک پنچایت قائم کر رکھی ہے۔ پر اسکا کوئی سرپنچ ایسا نہ ملتا تھا جسپر خاص و عام کو بھروسہ ہو۔ آپکو پرماتما نے اسکا بیڑا پار کرنیکے لیے بھیجدیا۔ مین آج صبح ہی ٹھاکر راجہ صاحب ڈوڈون، ٹھاکر صاحب کہا اور دوتی چند ساہوکار کے پاس گیا تینون اصحاب آپکا نام سنکر اچھل پڑے۔ ان لوگون کیطرف سے مین آپسے یہ درخواست کرنے کیلیئے حاضر ہوا ہون کہ آپ سرپنچی کا عہدہ قبول فرمائین۔ عین نوازش ہوگی۔

ہری بلاس۔ مین آپکی خدمت کرنیکے لیئے حاضر ہون۔ پر اپنے تئین اس اعزاز کے قابل نہین سمجھتا۔ جس پنچایت کے ارکین ایسے ایسے صاحب ثروت لوگ ہون اُنکے صدر بننے کی جرأت مین نہین کرسکتا۔

کرن سنگھ۔ بابو صاحب یہ نہ کہیئے۔ آپکو معلوم نہین ہے اس جوار مین اسوقت آپکو لوگ کن نظرون سے دیکھ رہے ہین کیا چھوٹے کیا بڑے سب آپکے معتقد ہوگئے ہین۔ پہلے آپ اپنے کنبہ کے حاکم تھے۔ اب آپکی حکومت رعایا کے دلون پر ہے۔ میری یہ استدعا قبول کیجیئے

ہری بلاس اعزاز کے بار سے سر نہ اُٹھا سکے۔ انکی خموشی رضامندی کی معترف تھی۔ کرن سنگھ اُٹھے اور پھولون کا ہار اپنے ایک مصاحب سے لیکر اُنکے گردن مین ڈال دیا۔ اور تب ایک لمحہ تک کسی تشویش انگیز خیال مین غرق رہنے کے بعد شرماتے ہوئے بولے۔ بابو جی آپنے میری ایک عرض تو قبول کی۔ اب مجھے دوسری درخواست کرنیکی حرارت ہو رہی ہے اجازت ہے عرض کرون۔

ہری بلاس۔ شوق سے فرمائیے۔ مین آپکی خدمت کیلیئے دل و جان سے حاضر ہون۔

کرن سنگھ نے جیب سے ایک لفافہ سربمہر نکالا اور بولے مین اسے آپکے قدمون پر نثار کرنیکی اجازت چاہتا ہون

ہری بلاس نے دبی ہوئی متجسس نگاہون سے لفافہ کیطرف دیکھا۔ لکھا ہوا تھا۔

"بیعنامہ و رہن نامہ رام بلاس کورمی۔ موضع بدوکھر"

احسان کے آنسوؤن سے انکی آنکھین نم ہوگئین۔ شکریہ اور احسانمندی کا اظہار کرنیکے لیے الفاظ ڈھونڈھ رہے تھے۔ لیکن کرن سنگھ نے انھین لب ہلانے کا موقعہ نہ دیا۔ اسیوقت اس لفافہ کے پُرزے پُرزے کر دیئے۔

ہری بلاس نے لوگون کی طرف دیکھکر کہا آپکو معلوم ہوا کیسے کاغذ تھے۔ یہ دادا کے لکھے ہوئے بیعنامہ اور رہن نامہ تھے۔ یہ کہتے کہتے رقت سے اُن کی زبان بند ہوگئی۔

پریم چند

خاص تعارف کرانے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ البتہ راماین زیر تنقید کی امتیازی خصوصیت کے بارہ مین کچھ نہ کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اسمین تلسی کرت راماین کے بعض واقعات پر تفصیلی نظر ڈالی گئی ہے۔ اور بیشتر والمیکی راماین، نیز دیگر کتب کے حوالہ جات سے اُنکی تشریح کی گئی ہے۔

یہ کتاب زیادہ تر والمیکی راماین کے تعلق سے لکھی گئی ظاہر ہوتی ہے اور جابجا اُسکے اشلوکون کا بھی اقتباس ہے اس کتاب مین جنک پور والے باغ کی سیر اور میگھ ناد کی استری سلوچنا کے ساتھ عین درمیان جنگ مین، رام چندر جی کا فیاضانہ سلوک جیسے اہم واقعات کا تذکرہ نہین ہے۔

شستہ راماین باعتبار تصحیح واقعات قابل مطالعہ ہے۔ اس کے مصنف یا مؤلف پنڈت سنت رام وید رتن جی ہین۔ اور مترجم لالہ خوشحال چند خورسند ہین۔ لیکن ہمکو افسوس ہے کہ اسکی نثر بہت ہی معمولی اُردو مین لکھی گئی ہے۔ کتاب مین اکثر ہندی الفاظ بھی لائے گئے ہین لیکن شکر ہے کہ اس حد تک نہین کہ اُردو خوان ناظرین کو نفس مضمون سمجھنے مین دشواری ہو۔ ہم اُردو کے ساتھ بامحاورہ ہندی الفاظ استعمال کئے جانے کے خلاف نہین۔ لیکن کتاب لکھنے والے کو ہر وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اُسے اپنی تصنیف کو کس زبان کے جاننے والون کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اگر ہندی چوپائیان ہندی ہی مین رکھی جاکر اُردو مین اُنکا پورا مطلب لکھدیا جاتا تو پڑھنے اور سمجھنے مین سہولیت ہوتی۔

کتاب کا حجم ۲۵۳ صفحات، چھوٹی تقطیع، چکنے سفید کاغذ پر چھپی ہے اور سنہرے حروف والی جلد کے ساتھ تیار کی گئی ہے۔ قیمت دو روپیہ ۲، غیر مجلد ۱۲/ ۱ عہ۔

ملنے کا پتہ۔ شرومنی پستکالیہ (لاہور روڈ) لاہور۔

سیرت خیر البشر

اس عنوان سے مولنا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی نے بڑے سائز کے ۲۴۸ صفحات پر بانی دین اسلام حضرت محمد صاحب کے حالات قلمبند فرمائے ہین جسکے ساتھ

شروع کتاب مین ملک عرب کے جغرافیائی حالت کا بھی نقشہ کھینچا گیا ہے۔

آنحضرتؐ کے ظہور سے قبل والے زمانہ کو جاہلیت کا زمانہ بتلایا گیا ہے جو غالبًا اس بنا پر درست کہا جا سکتا ہے کہ قرآن شریف کا نزول وقت مذکورہ کے پیشتر نہین ہوا تھا۔ ورنہ اگر مسیحی مذہب مین خدا اور اُسکے بیٹے پر ایمان لانا جائز قرار دیا گیا ہے تو دین اسلام خدا رسی کے لئے رسول پر ایمان لانا ضروری خیال کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے بارہ مین صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ توحید' اور غیر مشترکہ توحید' ہندوستان کی جبلتی خاصیت ہے۔ اور کسی قسم کی بت پرستی یا دیوتا پرستی اُسکو سلب نہین کر سکی اور نہ شاید آیندہ کر سکے۔ البتہ ہر زمانہ مین موافق و مخالف طبائع قدرتًا موجود ہوا کرتی ہین۔ اور محض اسوجہ سے کوئی ملک الصافاً جاہل نہین کہا جا سکتا۔

کتاب مین خواب' اور پیشینگوئیون وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔ اور اسکو ہم مؤلف کی خوش عقادی خیال کرتے ہین۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہین کہ ہر بڑے ریفارمر کے تعلق سے کچھ نہ کچھ عجیب باتون کا ہونا عمومًا لازم و ملزوم سمجھا جاتا ہے تو ہمکو کوئی تعجب بھی نہین ہوتا کیونکہ حضرت محمدؐ بلاشبہ ایک زبردست ریفارمر تھے اور اُن برگزیدہ مصلحان دین مین سے ایک تھے جنکے وساطت سے خدا اپنے پاک برترین اغراض کو پورا کیا کرتا ہے۔ ایسے بزرگون کی ذات صفات حسنہ کا مجموعہ ہوتی ہے۔

ایک مقام پر کل مذاہب کو مشترکہ اُصولون کے ماننے اور ایسے اصولون کے مطابق فروعات کے استقرار کو مذاہب عالم کے اتحاد کا ذریعہ بتایا گیا ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ مشترک باتون کو فی الجملہ سبھی مانتے ہین۔ یا بصورت عدم واقفیت شاید بمشکل مان بھی سکتے ہین لیکن "فروعات" کے بارہ مین بلحاظ جملہ اُمور انسانی خیالات کا محدود ہونا اسوقت تک قطعی ناممکن ہے جبتک کہ وہ بتدریج سچائی کے اعلیٰ ترین معراج پر پہونچ کر مجتمع نہ ہوجائین۔ دوسری صورت مین دماغی طاقتون کو معطل اور مفلوج بنانا ہوگا۔ اور نا کامیاب وسائل کے مدد سے۔

اگرچہ مؤلف کی کوشش اسکو زیادہ قابل قبول بنا سکتی تھی تاہم کتاب زیر تنقید ایک

بزرگِ عالم کے سوانح عمری ہونے کے علاوہ معلومات سے خالی نہین اور قدردانون کے لئے یقینی کام کی چیز ہے - کاغذ نہایت صاف چکنا - قیمت بلحاظ عمدگی ۱۲ عمر
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - احمدیہ بلڈنگس - لاہور سے ملسکتی ہے -

سحر ہنگامی

کلام محروم کا پہلا حصّہ زیر طبع ہی - دوسرے حصّے کی چند جلدین باقی رہ گئی ہین - شایقین منشی تلوک چند صاحب محروم بی - اے - مقام عیسیٰ خیل ضلع میانوالی (پنجاب) سے طلب فرماین -

---

اُردو - نام سے انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن نے ایک اعلیٰ درجہ کا سہ ماہی ادبی رسالہ سنہ حال سے جاری کیا ہے - اسکے کئی نمبر شایع بھی ہو گئے ہین - مضامین - لکھائی - چھپائی اور انتظام سب ہی نہایت قابل قدر ہین - اسکے ایڈیٹر انجمن مذکور کے نامور سکریٹری مولانا عبدالحق صاحب بی - اے ہین - قیمت غالباً آٹھ روپیہ سالانہ ہے -

---

ہندوستان مین ذمہ دار حکومت کی توسیع کے ساتھ دیسی زبانون کی ترقی بھی وابستہ ہے - چنانچہ جدید صوبہ داری کونسلون مین اب اکثر تقریرین دیسی زبانون مین ہونے لگی ہین - بعض صاحبون نے وفاداری کا حلف بھی اپنی مادری زبان مین لیا ہے - اور ممالک متوسط مین تو سرکاری ممبران اور انگریز حکام نے بھی ہندی مین تقریرین کی ہین - صوبہ متحدہ کے قانونی کونسلون مین اکثر تقریرین اُردو ہندی مین ہوتی ہین اور مشہور شعراے اُردو کے منتخب اشعار بھی سننے مین آجاتے ہین -

---

منیجر صاحب دار الاشاعت پنجاب ریلوے روڈ لاہور ہمکو اطلاع دیتے ہین کہ وہ پبلشنگ کے کام کو بہت وسیع پیمانہ پر شروع کرنا چاہتے ہین - اور اس سلسلے مین وہ قابل اہل قلم کی ہر طرح پر حوصلہ افزائی کرنے کو تیار ہین - بنگال ناول شاہجہان کے مترجم صاحب کو بھی آپ سے خط و کتابت کرنا چاہیے -

انجام بخیر ہوگا ہر کام

مفصلۂ ذیل چھوٹی سی نظم انگلستان کے دور جدید کے ایک شاعر جان آکسنہم کی نظم "آل از ویل" کا لفظی ترجمہ ہے۔ نظم کرتے وقت مین نے ترتیب بھی انگریزی نظم کی سی رہنے دی ہے۔ بعض انگریزی طرزین مقبول ہو چکی ہین۔ امید ہے کہ یہ جدت بھی بنظر استحسان دیکھی جائیگی۔ آٹھ مصرعون کے ہر بند مین پہلے چار مصرعے ایک ایک چھوڑ کر مقفٰی ہین۔ اور آخری چار مصرعے مثنوی کی طرز کے ہین۔ اردو کی ترکیب بندون مین تو آخری دو مصرعون کا تکرار ہوتا ہے، یہان دوسرے اور چوتھے مصرعے کا بھی تکرار ہے، اور وہ ضرورت مضمون کے خیال سے نہایت موزون ہے۔

(۱)

تاریک ہے راہ اور دشوار — وہ عرش پہ دیکھ حق مکین ہے!
کیا تو ہے شکستہ، چور، بیمار — کیا تیرا کفیل وہ نہین ہے؟
مٹ جائے گا منزلون کا خطرہ
جوڑے گا خدا دل شکستہ،
انجام بخیر ہوگا ہر کام — ہر کام بخیر ہوگا انجام

(۲)

طاقت سے بعید بار ہے کیا، — وہ عرش پہ دیکھ حق مکین ہے
دل یاس سے بیقرار ہے کیا؟ — کیا تیرا کفیل وہ نہین ہے
ہوجائیگا بوجھ بٹ کے ہلکا
ٹھیکہ نہین آج کا کہ کل کا

انجام بخیر ہوگا ہر کام   ہر کام بخیر ہوگا انجام

(۳)

رُو پوش ہے تجھ سے روشنی کیا!   وہ عرش پہ دیکھ حق مکین ہے!
دن رات ہے دلمین سنسنی کیا؟   کیا تیرا کفیل وہ نہین ہے؟
بازو ہین محیط اُس کے ہر سو
تھا اُسکا کرم کہ بچ گیا تو
انجام بخیر ہوگا ہر کام   ہر کام بخیر ہوگا انجام

(۴)

تیرہ ہے اَلَم سے عاقبت کیا؟   وہ عرش پہ دیکھ حق مکین ہے!
کیا ایسی مہیب شئے ہے "فردا"   کیا تیرا کفیل وہ نہین ہے؟
ہے جنبش برگ تک سے آگہ،
بخشندہ ہے سب کا وہ شہنشہ
انجام بخیر ہوگا ہر کام   ہر کام بخیر ہوگا انجام

وِلستہ پرشاد فدا بی اے

سمجھتا ہون کہ زندہ رہنے کا امکان باقی ہے   غنیمت ہے کہ مجھ مین ابتک اتنی جان باقی ہے
زمین تو کُھد کُھدا کر ہوگئی ہے کمپ مین شامل   فلک کی جانب البتہ خدا کی شان باقی ہے
ہوئے نیکی سے بیگانہ ترقی اسکو کہتے ہین   فرشتے ہوگئے رخصت فقط شیطان باقی ہے
طبیعت کو ابھی تلون سے سیری نہین اکبر
یہ سچ ہے کٹ گئے ہین پانون لیکن ران باقی ہے

برسات کا سمان

فطرۃ کا بادشاہ ہے برسات کا سمان — کیا کیا اُمنڈ اُمنڈ کے آتی ہین بدلیان
ہر پیر او رجوان نظر آتا ہے شادمان — قربان فیضِ خالقِ جان بخش انس وجان

آئی اُمنڈ اُمنڈ کے گھنگھور ہے گھٹا — چلتی ہے سائین سائین عجب جانفزا ہوا
باغِ جہان پہ اندنون جوبن ہے اِک نیا — موسم تو اوربھی ہین مگر یہ سمان کہان

کیلون کے ہے درختون پہ موتی کی آبشار — ہے رقص تیلیون کا کہتا اب ہین بھوہار
ہین تاڑ کے درخت بجاتے کھڑے ستار — پتّون پہ گر رہی ہین پٹاپٹ جو بوندیان

میدان ہین رنگ رنگ کے پھولون سے ہے بہار — صحنِ چمن کو کر دیا بارش نے سبزہ زار
بلبلین لپٹ رہی ہین درختون کو بار بار — اور نالیون کی نقرئی ہین جدولین روان

چلّا رہے ہین مور پپیہون کی ہے پکار — گاتی نسیمِ باغ بھی ہے ہر قدم ملّار
ہے یاسمین و سوسن و سنبل پہ اِک نکھار — سب دل سے شکرِ نعمتِ حق مین ہین تر زبان

بھونرے کنول کے گرد ہین گردش مین صبح و شام — طائر چہک رہے ہین بہت ہو کے شادکام
لائی صبا بہار کا گلشن مین ہے پیام — جھک جھک کے سجدہ کرتی ہین پھولونکی ڈالیان

بگلون کی آسمان پہ چلی ہے سفید ڈار　　آئی صدا گرج کی ہوا اُن مین انتشار
اِنمین سے کچھ جدا بھی ہوئے چھوڑ کر قطار　　لو پھر وہ آسکے مِل بھی گئے زیرِ آسمان

کچھ انمین سلسلے سے نکل کر بہک گئے　　موسم کی تازگی سے ہوئے خوش چہک گئے
ابرِ سیہ مین تارون کی صورت چمک گئے　　گھبرائے جاتے ہین جو چمکتی ہین بجلیان

شاداب کیاریان ہوئین تختے ہرے ہوئے　　ہین رنگ رنگ پھولون سے تھالے بھرے ہوئے
پتّون مین چھپ کے بیٹھے ہین طائر ڈرے ہوئے　　اور انمین دیدنی ہین کبوتر کی بازیان

برسات مین نہ کیون رہین مسرورِ خاص و عام　　ہوتی ہے روح تازہ چھماچھم سے شادکام
آبِ حیات اسکا ہے ہر قطرہ لاکلام　　ہے یہ ہمارے واسطے رحمت کا ارمغان

ممنونِ عام خلق پہ ہے مہرِ ذوالجلال　　ہر ذرہ اسکی رحمتِ بیحد سے ہی نہال
انسان وہ ہی کہ جسکا سدا پاک ہو خیال　　شکرِ خدا مین صرف ہون ہر دم دل و زبان

سیّد حکیم الدین احمد ممنون حیدرآبادی

دل سے اب سنتا نہین تبلیغ کوئی وعظِ دین　　پا رہی ہے ارتقا عقلِ ہلاکت آفرین
یا تو پھر اک قوتِ غالب سے دب جائینگے سب　　ورنہ تمہیدِ قیامت اسکو جانو ہمنشین

اکبر

فلک مشاق ہے پیہم نئی دنیا بسانے مین　　زمین کو دیر کیا گذرے ہوؤنکو بھول جانے مین

علمی خبرین

ہمکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حافظ ہدایت حسین صاحب بیرسٹر کے انعامی مضمون کی تجویز کی طرف ابتک کسی صاحب نے توجہ نہین کی ۔ انعامی مضمون کا عنوان تھا "گذشتہ نصف صدی مین اُردو نثر کی حالت" اور ماہ مارچ سنہ حال کے زمانہ مین ملک کے اہل قلم کو اس مضمون پر طبع آزمائی کی دعوت دی گئی تھی اور ۳۱ جولائی تک کی میعاد مقرر ہوئی تھی ۔ لیکن اسوقت تک ایک مضمون بھی نہین آیا ۔ اب بھی اس تغافل کی تلافی ہوسکتی ہے ۔ اور ہمکو امید ہو کہ ہمارے معزز معاصرین اہل قلم کی توجہ اس طرف مبذول کرنے مین ہماری امداد فرمائین گے ۔

خوشی کی بات ہو کہ لکھنؤ کا مشہور رسالہ الناظر جو ہمارے دوست ظفر الملک صاحب کی گرفتاری کے بعد بند ہوگیا تھا اب پھر جاری ہونے والا ہے ۔ اب اسکی قیمت (صہ) مقرر کی گئی ہے ہم اہلیہ ظفر الملک صاحبہ کے ہمّت کی تعریف کرتے ہین جو اپنے شوہر کی غیر حاضری مین انکے علمی مشاغل کو جاری رکھنے کی بہادرانہ کوشش کر رہی ہین ۔ قدردانان اُردو کا فرض ہے کہ اس کوشش کی حوصلہ افزائی کرین ۔

صاحب چیف کمشنر دھلی نے حسب سفارش پنجاب یونیورسٹی مولوی بشیر الدین احمد صاحب دھلی کی تاریخ لکھنے کے صلہ مین ایک ہزار روپیہ کا انعام عطا فرمایا ہے ۔ مولوی صاحب موصوف اُردو کے نامور مصنف شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہین ۔

افسوس کہ لکھنؤ کے مشہور خوشنویس اور خطّاط منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم ۱۵ جولائی

کو وفات پا گئے۔ فن کتابت مین مرحوم کی ذات سے ہزارہا آدمیون کو فیض پہونچا ہے۔ اور اسوقت ہندوستان کے بہت سے مقامون مین انکے شاگرد موجود ہین۔

انجمن ترقی اُردو کے سہ ماہہ رسالہ "اُردو" کا ہم کسی دوسری جگہ ذکر کر چکے ہین۔ حال مین اِسکا تیسرا نمبر بھی موصول ہوا ہے۔ اسمین شک نہین ہے کہ محاسن ظاہری و باطنی دونون لحاظ سے یہ اُردو کا ایک بہترین رسالہ ہے۔ اسکے مضامین اُردو ادب کے لئے باعثِ فخر ہین اور ہم ایسے اعلیٰ تنقیدی مضامین کے اشاعت پر اسکے لائق اڈیٹر مولوی عبدالحق صاحب کو مبارکباد دیتے ہین۔ بعض دیگر نئے رسالون کے برعکس "اردو" مین مستقل دلچسپی کے ادبی مضامین شائع ہوتے ہین۔ ہمکو امید ہے کہ قدردانانِ ادب اس رسالہ کی قدر کرینگے۔

عربی زبان مین کئی رسالے اور اخبار امریکہ اور یورپ مین شائع ہوتے ہین۔ حال مین اُردو زبان کا پہلا رسالہ "نوائے کیمبرج" کے نام سے کیمبرج (انگلستان) سے جاری کیا گیا ہے۔ اِس کا پہلا نمبر شائع بھی ہو گیا ہے۔ گو یہ ہندوستان ہی مین چھپا ہے۔ رسالہ مذکور ہندوستانی طلبہ مقیم انگلستان کے زیر اہتمام جاری ہوا ہے۔ یہ سال مین تین بار نکلیگا۔ قیمت تین روپیہ سالانہ رکھی گئی ہے۔ ہندوستان مین اسکی اشاعت "مسلم انسٹیٹیوٹ" کلکتہ کے ذریعہ ہوگی۔

خوشی کی بات ہے کہ ہمعصر مخزن اب پھر شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اس مرتبہ اسکا سائز زمانہ کے سائز کے برابر کر دیا گیا ہے۔

ہندوستان مین اسوقت تک ایسے کتب خانے نہین ہین جہان پر ہر قسم کا تواریخی سامان موجود ہو جسکی بنیاد پر ملک کی مکمل تاریخ لکھی جا سکے۔ قلمی نسخون کا تو ذکر ہی کیا کتب مطبوعہ کا بھی آسانی سے دستیاب ہونا مشکل ہے۔ ہندوستان کے بعض کتب خانے مثلاً کلکتہ کی امپیریل لائبریری اور بانکے پور کی خدا بخش لائبریری نے اس ضرورت کو رفع کرنے کی کوشش

شروع کی ہے۔ اور تاریخ نویسون کو اُن کتب خانون سے بہت مدد بھی ملنے لگی ہے ۔ چنانچہ زمانہ موجودہ کی بہترین تاریخی کتابین انھین کتب خانہ کی بدولت تصنیف ہو سکی ہین۔

ہندوستان کی پرائیویٹ لائبریریون سے بھی ایک بیش بہا تاریخی خزانہ نکل سکتا ہے۔ پنجاب و ممالک متحدہ آگرہ و اودھ و نیز صوبہ بہار کے اکثر مقامات تاریخی دلچسپیان رکھتے ہین۔ اور اکثر مقامات مین ایسے اصحاب بھی موجود ہین جنکے پاس تاریخی دلچسپی کے قلمی یا مطبوعہ نسخے موجود ہین۔ مگر تاریخ لکھنے والون کی ان نسخون تک رسائی نہین ہے ۔ اب الہ آباد یونیورسٹی کے صیغہ تاریخ نے اس قسم کے قلمی نسخون اور نادر الوجود کتابون کے خواہ وہ کسی زبان مین ہون فراہم کرنے کا تہیہ کیا ہے ۔

یہ صیغہ ایسے قلمی یا مطبوعہ کتب کو مناسب قیمت پر خریدنے یا اُنکی نقل لینے کو بھی تیار ہے ۔

خط و کتابت ڈاکٹر ایس ۔ اے ۔ خان ۔ ایم ۔ اے ۔ یونیورسٹی پروفیسر آف ہسٹری ۔ الہ آباد کے نام ہونا چاہیے۔

عرض حال

زمانہ مین اس ماہ کوئی تصویر ہدیۂ ناظرین نہین ہو سکی ۔ تصاویر کا سلسلہ دوبارہ اس امید پر جاری کیا گیا تھا کہ ادبِ اردو کے قدردانان کی توجہ سے ہمارے بڑھتے ہوئے مصارف آسانی سے پورے ہو سکین گے ۔ کاغذ اور سامان طباعت کی گرانی بدستور قایم ہی بلکہ مطبع نے گزشتہ ماہ سے اپنے نرخ مین پھر اضافہ کر دیا ہے ۔ اور عملہ کی تنخواہین وغیرہ سب مدون مین پہلے ہی سے اضافہ ہو گیا ہے ۔ خریدارون کی تعداد کچھ ضرور بڑھی ہے لیکن قیمت طلب پیکٹون کی واپسی نے اس اضافہ کے اثر کو بالکل زایل کر دیا ہے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جہان سنہ ۱۹۱۹ء مین مبلغ [illegible] کا گھاٹا آیا وہان سنہ ۱۹۲۰ء مین مبلغ [illegible] کا خسارہ رہا ۔ ایسی صورت مین ہمکو تخفیف مصارف کی طرف پھر متوجہ ہونا پڑا ہے ۔

ہم اس رسالہ کے ذریعہ کوئی دولت کثیر اکٹھا کرنا نہین چاہتے ہین لیکن اتنا ضرور ہے کہ کسی مزید نقصان اُٹھانے کی استطاعت نہین رکھتے ہین ۔ رسالہ کی زندگی کے اول دس بارہ سال کے نقصانات کا بار ہنوز سر پر ہے ۔ اس دو سال کے نقصانات نے دیگر ذرایع سے مطبع کو جو آمدنی ہوئی اسکو نہ صرف بالکل زایل کر دیا بلکہ گھر سے بھی کچھ رقم برد ہو گئی۔ یہ حالت قدردانان اردو کیلئے غور طلب ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ملک کے دوسری زبانون کے رسالون کی اشاعت دس دس ہزار تک پہونچ جاتی ہو لیکن اردو مین پندرہ سولہ سو کی اشاعت بھی ہونا مشکل ہو جاتا ہے ۔ دو ہزار سے کم اشاعت مین عموماً کوئی اخبار یا رسالہ اپنی زندگی نہین قایم رہ سکتا ہے ۔ زمانہ کی زندگی جس طرح اٹھارہ سال تک قائم رکھی گئی اسکا حال کچھ اسکے کارپرداز ہی جانتے ہین اس طرف اردو کا ایک اور رسالہ دلکش مراد آباد بھی پبلک کی ناقدری سے بند ہو گیا ہے ۔ زمانہ کی سخت جانی ہے یا اسکے ایڈیٹر کی دیوانگی جو ابھی تک اسکا وجود باقی ہے ۔

مراسلات و مباحثہ

فلسفہ اور اُردو شاعری

دنیا مین وہ کونسا فن ہے جسکو شائقین زمانۂ حال نے جِلا دیکر کمال پر نہ پہونچا دیا ہو۔ باعتبار اس جدّت کے دنیائے قدیم آج نئی دنیا ہو گئی جسکی ہر قدیم نامکمل شئے آج اعلیٰ تکمیل پر نظر آتی ہے۔ مگر آہ۔ دنیائے شاعری ابتک خواب غفلت ہی کے جھونکے لے رہی ہے۔ اس چمنستان شاعری کے سرو و شمشاد غالب و آتش عرصہ ہوا کہ صرصر حوادث سے پامال ہو گئے۔ اس گلشن کے آخری پھول امیر و داغ بھی مُرجھا کر خاک مین مل گئے۔ اب یہ چمن تاراج نظر آتا ہے۔ اور صرف جابجا دلِ نامراد کی طرح کچھ مُرجھائی ہوئی کلیان اس چمن کی یادگار باقی ہین۔ اب ایسے لوگ خال خال نظر آتے ہین جنھون نے بہار کا وہ زمانہ دیکھا ہو جبکہ چمنستان شاعری مین عروسِ سخن کے متوالے اُترتے تھے۔ جبکہ عروسِ سخن بادۂ شباب سے متوالی ہو کر محفلِ شعرا مین بے حجابانہ اٹکھیلیان کرتی تھی۔ جبکہ اُسکی ہر ادا مردہ دلون کے لئے روح القدس کا کام کرتی تھی۔ جبکہ اُسکی مسکراہٹ سے ہر غنچۂ دل باغ باغ ہوجاتا تھا۔ مگر آہ۔ وہ بہار کی پری حُسن کی دیوی آج اس دنیا سے بیگانہ وار رخصت ہو رہی ہے۔ اور اُسکا ہر طالب اُس سے بزبانِ سوز یہ کہہ رہا ہے۔

ٹھہر ٹھہر کہ تجھے ہمکنار کرلون مین ۔۔۔ دمِ اخیر ہے جی بھر کے پیار کرلون مین

● اے حُسن ازل کی موہنی مورت۔ تیرے اِس معصومیت کے صدقے کہ باوجودیکہ تیرے شباب کا زمانہ چاندنی کی طرح ڈھل گیا اور تو اب دنیا کو مفارقت کا پیغام سُنا رہی ہے تاہم اس الوداعی حالت مین بھی تو کبھی کبھی اپنی سہیلیون کی مشاطہ گری سے تجھین پاک جذبات کہتے ہین عالمِ شباب کا لطف دکھا جاتی ہے۔

اے میرے مایۂ ناز پری اس ادا کے قربان۔ کہ باوجودیکہ آفتاب لب بام ہے تیری غروب ہونے والی ہلکی ہلکی شعاعین جو عنقریب پردۂ ظلمات مین پوشیدہ ہونے والی ہین اب بھی کبھی کبھی

جذبات کے آسمان پر قوس قزح بنکر دنیائے شاعری کو اپنا نرالا رنگ رُوپ دکھا جاتی ہین۔ گو تجھ پر جہالت کی گھنگھور گھٹائین چھا رہی ہین تاہم مرحبا ہے۔ تیری شوخیٔ حُسن پر کہ اب بھی کبھی کبھی تیرے جذبات کی لہرین بجلی بنکر چمک جاتی ہین۔

مرزا جعفر علیخان صاحب اثر ایسے معدودے چند لوگ بھی اس زمانہ مین شاعری کے مایۂ ناز ہین جنکی طبع رسا فلسفہ کے ایسے ناتراشیدہ سنگ خارا کو شاعری کے سانچہ مین ڈھال کر اُسمین جوہر آبدار پیدا کر دیتی ہے۔ مگر نہ معلوم ایسے لوگ گمنامی کی تاریکی سے شہرت کی دنیا مین آنا کیون پسند نہین کرتے۔ شاید اس ناقدردان زمانہ کے غبار کی آلودگی سے علیحدہ رہنا چاہتے ہین۔

فلسفہ اور شاعری کو ظاہرا ایک دوسرے سے مناسبت نہین معلوم ہوتی بقول حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ۔ چہ نسبت است برندی صلاح وتقوی را سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

فلسفہ ایک ایسا خشک ریگستان ہے جسمین گنگا وجمنا کی لہرین نہین اُٹھ سکتین۔ یہ ایک ایسی زمین ہے جسمین موجون کے جویا کو بجز سراب کے اور کچھ نہین ملتا۔ مگر اس دنیا کے کچھ گوشون مین جناب اثر صاحب ایسے نچلے لوگ بھی موجود ہین جنھون نے اس فلسفہ کے صحرائے عظیم مین جذبات شاعری کا سمندر پیدا کر کے اسمین تلاطم بپا کر دیا ہے۔ مین تو یہ کہونگا کہ آب وآتش بہم آمیختہ از لب لعل۔ آپ کی غزل کا[1] یہ شعر۔ جلوہ آرائے ازل کی منتشر تھین قوتین ٭ شوق خود بینی سے یکجا ہو کے انسان ہو گئین۔ فلسفہ کی روح اور جذبات کی جان ہے۔

یہ شعر تصوف اور شاعری کی ایک دو رُخی تصویر ہے جسکا ایک رُخ عالم ملکوت کی سیر کراتا ہے اور دوسرا گُل وبلبل کی داستان سناتا ہے۔

یہ شعر کسی ناقوس و اذان کی آواز بنکر کانون مین گونجتا ہے۔ اور کبھی موسم بہار مین کویل کی رسیلی کوک اور پپیہے کی پی کہان کی ہوک بنکر دلون کو تڑپاتا ہے۔

فلسفہ تو یہ ہے کہ جن صفات باری تعالی سے تمام عالم معمور ہے جو اجسام عالم مین فرداً فرداً دیکھی جاتی ہین۔ وہ تمام صفات انسان مین بشکل مجموعی پائی جاتی ہین جسکی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کہتے ہین۔ اسلئے انسان کی ذات سراپا صفات باری تعالی ہے۔ اور اُسکا اصلی مسکن لامکان ہے

---

[1] یہ غزل زمانہ کے گذشتہ نمبر مین ہدیۂ ناظرین ہو چکی ہے۔

خود انسان ایک عالم صغیر ہے۔

جذبات ایسے پاکیزہ ہین کہ مجنون کی انا لیلیٰ اور منصور کے انا الحق کا جوش پیدا کرتے ہین۔ فی الواقع اُن جذبات کا احساس جو اس شعر سے پیدا ہوتے ہین کچھ دل ہی کو ہو سکتا ہے۔ اُنکی تصویر اِس زبان سے جو ایک نامکمل آلۂ نطق ہے نہین کھینچی جا سکتی۔

اِسی طرح آپ کی غزل کا دوسرا شعر۔

کارفرمائے دو عالم مین ادائین حُسن کی | جزو ہستی نگین اجزائے ایمان ہوگئین

باعتبار فلسفہ تصوف کے کبھی کُن فیکون کی خبر دیتا ہے۔ کبھی الست بربکم قالو بلیٰ کی یاد دلاتا ہے۔ یعنی دنیا کی تمام ہستیان اُس ذاتِ باری تعالیٰ کی صفت سے جسکو حُسن یا نورِ ازلی کہتے ہین عالمِ وجود مین آئین۔ اور جب اُس حُسن کے نور سے منوّر ہوگئین تو اُس حُسن یعنی ذاتِ پاک کی طرف رجوع ہوئین۔ فی الواقع یہ اُس حُسن ہی کی کشش ہے جسکی وجہ سے تمام ہستیان قائم بالذات ہین اور پایان ہین۔

جذباتِ شاعری ایسے نفیس ہین جس سے انسان مست و بیخود ہو کر اپنا جان و ایمان سب کچھ حُسن کی سرکار کے نذر کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

اِسی طرح آپ کی غزل کا تیسرا شعر۔

دل سے آنکھون تک تھے کیا کیا آہ جلوے وصل مین | بستیان یہ سب سحر ہوتے ہی ویران ہوگئین

فلسفہ تصوف اور جذبات شاعری کی مکمل تصویر ہے۔ تصوف اس شعر مین اپنا رنگ اس طرح جماتا ہے کہ جب تک معشوقِ حقیقی کی قربت حاصل تھی یعنی ذکر و شغل جاری تھا اُس معکوس کے عکس سے دل سے لیکر آنکھون تک ہر ایک عضو اُسکی تجلیات سے معمور تھا لیکن اس حالت کے قائم نہ رہنے سے اُن انوار و تجلیات کا نظارہ بھی جاتا رہا۔ بقول مولانائے روم علیہ الرحمۃ۔

کار لیلیٰ نیست این کارے من است | حُسنِ لیلیٰ عکس رخسارے من است

جذباتِ شاعری کے اعتبار سے یہ شعر وصل و فراق کی ایک مجسّم تصویر ہے۔ جب تک وصلِ یار رہتا ہے عاشق کی کیا حالت رہتی ہے۔ اُسکے آنکھون مین نور اور دل مین سرور قایم رہتا ہے۔ اور جب فراقِ یار ہوتا ہے تو عاشق یاس و حرمان کی ایک خاموش

تصویر بنجاتا ہے۔ اُسکی بہترین تشبیہ اس سے زیادہ اور کیا دیجا سکتی ہے جیساکہ اس شعر مین دیگئی۔ گویا وصل مین عاشق کی حالت اُس مکان کی سی ہے جسمین چراغ روشن ہے۔ جو آبادی کی دلیل ہے۔ اور فراق مین اُس مکان کی سی ہے جسکا چراغ گل ہوگیا ہو جو ویران ہو جانے کی دلیل ہے۔

چونکہ شاعر بلند پرواز نے صرف لطیف جذبات کی تصویر کھینچی ہے اسلئے صرف وہ اجزائے بدن جذبات کے لئے مخصوص کئے ہین جو دل سے آنکھون تک ہین اسلئے کہ انکا ان مقامات سے نیچے اُترنا فی الواقعہ لطافت سے کثافت مین آجانا ہے۔

اسی طرح آپ کی غزل کا چوتھا شعر۔

نزع مین اک دوسری دنیا ہوئی پیشِ نظر مشکلین ہم تو سمجھتے تھے کہ آسان ہوگئین

ایک عجیب اچھوتا خیال ظاہر کرتا ہے۔ یعنی یہ خیال کہ موت تمام دنیوی مصائب و آلام کا خاتمہ کردیتی ہے صحیح نہ نکلا کیونکہ عالمِ نزع مین جبکہ موجودہ مصائب و آلام کو الوداع کہنے والے ہوئے اُسوقت ایک آگے آنے والی نئی دنیا کا خیال دامنگیر ہوگیا۔ یہ شعر ہندو و مسلمان دونون کے فلسفون کو ایک ہی بات مین حل کردیتا ہے۔ یعنی مسلمانون کا خیال ہے کہ دوسری دنیا یعنی عقبیٰ مین پرسشِ اعمال ہوگی جہان انسان کو اُسکے اعمالون کی سزا ملیگی۔ اور ہندوؤن کا خیال ہے کہ مسئلہ تناسخ کے اعتبار سے انسان کو بعد وفات پھر کسی دنیا مین کسی نہ کسی ہستی مین آنا ہوگا۔ اور دنیوی تکالیف پھر برداشت کرنا ہونگی۔

اسی طرح آپ کی غزل کا پانچوان شعر

دل کے زخمون کی طرف اُٹھا بہار ہر اخترین بند آنکھین ضبط گریہ سے نمکدان ہوگئین

کیا نفیس جذبات پیدا کرتا ہے۔ اور کیسا نیا خیال ظاہر کرتا ہے۔

یعنی خون کا قاعدہ ہے کہ زخم سے باہر کی طرف بہا کرتا ہے۔ عاشق کا خونِ دل ہمیشہ آنکھون سے آنسو بنکر بہا کرتا ہے۔ گویا آنکھین ہی اُسکے نکلنے کا راستہ ہین۔ بقول مرزا غالب۔ جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو وہ لہو کیا ہے۔ اسلئے اگر مین ضبط گریہ نہ کرتا بلکہ برابر روتا رہتا تو دل کے زخمون کا خون آنکھون سے آنسوؤن کی شکل مین بہ جاتا۔ مگر ضبط گریہ سے نتیجہ یہ ہوا کہ عالمِ سکوت مین آنکھین بند ہوگئین۔ اور آنسو بجائے باہر نکلنے کے اندر کی طرف یعنی دل کے زخمون کی طرف رجوع ہوگئے۔ اور چونکہ اُنمین ایک

قسم کی شوریت ہے۔ اسلئے ہر قطرۂ آنسو آنکھوں سے دل تک واپس جا جاکر دل کے زخموں پر نمک چھڑکنے لگا۔ آنکھوں کا بند ہونا انتہائے ضبط گریہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور چونکہ تمام آنسو آنکھ ہی میں رہتے ہیں۔ اسلئے آنکھوں کا نمکدان ہوجانا عجیب خیال ظاہر کرتا ہے۔

کشن سہائے وکیل

حیدرآباد دکن

زمانہ کے مئی و جون نمبر میں حاجی محمد موسیٰ خانصاحب کا جو مضمون "حیدرآباد دکن" پر نکلا ہے وہ دارالحکومت آصفیہ کی تاریخی عظمت و شان کے اعتبار سے اس وجہ مجمل و ناکمل ہے کہ جسکا بعد تصویر سے اصلی خدو خال کا پتہ نہیں چلتا۔ اکثر ضروری مقامات کا جو ایک سیاح کے لئے مخصوص دلچسپی و کشش رکھتے ہیں کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ نہ سارے مضمون میں کہیں تسلسل بیان کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسکا اندازہ بھی ناظرین کیلئے مشکل نہیں مثلاً ہائیکورٹ جدید یا جامع عثمانیہ شہر کے کس حصے میں واقع ہیں۔ ان جزوی فروگذاشتوں سے قطع نظر کرنے پر بھی یہ یقین کرنا دشوار ہوجاتا ہے کہ حاجی صاحب نے واقعی "منماڑ کے راستہ سے ۸ صفر ۱۳۰۹ ہجری کو صبح کی ریل سے حیدرآباد پہونچکر" یہ حالات چشم دید قلمبند کئے ہیں مثلاً چارمنیار کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

حیدرآباد کے چارمنیار بازار کے ایک چوک میں واقع ہیں اور قطب شاہی دور کے بنے ہوئے ہیں . . . . ہر منیار کے دروازوں میں ہوکر سڑک جاتی ہے۔ اس طرح ان میناروں کے ذریعہ سے چوراہے بن گئے ہیں۔

آخری حصہ جس حدتک درازِ حقیقت ہے اسکا اندازہ وہ لوگ بخوبی کرسکتے ہیں جنھوں نے اس باجبروت تاریخی قصر کو بچشم خود دیکھا ہے ورنہ حاجی صاحب کا بیان صرف اس صورت میں درست ہوسکتا ہے کہ موجودہ عہد میں عمارت کی ترمیم کرکے "مینار" کے کمانوں سے سڑکیں نکالی گئی ہیں۔

اسی سلسلے میں حاجی صاحب فرماتے ہیں۔ "حیدرآبادی سکے میں انھیں چارمنیاروں میں سے ایک کی تصویر ہے"۔

غالباً حاجی صاحب کو تسامح ہوا ہے اور وہ "چارمنیار" کو جداگانہ چار منیارین سمجھ رہے ہیں ورنہ وہ کبھی یہ نہ لکھتے کہ سکے پر انھیں چارمنیاروں میں سے ایک کی تصویر ہے۔ پھر سکے پر بھی "چارمنیار" کی عمارت کا جو نقشہ ہے اسمیں چار منیارین نمایاں طور پر موجود ہیں۔ "ایک کی تصویر" کے کیا معنی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ چشم دید حالات ہیں یا واقعی اس عمارت کی کایاپلٹ ہوگئی ہے۔

"چارمنیار" عہد قطب شاہیہ کی ایک مستطیل سنگین عمارت ہے جسکو سنہ ۱۵۹۱ء میں محمد قلی قطب شاہ نے مشہد مقدس کے روضۂ اطہر کے نمونہ پر تعمیر کرایا تھا۔ یہ عمارت ایک چوراہے پر عین وسط شہر میں واقع ہے چاروں کونوں پر ایک ایک منیار ۱۸۴ فیٹ مرتفع ہے۔ نیچے کمانیں ہیں جنکا وسط زمین سے پچاس پچاس فیٹ ہے۔ بیچ میں ایک عالیشان گنبد ہے۔ "چارمنیار" علیحدہ علیحدہ چار منیاروں کا نام نہیں نہ چار چار منیاروں کی جداگانہ چار عمارتیں ہیں، بلکہ یہ ایک مستقلاً واحد عمارت ہے۔ چوراہے کی سڑکیں اسکے کمانوں یا دروازوں سے نہیں بلکہ گرداگرد ہوکر آپسمیں ملی ہیں۔ حیدرآبادی سکے میں اسی عمارت کی مکمل تصویر ہے نہ کہ صرف ایک منیار کی۔ اسکے بالائی حصہ میں، نہ کہ ہر منیار پر، ایک ایک مسجد و مندر کا ہونا بیان کیا جاتا ہے لیکن محلات شاہی کا سامنا ہونے کی وجہ سے اوپر چڑھنے کی ایک عرصہ سے ممانعت ہے۔ نیچے حصہ میں سٹی پولیس کا ایک دستہ رہا کرتا تھا۔ اب خدا جانے کیا کیا تغیرات ہوگئے ہوں۔ ع یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا۔

سیّد محمد فاروق (شاہ پوری)

تاریخ فن طباعت

انسان کی جب یہ خواہش پوری ہو چکی کہ وہ اپنے آوازوں کی علامات مقرر کرے تاکہ اُسکی غیر حاضری مین دوسرون پر اُسکے خیالات ظاہر ہو سکین یعنی جبکہ وہ فن تحریر ایجاد کر چکا تو روز افزون ترقی کرنے والے زمانہ نے اُوسے بے چین کیا اور یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اب کوئی طریقہ نکالنا چاہیئے کہ جس سے تحریر کی محنت مین کمی ہو اور خاص کر اُس صورت مین جبکہ ایک ہی خیال کی اشاعت کیلیئے بہت سی تحریرون کی ضرورت ہو - موجودہ فن طباعت کے محرک کا یہی خیال تھا -

ایجاد نقاشی نے اُسکے خیال کو اس طرف رجوع کیا کہ اگر وہ لکڑی کے حروف کی صورت کندہ کر کے اُنکے نشانات کسی ذریعے سے کسی چیز پر اتار سکے تو اس سے وہ ایک ہی تحریر کو بار بار لکھنے کی محنت سے بچ جائیگا اور اسطرح اُسکا وقت بھی بہت کم صرف ہوگا - چنانچہ ابتدا مین یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ لکڑی پر عبارت کندہ کی گئی لیکن بہت جلد اس کا خیال اسطرف رجوع ہوا کہ الفاظ کو کندہ کرنے کے بجائے ہر حرف لکڑی کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر کندہ کیا جائے اور پھر حرفون کو جوڑ کر نقشہ بنا لیے جائین - چنانچہ تمام و کمال حروف تہجی اس طرح طیار کر لیئے گئے -

اکثر ایجادات ہندوستان کی گذشتہ عظمت کا بین ثبوت ہین اور مصر و ایران و عرب کا چکر لگاتی ہوئی یورپ پہونچی ہین - لیکن اس ایجاد کا سہرا یورپ کے سر ہے موجودہ تحقیقات بتاتی ہے کہ لکڑی کے حروف پندرھوین صدی اور اُس سے قبل رائج تھے لیکن لکڑی کی ناپائیداری نے جان گٹن برگ نامی شخص کو اسطرف متوجہ کیا کہ دھات کے حرف بنائے جائین چنانچہ اُسنے لکڑی کے سانچے بنا کر اُسمین حرف ڈھالے - خیال کیا جاتا ہے کہ گٹن برگ نے ۱۴۵۰ء اور ۱۴۴۰ء کے درمیان یہ ایجاد کی - بعض اصحاب کا خیال ہے کہ گٹن برگ سے بیشتر نہین تو اُسی کے زمانہ مین ہالینڈ مین بھی حروف ڈھالے گئے - لیکن شہادت کا وزن گٹن برگ کے دعوے کی تائید کرتا ہے -

گٹن برگ کی ابتدائی زندگی کے حالات پر لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ۱۳۹۸ء یا ۱۳۹۹ء مین شہر مینز (MAINZ) مین پیدا ہوا اور اہل یورپ کے مروجہ طریقہ کے خلاف یعنی باپ کا خاندانی نام اختیار کرنے کے بجائے ماں کا خاندانی نام اختیار کیا۔ اور ۱۴۴۴ء مین اسٹراس برگ مین مقیم تھا ۱۴۳۹ء مین ایک تحقیقات کے دوران مین یہ راز کھلا ہے کہ وہ مخفی طور پر کسی بات کا تجربہ کر رہا ہے اور اس تجربہ کی تکمیل کیلیے اُسنے لکڑی کے آلات بنائے ہین۔ اوسنے عدالت سے درخواست کی کہ لکڑی کے چار ٹکڑے جو پریس (یعنی چھاپنے کی کل) مین رکھے ہوئے ہین "تلف کر دیئے جائین یا کم سے کم اُن کو الگ الگ کر دیا جائے تاکہ انھین کوئی دیکھنے نہ پائے۔ اُسنے ان چارون ٹکڑون سے پریس نہین بنایا تھا بلکہ ان کے ملانے سے ایک آلہ بنتا تھا جسین حروف ڈھالے جاتے تھے اور یہی موجودہ ٹائپ کی ایجاد کا آغاز ہے۔

یہان پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ تنگ خیالی صرف ایشیائیون ہی کا حصّہ نہین ہے بلکہ اگر تحقیقات کیجائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی تمام اقوام اس مرض مین گرفتار رہ چکی ہین۔ اگر ایشیا کے ہزارون اہل کمالات کے کمال زندگی بھر اُنکے سینہ مین مخفی رہے اور اُنکے ساتھ ہی زیر زمین دفن ہوگئے تو اور ممالک مین بھی ایسا ضرور ہوا۔ گٹن برگ کی درخواست اس کا ثبوت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طبع انسانی اکثر صورتون مین یکسان واقع ہوئی ہے۔ ہوس تفوق اُسکا ایک خاصہ ہے۔ پس جس چیز کی نسبت اُس کا خیال ہوتا ہے کہ اُسکی ذات مین اُسکا وجود اُسے اورون سے بلندتر سطح پر پہونچا دیتا ہے۔ اُسے وہ اورون کی ذات مین نہین دیکھ سکتے۔ کیونکہ تعمیم تفوق کی جڑ کاٹ دیتی ہے اور یہی خیال اُسے بخل کیطرف مائل کرتا یا بلحاظ دیگر مانع تعمیم ہوتا ہے۔

جان فسٹ نامی ایک سنار روپیہ قرض دیکر گٹن برگ کی ہمّت افزائی کیا کرتا تھا۔ اس سنار نے ایکبار گٹن برگ پر اپنے روپیہ کیلیے نالش کی اور عدالت نے اُسے مطبع پر قبضہ دلا دیا۔ گٹن برگ نے ساٹھ سال کی عمر مین دوبارہ مطبع جاری کیا مگر ضعیفی صحت پر اپنا اثر کر رہی تھی اس لیے مجبوراً مطبع بند کر دیا۔ ۱۴۶۸ء یا اُسکے قریب قریب وہ اس عالم فانی سے چل بسا۔

۱۴۶۲ء مین مینز پر حملہ ہوا اور اسکے باشندے یورپ کے مختلف ممالک مین نکل گئے گٹن برگ کے مطبع کے آدمی بھی اس تباہی کے زمانہ مین خانہ ویران ہوگئے اور یون یہ فن یورپ مین پھیلا۔

۱۴۸۱ء میں بروجس (BRUGES) میں ایک مطبع تھا جس کا بانی کولارڈ منشن (COLARD MANSION) تھا اسکے کارکنوں میں ولیم کیکسٹن (WILLIAM CAXTON) نامی ایک انگریز تھا کیکسٹن نے اس فن کو جسکے ذریعہ اُسکی تصنیفات کے متعدد نسخے آسانی سے بہم پہونچ سکتے تھے ۔ بہت پسند کیا اور کولارڈ سے اپنے لیئے ایک خاص وضع کا ٹائپ ڈھلوایا ۱۴۷۶ء میں کیکسٹن وطن کو لوٹا اور جوش قومی ہمدردی نے اُسے اس فن کو انگلستان میں رائج کرنے پر آمادہ کیا ۔ قدردانی کا زمانہ تھا ۔ ایڈورڈ چہارم شہنشاہ وقت نے اُسے اپنے سایہ عاطفت میں لیا اور رفتہ رفتہ ملک میں ٹائپ ڈھالنے والے پیدا ہوگئے اور یہ فن حد عروج پر پہونچ گیا ۔ محتاج بیان نہیں اگر کیکسٹن شاہی حمایت میں نہ آجاتا تو اُسوقت کی اُوہام پرستی اس فن کو شاید عرصہ کے بعد وہاں مروج ہونے دیتی ۔ لوگوں کا خیال تھا کہ چھاپنے والے (پرنٹرس) شیطان کے ہاتھ بک گئے ہیں اور اُسنے معاوضہ میں اُنکو یہ فن سکھایا ہے ۔ ایڈورڈ ایکدفعہ مع ملکہ شہزادوں اور ارکان دولت کے مطبع دیکھنے گیا ۔ ایک پادری صاحب بھی ہمرکاب تھے حضرت پر خوف طاری ہوا اور رد بلا کیلیئے سینہ پر دونوں ہاتھ صلیب نما شکل سے باندھکر سب سے پیچھے کھڑے ہوگئے ۔ وہ لوگ جو آج اوروں کو اوہام پرست وہام پرست کہتے ہیں وہ اپنے گریبان میں منھ ڈال کر دیکھیں کہ وہ بھی ارتقا کی منزلیں طے کرتے ہوئے اُس منزل سے گذرے ہیں یا نہیں ۔

پادریوں کے ذوق اشاعت انجیل نے اس فن کو ۱۸۱۴ء میں بمقام سیرام پور جلوہ گر کیا اور رفتہ رفتہ یہ فن تمام ہندوستان میں پھیل گیا ۔

ہندوستان کی ہر زبان کے حرف یہاں ڈھالے گئے ۔ دیوناگری خط جن زبانوں کے خطوں کا ماخذ تھا اُنکے ڈھالنے میں نہایت ہی آسانی ہوئی اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ جن اصول پر یورپین زبانوں کے حرف ڈھالے گئے ہیں وہی ان پر منطبق ہوتے تھے یعنی جسطرح اُن زبانوں کے حرف جُدا جُدا لکھے جاتے ہیں اسیطرح سنسکرت ماخذ زبانوں کے الفاظ کے حرف لکھے جاتے ہیں ۔ پس ٹائپ عمدہ اور خوشنما ڈھل گیا ۔ لیکن جن زبانوں کے خط کا ماخذ عربی خط تھا اُنکے ڈھالنے کیلیئے ایک اُصول ایجاد کرنا پڑا یعنی ہر لفظ کے حروف کے تین درجے مقرر کرنے پڑے اور حرفوں کو ان درجوں میں سے کسی ایک درجہ میں رکھنا پڑا ۔ عربی خط تو پھر بھی اپنی پوری شان قائم رکھ سکا لیکن مفرس عربی خط (PERSO ARABIC) تاہنوز اپنی ذاتی خوبصورتی کے ساتھ نہیں ڈھالا جا سکا ۔ اگرچہ انڈین پریس الہ آباد اور گجراتی ٹائپ فونڈری بمبئی کے مساعی اس بارے

مین قابل داد ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران نے جب عربی خط اختیار کیا ہے تو اُسکو خوبصورت بنانے کی بہت کوشش کی اور خوبصورتی کے خیال مین اِسقدر محو ہوگیا کہ اسنے عربی خط کے اصول نظر انداز کرکے حرف کے اوپر حرف رکھ دیا اور بعض صور تو نہین کچھ اِسطرح کا قصر کیا کہ اب اُسکو معلومہ اصول کے تحت مین لاکر ڈھالنا بہت دشوار ہوگیا ہے۔ اسکی خوبصورتی کا دارومدار کچھ اس پر بھی ہے کہ لفظونمین زیادہ فصل نہو اور ٹائپ مین اکثر اوقات یہ فصل ناگزیر ہو جاتا ہے اور یہی اسکی خوبصورتی کو زائل کردیتا ہے۔ مفرس عربی خط جہانتک ہمارا خیال ہے کبھی حسب منشا نہین ڈھالا جا سکتا اور جو کوششین اب تک کیجاچکی ہین اور جو نتایج اُس سے مترتب ہوئے ہین اگر اول سے بہتر نتایج کبھی پیدا بھی ہوئے تو اسمین کم سے کم پانچ درجہ مقرر کرنے پڑین گے۔ چند حرفون کی صورت مین کچھ کاٹ چھانٹ کرنی پڑیگی اور یہ تو بالکل ہی ناممکن ہوگا کہ حرف پر دوسرا حرف آسکے۔ بس اگر مفرس عربی خط کیلیئے کبھی کوئی عمدہ ٹائپ نکلا بھی تو وہ اس قدر خوبصورت نہوگا جتنا کہ قلم کا لکھا ہوا خط۔ تاہم وہ لوگ جنکو قدرت نے دماغ عطا کیا ہے۔ فرصت دی ہے۔ اور ساتھ ہی دولت۔ اُن کا فرض ہے کہ پہلے مفرس عربی خط کے اُصول دریافت کرین پھر ان اصولون کے مطابق ٹائپ ڈھال کر نتیجہ دیکھین اور حسب ضرورت خط مین بھی ترمیم کرین۔

سلیم جعفر

اسحاق نیوٹن صاحب نے اپنی کتاب تواریخ موسومہ "کرانولوجی" پندرہ دفعہ ایڈورڈ گبن صاحب نے اپنی کتاب میموائر نو دفعہ لکھی۔

سر میتھو ہیل بہت سالون تک بشرح ۱۶ گھنٹہ فی یوم پڑھتا رہا اور جب مطالعہ قانون سے تھک گیا۔ تو وہ علم فلسفہ اور ریاضی کے مطالعہ سے تفریح طبع حاصل کیا کرتا تھا اور اس نے اپنے خیالات دقیق دوران گشت مین لکھے۔

ڈیوڈ ہیوم جب وہ اپنی کتاب تواریخ انگلینڈ تیار کر رہا تھا۔ تو بشرح ۱۳ گھنٹہ فی یوم لکھا کرتا تھا۔

جارج سٹیفنسن

انگلستان کے شہر نیو کاسل سے پانچ میل کے فاصلے پر وائیلم نام کا ایک چھوٹا سا گانوں تھا جسمین کوئلے کی کان تھی اور بہت ممکن ہے کہ یہ گانوں اِسی کان کی بدولت آباد ہوا ہو۔ اس کان مین ایک پمپنگ انجن تھا۔ رابرٹ سٹیفنسن اسمین آگ جلانے اور کوئلہ جھونکنے کے کام پر مامور تھا۔ جارج سٹیفنسن اِسی فائرمین کا دوسرا بیٹا تھا جو ۹ جون ۱۷۸۱ء کو ایک جھونپڑی مین پیدا ہوا تھا۔ رابرٹ سٹیفنسن ان دنون بارہ شلنگ ہفتہ وار اُجرت پاتا تھا جس سے اُسکو چھ لڑکے لڑکیون کی پرورش کرنی پڑتی تھی۔ اِتنی قلیل آمدنی مین اولاد کو تعلیم دینے کا تو ذکر ہی کیا معمولی رزق کا بھی ٹھیک ٹھیک انتظام ہونا مشکل تھا۔ اِسوجہ سے جارج سٹیفنسن اپنی آیندہ زندگی مکمل بنانے کے لئے مناسب سامان نہ پاسکا اور اُسکا لڑکپن قلیون کے لڑکون کے ساتھ کھیلنے کودنے اور کبھی کبھی کسی کا چھوٹا موٹا بوجھ ڈھوکر دو چار پیسے کما لینے مین گذرا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بھی اسکے دل مین بڑے بڑے کام کرنے کے خیالات ضرور موجود رہے ہونگے۔ کیونکہ بڑا ہونے پر وہ کام مین اس خوبی سے دلچسپی لینے لگا گویا خود پہلے ہی سے اِسکی تیاری مین مشغول رہا ہو۔ جارج کا باپ اپنا کام نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کرتا تھا جس سے اُسکی اولاد پر نہایت عمدہ اثر پڑا۔ جارج کا بدن مضبوط تھا اسلئے وہ چھوٹی عمر مین بھی اپنے گذر لبسر کے لئے کافی کما لیا کرتا تھا۔ اس زمانہ مین اسکے دل مین ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ وہ دن کب آئیگا جب وہ اپنے باپ کی حیثیت سے ملازمت پاسکیگا۔ یہ خواہش بہت جلد پوری ہوئی کیونکہ چودہ برس کی عمر مین جارج اسسٹینٹ فائرمین ہوگیا اور اُسکو ایک شلنگ یومیہ ملنے لگا۔

جب رابرٹ کے اور لڑکے روزگار کی تلاش مین دوسری جگہ چلے گئے تو جارج بڑھل دمنن مین فائرمین کا کام کرنے لگا جہان اُسنے اپنے انجن کے متعلق پوری پوری واقفیت حاصل

کرنے کی سخت کوشش کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُس حالت مین شاید اُسکو "انجن مین" کی اسامی ملجائے جس سے معقول تنخواہ کا ملنا ممکن تھا۔ جارج کا یہ اصول تھا کہ تدریج ترقی کرنی چاہئے اسی پر کاربند ہوتے ہوئے وہ اپنا سارا وقت انجن ہی کی جانچ پرتال مین لگایا کرتا تھا اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ جارج اُن بدشعاریون سے بھی بچ سکا جنمین اُسکے ساتھی فرصت کے وقت مبتلا ہوجایا کرتے تھے اِن ساتھیون کو جارج کی لیاقت وقابلیت کا خواب مین بھی علم نتھا کہتے ہین کہ جسوقت اُسکی تنخواہ بارہ شلنگ ہفتہ وار ہوگئی تو اُسنے دفتر سے باہر نکلکر اپنے ساتھیون سے کہا کہ "اب مین آدمی ہوا"۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اُسکو زیادہ ترقی کی خواہش ہوئی۔

جارج سترہ سال کی عمر مین انجن مین مقرر ہوا اور اب اُسکا باپ فائر مین ہونے کی وجہ سے اسکے ماتحت ہوگیا اسوقت جارج کی ذمہ داری تو ضرور بڑھ گئی لیکن ساتھ ہی اُسکو انجن کے متعلق پوری پوری واقفیت بہم پہونچا لینے کا موقع بھی خوب ملا۔ فرصت کے وقت جارج انجن کے ایک ایک پرزے کو علیحدہ رکھتا اور صاف کرتا جسمین اُسکو ذرا بھی گھبراہٹ معلوم نہ ہوتی قاعدہ یہ تھا کہ جب کبھی کوئی انجن بگڑ جاتا تھا اور انجن مین اسکو ٹھیک نہ کرسکتا تو چیف انجنیر کو خبر دیجاتی تھی لیکن جارج سٹیفنسن کو انجن کے پرزون سے اسقدر واقفیت ہوگئی جتنی کسی معمولی انجنیر کو بھی نہ ہوتی تھی۔ اسلئے جہان کہین انجنیر کی عقل کام نہ کرتی وہان جارج کو مشورہ کیلئے طلب کیا جاتا تھا۔

جارج نے سن رکھا تھا کہ اُسکے دیکھے ہوئے کل انجنون مین واٹ اور بولٹن کے انجن سب سے اچھے ہین اسلئے اُسکے دل مین زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ ان انجنون کے بارہ مین بھی واقفیت حاصل کرنی چاہئے لیکن ان کا حال محض کتابون مین درج تھا اور جارج علم سے بالکل بے بہرہ۔ پس اسنے پڑھنے لکھنے کی غرض سے اسکول مین نام درج کرایا تحصیل علم کی خواہش اسقدر زبردست تھی کہ ڈاڑھی مونچھ والا آدمی ہوتے ہوئے اُسکو چھوٹے چھوٹے بچون کے ساتھ بیٹھکر گنتی پہاڑے اور اب پ وغیرہ سیکھنے مین ذرا بھی شرم نہ معلوم ہوئی۔ جارج رات کے وقت انجن کی آگ کی روشنی مین اسکول کا کام کیا کرتا تھا۔ اِسنے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ شاہراہ ترقی مین جو رکاوٹین بے لکھے پڑھے ہونے کی وجہ سے حائل ہوتی ہین

ان سب کو عملاً دور کر دینا چاہیئے - انجن کے متعلق جو حالات کتابون مین درج تھے - اُنسے واقف ہونے کے لیئے قریبی گانون کے نائٹ اسکول کے ایک غریب اسکول ماسٹر کا شاگرد ہوگیا اور تھوڑے ہی دنون مین اتنی ترقی کی کہ لوگ دیکھکر حیران ہو گئے - انجن مین سے اوپر بریکسمین کا عہدہ ہوتا ہے - اُسکا کام انجن کی اُن کلون کی دیکھ بھال کرنا ہوتا ہے جن سے کوئلہ اوپر کھینچا جاتا ہے - جارج کو یہ کام سیکھنے مین ذرا مشکل پیش آئی کیونکہ اِسکے ساتھی حسد کی وجہ سے اسکے راستے مین رکاوٹین ڈالتے تھے - لیکن جارج ان مشکلات کا موانہ وار مقابلہ کرکے ۱۸۰۱ء مین جب اسکی عمر صرف بیس سال کی تھی ڈولی پٹ کا بریکس مین مقرر ہوا وہان یہ ایک معمولی کسان کیساتھ رہنے لگا اور یہین اِسنے فینی ہینڈرسن سے اپنی شادی کرلی جو پہلے اسی گھرانے مین خادمہ کا کام کرتی تھی - یہ عورت متحمل مزاج، رحم دل، اور کام کاج مین نہایت ہوشیار تھی -

جارج سٹیفنسن نے اپنی پہلی ایجاد اکیس سال کی عمر مین پیش کی یعنی ایک بریک بنایا جو مفید ثابت نہ ہوا - ماہ اکتوبر ۱۸۰۳ء مین جارج کا اکلوتا بیٹا مشہور رابرٹ ولنگٹن کوے مین پیدا ہوا اُسکے ایک سال کے بعد جارج کی بیوی نے وفات پائی - اسوقت تک جارج نیوکاسل کے آس پاس کی کوئلہ کی کانون مین ہی کام کیا کرتا تھا - لیکن اب اُسنے بہت فاصلہ پر موٹرز کے پتلی گھر مین بولٹن اور واٹ کے بنائے ہوئے انجنون کی سپرنٹنڈنٹی منظور کرلی اور ایک سال کام کرنے کے بعد چار سو بیس روپیہ بچا کر گھر چلا آیا جسکا کچھ حصہ تو اُسنے اپنے والدین کے نذر کیا اور باقی روپیہ ادا کرکے فوجی خدمت سے اپنا نام کٹایا اُسوقت سے لیکر ۱۸۱۰ء تک جارج کو برابر تکالیف کا سامنا کرنا پڑا - لیکن چونکہ جارج عقلمند اور اپنے کام مین ہوشیار تھا بیس تیس سال کی عمر مین کچھ روپیہ اِسکے ہاتھ لگا - کلنگ ورتھ ہائی پٹ کا ایک انجن بگڑ گیا تھا جسکو درست کرنے کے لیئے بڑے بڑے انجنیر آئے لیکن سب کی عقل چکرا گئی اور سب مایوس ہوکر چلے گئے - تب سٹیفنسن بلایا گیا اِسنے انجن کو ٹھیک کر دیا جسکے صلہ مین اسکو ایکسو پچاس روپیہ کا انعام ملا اُس واقعہ کے ٹھیک بیس سال بعد اسنے اپنے ہاتھ سے ایک انجن تیار کیا جو ایک گھنٹے مین بائیس میل جاسکتا تھا - پھر لورپول سے مانچسٹر تک ریلوے بنائی جسکا بنایا جانا بڑے بڑے انجنیرون نے بھی ناممکن خیال کرلیا تھا - کلنگ ورتھ ہائی پٹ کا انجن درست کرنے کے لیئے جارج کو صرف ڈیڑھ سو روپیہ

انعام ہی نہین ملا بلکہ ۱۸۱۲ء مین وہ بمشاہرہ پندرہ سو روپیہ سالانہ انجن رائٹ کے عہدہ پر مامور کیا گیا۔

اسوقت تک تو جارج کو اپنی ترقی کے لئے ہی سرتوڑ کوشش کرنی پڑتی تھی لیکن اب اُسکا بیٹا رابرٹ بھی پڑھنے کے لائق ہو گیا تھا۔ جارج نے اپنے تجربات سے کافی سبق لیتے ہوئے اسکا معقول بندوبست کیا۔ ۱۸۱۵ء تک جارج نے ڈیڑھ ہزار روپیہ بچا کر اپنے لڑکے کو نیوکاسل کے بڑے سکول مین بھیجنا شروع کیا۔ اِسی مستعدی سے جارج نے اپنی تعلیم بھی جاری رکھی۔ جسکا اثر اُسکے بیٹے پر اسقدر ہوا کہ شاید ہی کسی اور مدرسہ کی تعلیم سے پڑتا۔ لڑکا جو نئی بات سکول مین سیکھتا اُسکو جارج خود بھی پوچھکر جان لیتا۔ رابرٹ کا یہ قاعدہ ہو گیا تھا کہ لائبریری سے اچھی اچھی کتابین گھر لیجا کر اپنے باپ کے ساتھ مطالعہ کیا کرتا تھا جس سے باپ بیٹے ملکر اتنی واقفیت بہم پہونچا لیتے تھے جتنی شاید ہی کسی پروفیسر کے ذریعہ نصیب ہو سکتی۔

جہان کہین اور جب کبھی جارج کسی انجن کے متعلق کوئی نئی بات سُنتا تو دل و جان سے اُسکے سیکھنے مین مشغول ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اُسوقت تک جس جس قسم کے انجن بن چکے تھے اُنسے جارج نے پوری واقفیت حاصل کر لی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ لوگون مین انکے متعلق کس کس قسم کی تبدیلیون کا خیال پیدا ہو سکا ہے۔ سعی پیہم اور فکر اعلیٰ اُسکی زندگی کو معراج پر پہونچانے کے لئے بہت کافی تھین۔

اُسوقت انجن مین ایک پہیّہ دندانہ دار تھا اور ریل (پٹری) کے دندانون سے ملتے ہوئے آگے بڑھتا تھا جو آجکل کی پٹری کی طرح صاف اور چکنی نہین ہوتی تھی

وائیلم کے کوئلے کی کان کے مالک مسٹر بلینکیٹ نے ہیڈلے کا بنایا اور پیٹنٹ کرایا ہوا پفنگ بھی نام کا انجن کھڑا کیا جو متواتر کوشش کے بعد ۱۸۱۳ء مین کام دینے لگا اور ۶ر جون ۱۸۶۲ء تک کام دیتا رہا۔ اس تاریخ کے بعد یہ انجن (پیٹنٹ آفس) مین رکھے جانے کے لئے خرید لیا گیا۔ اس انجن کے پہیئے بغیر دندانون کے اور صاف تھے۔ یہ تبدیلی وائیلم مین ہی کی گئی تھی اسکے ساتھ ہی یہ بھی تبدیلی کی گئی تھی کہ دھوآن نکلنے کی نلی بوائلر مین سے ہو کر لگائی گئی تھی جس سے پانی کا زیادہ حصہ آگ کے سامنے جانے لگا۔ اور کم کوئلے سے زیادہ بھاپ پیدا ہونے لگی

بعدہٗ اور بھی بہت سی ضروری تبدیلیان کی گیئن۔

کلنگ ورتھ مین ملازم ہوجانے پر سٹیفنسن کان کے متعلق کار آمد طریقون مین سہولیت پیدا کرنے کے وسایل پر غور کرنے لگا کان مین ہوا آنے جانے کے سوراخ کے نیچے ایک انجن لگا ہوا تھا جس سے اسوقت تک کبھی کبھی پانی کھینچنے کا کام لیاجاتا تھا۔سٹیفنسن نے یہ طریقہ نکالا کہ اسی انجن کے ذریعہ کان کی گہری تہون سے کوئلہ اوپر لایا جانے لگا۔جہان جہان ممکن تھا اسنے کان سے ندی کے گھاٹون تک ڈھلوان سڑکین بنائین جن پر کوئلہ سے لدی ہوئی ٹرام گاڑیان اترتے وقت خالی گاڑیون کو اوپر کھینچتی ہوئی چلین۔

اسوقت وہ مسٹر بلینکسٹ والے انجن کو دیکھنے کے لئے اکثر جایا کرتا تھا اور وہ دیکھتا تھا کہ اسمین کیا کیا خوبیان اور کون کون نقائص ہین۔ ۱۸۱۳ء مین جارج نے خود اپنے ہاتھ سے ایک انجن بنانے کا قصد کیا۔اُسکو اس بات کا تو یقین ہی نہ تھا کہ اول ہی مرتبہ اس قسم کا انجن تیار ہوجائیگا جس مین کسی قسم کا نقص نہ ہو۔کیونکہ اُسکا تجربہ تھا کہ غلطیون اور نقصون کو دیکھ دیکھکر ہی اُنکو درست کرنے کا موقع ملتا ہے اور جو آدمی غلطی کے خوف سے کسی کام مین ہاتھ نہین ڈالتا وہ کبھی بڑا آدمی نہین ہوسکتا۔بلکہ جو آدمی غلطی کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اُسکو درست کرنے کی ترکیب بھی سوچتا ہے وہی آگے چل کر بڑا آدمی بن سکتا ہے۔اور وہی بڑے بڑے مفید کام کر سکتا ہے۔اپنے پہلے انجن مین سٹیفنسن نے ایک دو تبدیلیان کی تھین۔ اپنے تجربہ سے اسنے یہ معلوم کرلیا تھا کہ صاف ریل مین بھی اتنی رگڑ ہوتی ہے کہ پہیئے یا ریل کو دندانون کی ضرورت نہین ہے۔ ۲۵ جولائی ۱۸۱۴ء کو کلنگ ورتھ مین جارج کا پہلا انجن چلایا گیا۔چند ماہ بعد اس انجن کے نقائص کی اصلاح کرکے ایک اور سادہ مشنیری اور کم خرچ والا اور زیادہ طاقت کا نیا انجن تیار کیا گیا۔جسکو جارج نے ۱۸۱۵ء مین پیٹنٹ کرالیا

آجکل جتنے انجن دیکھنے مین آتے ہین وہ سب سٹیفنسن کے دوسرے انجن کی نقل ہین۔

اُن دنون انجن بنانے کے لئے ہوشیار مستری بھی کہین نہ ملتے تھے اسلئے سٹیفنسن کو مستری تیار کرنے کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔جسکے لئے اُنکو مستقل ملازمت اور معقول تنخواہ کی اُمید دلائی جاتی تھی۔

جارج سٹیفنسن کی حالات زندگی کے مطالعہ سے یہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان خواہ کتنی ہی گری ہوئی حالت مین ہو اگر وہ چاہے تو اپنے کو، اپنے وطن کو اور دنیا کو زیادہ ترقی یافتہ حالت مین لا سکتا ہے۔ دنیا مین کوئی بات بھی ناممکن نہین۔ متواتر کوشش، مضبوط خیالات، عمدہ چال چلن اور زبردست شوقِ واقفیت کے سامنے تمام تکالیف اور رکاوٹین غائب ہو جاتی ہین۔

(ترجمہ) رام سروپ کوشل۔ بی۔ اے، ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔

"شریف انسان کی تعریف تقریباً اس فقرہ مین آجاتی ہے کہ وہ ایسا انسان ہوتا ہے جو کبھی کسی کو آزار نہین پہنچاتا۔ حقیقی شریف انسان ہمیشہ ایسی باتون سے احتراز کرتا ہے۔ جو ان لوگون کے دلون مین رنج پیدا کرنے یا ٹھیس لگانیکا موجب ہون جنکے ساتھ اسے سابقہ پڑتا ہے۔ یعنی [illegible] اسکی بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر شخص کے لیے اطمینان اور آرام کی کیفیت پیدا کرے۔ اپنے آشناؤن مین اسکی ہر ایک پر نگاہ ہوتی ہے۔ وہ شرمگین لوگونکے ساتھ نرمی اور تلطف سے پیش آتا ہے۔ بیگانون سے شرافت کا برتاؤ کرتا ہے اور فضول آدمیون سے رحم کا سلوک کرتا ہے۔ باتین کرنے مین وہ اپنے مخاطب کا خیال رکھتا ہے۔ ناپسندیدہ اشارات یا رنجدہ اذکار سے پرہیز کرتا ہے۔ گفتگو مین وہ کبھی بڑھ چڑھ کر نہین بولتا۔ نہ کبھی تھکا دینے والی باتین کرتا ہے۔ جب وہ کسی کے ساتھ سلوک کرتا ہے تو اس مین نمایش نہین ہوتی اور جب وہ کچھ کسی کو دیتا ہے تو اس طرح کہ گویا خود لے رہا ہے۔ وہ اپنے متعلق کبھی کچھ نہین کہتا جب تک بالکل مجبور نہ ہو اور طنزیہ کلام سے اپنا بچاؤ نہین کرتا۔ وہ کسی کی بدی یا غیبت نہین سن سکتا۔ اور جو لوگ اسکے کام مین دخل اندازی کرین وہ ان کی نیت پر شبہہ کرنے مین تامل سے کام لیتا ہے۔ اور ہر بات کی بہترین تعبیر کرتا ہے وہ اپنے قصیون مین کبھی سفلہ پن یا تنگدلی کا ثبوت نہین دیتا۔ وہ کبھی بیجا فائدہ نہین اٹھاتا۔ اس سے ذاتیات اور کلمات کو دلائل قرار دینے کی غلطی کبھی سرزد نہین ہوتی۔ نہ وہ مبہم الفاظ مین ایسی بری بات جتانے کی کوشش کرتا ہے جسے وہ صاف الفاظ مین نہین کہہ سکتا۔"

کارڈینل نیومن

اگر وہ کچھ پوچھے تو چپ چاپ آنکھیں نیچی کرلے۔

ہان! یہ خیال رہے کہ جب اُسے چراغ دکھاتی گھر مین لائے تو چوڑیون مین جھنکار ہو۔ شرمیلی ہے تو اُس سے بات نہ کر۔

اری دُلہن! ابھی تک کام ختم نہین ہوا اور مہمان آپہونچا۔ گوندے مین چراغ نہین جلا۔ شام کی پوجا کے لئے ٹوکری ٹھیک نہین ہوئی۔

ارے! ابھی تک مانگ مین سیندور نہین بھرا۔ اور رخصتی کا جوڑا نہین پہنا۔

اری دُلہن سُنتی ہے! مہمان آگیا۔ کام چھوڑ دے۔

(۲)

جیسی ہے ویسی ہی چلی آ۔ بناؤ سنگار مین دیر نہ لگا۔ بال کُھلے ہین تو کھلے رہنے دے۔ مانگ سیدھی نہین نکلی تو نہ سہی۔ کُرتی کا تکمہ کھلا ہے تو ۔ ۔ ۔ اُنھ۔

یون ہی چلی آ۔ بناؤ سنگار مین دیر نہ لگا۔

آ! جلدی سے آ! گھاس کو روندتی آ! اگر اوس مین پانون کی مہندی چھپی جاتی ہے تو چھوٹ جانے دے۔ گھونگھرو ڈھیلے ہو گئے تو رہنے دے۔ مالے سے موتی گر گئے تو بلا سے۔ آ! گھاس کو روندتی آ۔

دیکھ آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہین۔

لبِ دریا سے بگلون کے جھنڈ کے جھنڈ اُڑتے آتے ہین۔ ہوا آرہ رہ کے میدان مین فرّاٹے بھرتی ہے۔ مویشی گھبرا کر گانون کی طرف اپنے اپنے ڈیرون کو بھاگے جاتے ہین۔

دیکھ آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہین!

سنگار کے واسطے چراغ جلانا بیکار ہے۔ ہوا کے جھونکون مین بجھ بجھ جاتا ہے۔ کون جانیگا کہ تونے آنکھون مین کاجل نہین لگایا۔ تیری آنکھین خود مینھ بھرے بادلون سے زیادہ کالی ہین۔ چراغ جلانا بیکار ہے۔ وہ بجھ جاتا ہے۔

جیسی ہے ویسی ہی آ! بناؤ سنگار مین دیر نہ لگا۔

پھولون کا گجرا نہین گوندھا تو کیا ہوا۔ دست بند نہین تیار ہین تو نہون۔ بادل اُمڈے

آتے ہین - دیر ہوگئی - آ ! جیسی ہے ویسی ہی آ !! بناؤ سنگار مین دیر نہ لگا !!!

بقائے رُوح

اخلاق انسانی کا مدار اسی عقیدے پر ہے اور یہی خیال ہماری آرزوؤن اور مسرتون کا سرچشمہ ہے۔ بقائے روح کے متعلق منجملہ اور دلائل کے خاص طور پر قابل توجہ یہ ہین :-

(۱) خود روح کی ترتیب - بالخصوص اسکا غیر مادّی ہونا (اگرچہ اس امر کا یقین کامل نہین ہوسکتا) بہت زبردست ثبوت اسکی بقا کا ہے -

(۲) روح مین جو خواہشات وجذبات ہین مثلاً زندگی کی محبّت - فنا کا خوف - لافانی ہونے کی اُمّید - وہ خوشی جو اسے نیکوکاری مین حاصل ہوتی ہے اور وہ بچینی جو افعالِ قبیحہ کے ارتکاب سے لاحق ہوتی ہے اسکے لافانی ہونے کی دلیل ہین -

(۳) قادرِ مطلق کا انصاف ورحمت - صدق وحکمت - اسی کا مقتضی ہے کہ روح لافانی سمجھی جائے -

مگر سب سے بڑا ثبوت روح کے لافانی ہونے کا یہ ہے کہ روح کو کبھی کمال حاصل نہین ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے - باوجودیکہ کمال کی ہمیشہ ساعی رہتی ہے - ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ جس شئے مین اسقدر استعداد حصول کمال کی ہو اور جو برابر ترقی کے مدارج طے کررہی ہو کیونکر (یہ کہنا چاہیئے کہ) پیدائش کے ساتھ ہی فوت ہوجائیگی - کیونکہ حیات انسانی کا وقفہ بہت کم ہے - انسان مین جو قدرت وکمالات ہین کیا اُنکا منشا کچھ نہین ؟ بہائم البتہ ایک معینہ درجہ پر پہونچکر آگے ترقی نہین کرسکتے - اُسکے بعد اگر وہ دس ہزار سال بھی زندہ رہین تو اُنکی حالت مین فرق نہو گا - برخلاف اسکے اگر روح انسانی کو ایسا سکون حاصل ہو - اگر اُسکی قوتین تکمیل کو پہونچ جائین حتّٰی کہ مزید ترقی کی گنجائش نہ رہے - تو تو یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اب بجز فنا کئے کوئی درست نہین کھلا ہے - مگر کوئی ذی شعور باور کرسکتا ہے کہ جو شئے برابر ترقی کررہی ہے درجس نے ابھی صانع مطلق کی چند نقّاشیون کے علاوہ

آگے ہیں

تنقید

اُردو - انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ ہے حیدرآباد سے نکلا ہے مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ پریس علیگڑھ مین چھپکر وہین سے شائع ہوتا ہے - اسکے تین نمبر نکل چکے ہین تیسرا نمبر ہمارے سامنے ہے - مضامین اور نیز ظاہری محاسن کے اعتبار سے یہ رسالہ فرد اور انجمن ترقی اُردو کے شایان شان ہے - ایسے خالص ادبی رسالے کی مُلک کو ضرورت تھی اور وہ بالآخر انجمن ہی کے ہاتھون مین موفور ہوئی - یہ مولینا عبدالحق کی سرگرمی اور انہماک کا مبارک نتیجہ ہے - اُردو سے مولینا ممدوح کو جو عشق ہے اُسکے اظہار کی ضرورت نہین - باوجود گوناگون موانعات اور تردوات کے آپ سالہا سال سے اس کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہین - کشتی مین لنگر تھا، مستول نہ تھے، بادبان نہ تھے - ہوائین بھی اکثر مخالف تھین - مگر آپ ایک لمحہ کے لئے بھی بے دل نہوئے - ہمت نہ ہاری - اور بالآخر اُسے منزلِ مقصود تک پہونچا دیا - ہم اس شاندار کامیابی پر انھین صدق دل سے مبارکباد دیتے ہین -

اس نمبر مین پہلا مضمون " ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری مرحوم کا لکھا ہوا ہے " اُردو زبان کی ترقی کے متعلق چند خیالات " مرحوم اُردو کے دلدادہ تھے اور اسکی ترقی اور احیا مین کوشان رہتے تھے - انھون نے اسکی ترقی کے اسباب اور حالات کا دقیق نگاہ سے مشاہدہ کیا تھا - اور یہ مضمون اول سے آخر تک واقعی مشاہدات سے پُر ہے - اسکی ترقی مین کون سے اُمور مانع ہین اور انکی اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے اس مسئلہ کو نہایت وضاحت اور تحقیق سے حل کیا ہے - اور اگر حامیان اُردو آپ کی صلاحون پر عمل کرین تو یقیناً اُردو زبان کو وہ ترقی ہو کہ ہندوستان کیا دُنیا کی ممتاز زبانون مین اسکا شمار ہونے لگے - ہندو مسلمانون مین اختلاف، مدارس اور مدرسین کی عدم توجہی (جسکا افسوسناک نتیجہ یہ ہے کہ علیگڑھ یونیورسٹی ہی مین نہین، طرز قدیم کے مدارس مثلاً دیوبند وغیرہ مین بھی اُردو کو مناسب جگہ نہین دیجاتی) جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی بے نیازی، اور عام اُردو خوان پبلک کی سرد مہری، یہی وہ اسباب ہین جو اُردو کی ترقی

رہے ہیں۔
اہل قلم کی کس مپرسی کا ذکر کرتے ہوئے آپ بالکل صحیح فرماتے ہیں۔
"جب لوگ اپنی قابلیتوں کا اندازہ لگاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ معمولی محنت سے جسکے لئے دماغی انہماک اور شب و روز کی علمی جدوجہد کی کوئی ضرورت نہیں، کثیر دولت پیدا کرنا، ملازمتوں اور پیشوں میں ممکن ہے اور برخلاف اسکے علمی کاوش اور کاہش کا نتیجہ غربت کی زندگی اور کس مپرسی ہے تو انکا خود کو فروخت کرنا کونسی عجیب بات ہے"

آج اُردو میں اُن اصحاب کے نام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں جو محض اپنے قلم سے کسب معاش کر سکتے ہوں۔ یہاں تک کہ کسی اُردو مصنف یا مؤلف کے لئے سو روپیہ ماہوار کی آمدنی معراج سے کم نہیں ورنہ ننانوے فیصدی تو بیچارے دیگر ذرائع سے روزی حاصل کرکے حتی الوسع اُردو کی حسبتہً للہ خدمت کرتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب مصنف اپنی کاوش کا معاوضہ دولت نہیں بلکہ تحسین یا اپنے خیالات کی اشاعت سمجھتا تھا۔ لیکن اسوقت زندگی اتنی گراں بار نہ تھی اور نہ اُسکا افلاس اسکے حصول اعزاز و وقار میں حارج ہوتا تھا۔ اس مادی دور میں اُس بے غرض اور خالص ایثار کی امید کرنی فضول ہے جبتک کہ موجودہ تہذیب کا رُخ نہ ہٹ جائے اور پھر اُسی سادہ اور قناعت آمیز زندگی کا رواج ہو۔

راقم مرحوم نے اُردو زبان کی توسیع و ترقی کے لئے جو تجویزیں پیش کی ہیں اُسمیں اہم ترین تجویز اُردو کو تراجم سے مالا مال کر دینا ہے۔ آپ نے نہایت معقول دلائل سے ثابت کیا ہے کہ غیر ملکی فلسفہ، سائنس اور دیگر علوم کا مطالعہ محض مادری زبان کے ذریعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انسان اپنی زندگی میں اتنی مختلف زبانوں کا ماہر نہیں ہو سکتا کہ جملہ علوم کا مطالعہ اصل زبان میں کر سکے۔ اس لحاظ سے انگریزی زبان کا مطالعہ بھی اُردو ہی میں کرنا چاہئے۔ اور ہمارے کالجوں میں جو طریقہ رائج ہے اور جسمیں فی الحال اصلاح کرنے کا کسی کو خیال تک نہیں کیونکہ اس سے انگریزی پروفیسروں کی ضرورت ہی باقی نہ رہیگی، سراسر ناقص ہے۔ لیکن جہاں ہم تراجم کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے اور اسکی فائدہ رسانی کے قائل ہیں وہاں ہم اُسے تصنیف کا قائمقام بنانا اپنی دماغی پستی کا اعتراف سمجھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

ہر ایک قوم کی زندگی میں ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب تواریخی اور سیاسی اسباب سے علوم و فنون کی روشنی کم ہو جاتی ہے۔ اور اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے چراغ کو اور اقوام کے چراغ سے روشن

کرے۔ اِس زمانہ مین تخلیق کی قوت زائل ہوجاتی ہے، جو تصنیفات ہوتی ہین وہ ادنیٰ درجہ سے آگے نہین جاتین۔ عوام کا مذاق درست نہین رہتا۔ ایسے زمانہ مین ضروری ہے کہ کتابون کے لکھنے والے بجائے اسکے کہ اپنے خام یا نیم پختہ خیالات کا اظہار کرین، دنیا کے مشہور گذشتہ اور موجودہ مصنفین کے ترجمان بن جائین۔ . . . . . ہمارے ملک مین جو حالت آج ہے وہ اس امر کی مقتضی ہے کہ عموماً تراجم کو تصانیف پر ترجیح دی جائے۔"

جب ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ ہر ایک قوم کے معیار زندگی مین بنیادی اور اُصولی اختلافات ہین، اور یہ ظاہر ہے کہ مصنفین بالعموم اپنی قوم کے مجلسی اور معاشرتی خصوصیات سے متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتے تو اُنکے تعلیمات کا دوسری زبان مین بغیر ضروری اور مناسب ترمیم او تحلیل کے ترجمہ ہوجانا ایک بڑی حد تک اسکی گردن پر اجنبیت اور غیر مانوسیت کا بوجھ رکھدینا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ علما اپنے خیالات مین اسقدر منہمک ہوتے ہین کہ اُنکی نگاہ مین اکثر توازن اور اصابت قائم نہین رہنے پاتی۔ وہ اپنے رقیبون کے خیالات مین بہت کم کوئی وصف پاتے ہین اور اپنے انہماک مین بیشتر حشو و زوائد کے مرتکب ہوجاتے ہین۔ ایسی تصانیف کے تراجم کا مطالعہ بجز تضیع اوقات کے اور کیا ہے۔ برعکس اسکے اگر کوئی شخص ان تصانیف پر کماحقہ عبور حاصل کرکے اور اُسی صنف کی دیگر کتابون کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد اُس مبحث پر قلم اُٹھائے تو اسکی تصنیف ان عیوب سے مبّرا ہوگی۔ ترجمہ مشکل کام ہے، لیکن تصنیف اس سے بدرجہا مشکل تر ہے۔ اسلئے ترجمہ کو تصنیف سے بالاتر قرار دینا اہل قلم کو تکمیل علوم کے راستہ سے ہٹاکر محض کورانہ تقلید کا عادی بنانا اور زبان کے مستقبل کو تاریک کرنا ہے۔ جب علوم کی تکمیل ہی نہ ہوگی تو اُونچ تصانیف کہان سے پیدا ہونگی۔ اور اس امر کے اعادہ کی ضرورت نہین ہے کہ کوئی زبان محض تراجم کی بنا پر خواہ وہ کتنی ہی مستند کتابون کے کیون نہ ہون، سرفراز نہین ہوسکتی۔ عاریت کو سرمایہ کا درجہ نہین دیا جاسکتا۔ چنانچہ ہم راقم مرحوم کے اس فیصلہ سے ہرگز اتفاق نہین کرسکتے کہ ہمارے ملک کے بیشتر لوگون کو ترجمہ کی جانب توجہ کرنی چاہئے۔

دوسرے مضمون مین مولینا محمود خان شیرانی صاحب نے یہ تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ فردوسی کو شاہنامہ تصنیف کرنے کی کیونکر تحریک ہوئی اور اس باب مین ایک روایت بیان کی ہے۔ تیسرے مضمون مین مولوی محمد مہدی صاحب نے "غالب کے کلام کی بعض خصوصیات" کے عنوان سے غالب

کے فلسفیانہ اور تصوفانہ اشعار کی سخن فہمانہ تشریح کی ہے -

چوتھا مضمون علمی اصطلاحات کے ایک فرہنگ پر مشتمل ہے - اقتصادیات، تاریخ، فلسفہ، نفسیات وغیرہ علوم کے انگریزی اصطلاحات کے مقابل انکے اُردو مترادف رکھدیئے گئے ہین جنسے یقیناً تراجم کے کام مین بہت آسانی ہوگی - علمی اصطلاحات کا فقدان علمی کتب کے ترجمے کرنے مین ایک خاص رُکاوٹ ہے اس فرہنگ سے یہ مشکل کسی حد تک ضرور حل ہو جائیگی - ممکن ہے اِن اصطلاحون مین ابھی کسیقدر ترمیم کی ضرورت ہو اور اہل علم انھین اپنے مفہوم ادا کرنے کے لئے موزون نہ خیال کرین لیکن ابتدأً اس فرہنگ سے اُردو کو فائدہ پہونچنا یقینی ہے - اصطلاحات بیشتر فارسی سے وضع کئے گئے ہین، عربی سے نہین، یا بہت کم، اسلئے وہ غیر مانوس اور بعید از فہم نہین ہونے پائے ہین -

پانچوان مضمون تلمیحات کے عنوان سے مولینا وحید الدین سلیم صاحب نے رقم فرمایا ہے - یہ ایک محققانہ مضمون ہے - حضرت سلیم نے تلمیحات کی اہمیت، اُنکے مخارج اور اردو زبان کی مروّجہ عام تلمیحات کا مجمل ذکر کیا ہے - آپ کا فرمانا بالکل بجا ہے کہ تلمیحات سے زبان مین بلاغت کا وصف پیدا ہو جاتا ہے - اور تلمیحات کثرت استعمال زبان کی بلوغیت اور ادبیت کی دلیل ہے - جون جون زبان کا سرمایہ بڑھتا جاتا ہے، اسمین اصطلاحات کی طرح تلمیحات بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین - اگرچہ تلمیحات کا استعمال اعتدال سے تجاوز کرنے پر تحریر کو غامض اور خاص فہم بنا دیتا ہے - لیکن اسمین کوئی شک نہین کہ اُسکا جائز صرف زبان مین ایک خاص چاشنی اور حلاوت پیدا کر دیتا ہے -

چھٹوین اور آخری مضمون مین مولوی سید ہاشمی صاحب نے اُردو رسم الخط کی اصلاح کی بعض تجاویز سے جو مولوی عبداللہ یوسف علی صاحب نے جنوری کے اُردو مین پیش کی تھین اختلاف کیا ہے اور یہ تجویز سوچی ہی کہ اہل پنجاب نے نون غنہ کو تحریر مین ظاہر کرنیکا جو طریقہ نکالا ہی وہ اس قسم کے تمام حروف مخلوط کیواسطے اختیار کر لیا جائے جو دوسرے حروف کیساتھ ملکر اپنی اصلی آواز کھو بیٹھتے ہین - اس اعتبار سے "گھر" کو گہر - اُبھر کو اُبہر لکھنا چاہئے - گنوار - سائین - کشیا - بٹیالس - دھیان وغیرہ بھی اُلٹے جزم کیساتھ لکھے جانے چاہئین - اس قاعدہ کے مطابق ممکن ہے الفاظ کی آوازین زیادہ صحت کیساتھ لکھی جا سکین لیکن نیا دقتین کا وسعت جو اُردو رسم الخط کی ایک نمایان خصوصیت ہی متعدد اعرابون کے استعمال سے غائب ہو جائیگی اور وہی عربی تحریر کا نقص پیدا ہو جائیگا - گھر لکھنا جتنا آسان ہے اتنا گہر لکھنا ہرگز نہین ہی اگر اداے کی ایزاد کے بغیر یہ آوازین حروف کی اصلی صورت مین ترمیم کرکے پیدا کیجا سکین تو بدرجہا قابل ترجیح ہے -

پریم چند

تصحیح

ہمکو نہایت افسوس ہے کہ کاتب کی غفلت سے مضمون ادراک روح مندرجہ زمانہ جولائی مین حسب ذیل غلطیان ہو گئین امید کہ صاحب مضمون و ناظرین معاف فرمائینگے اور مضمون اس صحت نامہ سے ملاحظہ فرمائین گے۔ مینیجر

صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط
۲	۱۲	محدود نہین رہتی	محدود نہین	۵	۲۰	کی اشیا	کے اشیا
۲	۱۵	اُن پر	بلکہ اُن پر	۶	۱۴	سفر ہین	سفر ہین
۲	۲۲	دیکھتے ہین	دیکھنے مین	۶	۲۰	قربانیان	قربانی
۳	۳	جلے بنتے	جلے بناتے ہین	۷	۲	جیسے	جیسے
۳	۷	دنیا سے	دنیا ہے	۷	۶	زندگی کی برکتون	زندگی برکتون
۳	۱۷	جلیل القدر	جلیل التعداد	۷	۱۳	متناقض	متناقص
۳	۱۸	بیہودگی	بیہود	۸	۱۵	اتحاد کا علم	اتحاد علم
۴	۱	(روح کامل)	(روح کامل	۸	۲۱	کرنے والے	کرنے والا
۴	۱	محبّت ہے	محبّت سے	۸	۲۲	ہو جا	ہو جاؤ
۴	۶	سب	سبب	۹	۴	بچالے	بچائے
۴	۲۰	یہ چھلکا کیسا ہی	یہ چھلک کیا ہی	۹	۹	تباہ نہین	تباہ مین
۴	۲۱	پوُرا	پور کا پورا	۹	۱۵	دنیوی کی طلب	دنیوی طلب
۴	۲۳	جہاد نفس	جسم نفس	۱۰	۳	بھوکے اور پیاسے ہین	بھوکے ہین اور پیاسے
۵	۶	خُلو	دخلو	۱۰	۱۹	ابیہ	آئینہ
۵	۱۱	حارج	خارج	۱۰	۲۳	مین نہین رکھا ہے	مین رکھا ہے
۵	۱۴	بُرے	بڑے	۱۱	۴	مسلح	مسلم
۵	۱۷	اسی ادّدیا	اس ادّدیا	۱۲	۸	لمحہ دوام	لمحہ و دوام

یادِ وطن

وطن! وطن! مرے دلسوز و غمگسار وطن ترے فراق مین ہر دم ہون بیقرار وطن
خوشا وہ وقت کہ حاصل تھی تیری دید مجھے خوشا وہ روز کہ تجھسے تھا ہمکنار وطن
مجھے تو گردش قسمت سے یہ نہین امید کہ دیکھنے کو ملے پھر تری بہار وطن
بری گھڑی تھی - برے دن - برا زمانہ تھا جب آسمان نے چھڑایا ترا دیارِ وطن
گھٹائین جھوم کے آئین بھی اور چلی بھی گئین مگر یہ آنکھ ابھی تک ہے اشکبار وطن
یہ بات کیا ہے کہ مین اسقدر ہون وارفتہ یہ وجہ کیا مجھے اتنا ہے انتشارِ وطن
مری طرح ہین غریب الدیار بھتیرے مری طرح نہین اورون کو بھی قرار وطن
فقط فراق ہی تیرا انھین ستاتا ہے وہ صرف یاد مین تیری ہین اشکبار وطن
مگر مجھے تو ترے رنج کے سوا ہر دم لہو کے اشک رلاتی ہے یادِ یارِ وطن
مرا حبیب جدا ہو - ترا بھی ساتھ چھٹے تو ہی بتا کہ ہو کیونکر مجھے قرارِ وطن

مین بے نشان ہون - میرا نشان تجھ مین ہے
بدن یہان ہے مگر میری جان تجھ مین ہے

تسکین قریشی (سورونوی)

باغ دنیا مین نظر غمناک ہو کر رہ گئی رنگ بدلے خاک نے پھر خاک ہو کر رہ گئی
وہ ترقی ہو کہ جو کرتے شگفتہ مثل گل وہ کلی کیا جو گریبان چاک ہو کر رہ گئی

مثنوی در صفت انبہ باغ

نواب اقبال بہادر صاحب - بی - اے - رئیس شمش آباد ضلع فرخ آباد از نتیجۂ افکار جناب نواب دُلّے صاحب واقف

آم جانِ عزیزِ آدم ہے رونقِ بوستانِ عالم ہے
روح پرور ہے روح افزا ہے مثلِ دنیا مین آپ اپنا ہے
کیجئے کھا کے اسکو بات اگر عمر بھر منھ مین وہ رہے جم کر
خستہ و پوست کسقدر موزون وضع مین درج و گوہر مکنون
آدمیت اِسی سے توام ہے آم آدم مین جزوِ اعظم ہے
ہے غضب آم کا تماشا ہے سامنے دل بھی ہے سویدا ہے
کرکے ہم پلّہ لوگ شکّر کا کیون کردین نہ قدر مین ہلکا
یہ خیال آم کا نہین بیجا سنگ کیونکر بنے ترازو کا
اِسکو کہتے ہین صاحبانِ نظر زعفرانی شراب کا ساغر
کسلئے ناز سیب و رمان پر کون اُسمین ہے آم کا ہمسر
کس مین روحِ شراب کوثر ہے آبِ حیوان کا کس مین جوہر ہے
کس سے حاصل ہے راحتِ دندان کون ہے باعثِ سرورِ دہان
کان گل کے کب اِسکے قابل تھے اُنکا آویزہ آم کیون بنتے
آم شکل اپنی جب دکھاتا ہے عید کا چاند بنکے آتا ہے
عید کے چاند کا خیال کہان اُسکا یہ جان فزا جمال کہان
چند لمحے ہین اُسکے چشم افروز دیکھتے ہین اِسے مہینون روز

شوق رہتا ہے اُسکا پھر کسکو — چھوڑتی ہے نہین نظر اسکو
رَس کے اوصاف کیا بیان کیجے — شیرۂ قندِ بہار کا کہئے
قوت دس بیس کیا ہزار کا ہے — شیر گویا یہی بہار کا ہے
یہ بھی تاریک گھر مین رہتا ہے — آبِ حیوان کہو تو زیبا ہے
نگہِ شوق تیز بھی کتنی — آم مین وقتِ دید پھنس کی رہی
رَس مین تارِ نگاہ لپٹے ہین — جنکو نا فہم ریشہ کہتے ہین
راست کہنے مین کیون ہو اندیشہ — موجِ آبِ حیات ہے ریشہ
میری تقدیر اور ایسے آم! — کتنا اچھا ہے یہ خیالِ خام
جذبِ دل تو اگر قوی ہوتا — یون نہ محروم مین کبھی ہوتا
خود بخود آم کھچکے آجاتے — خوب کام و دہن مزہ پاتے
میری کمبخت یاد بھی ہے یاد — جو ازل سے ہے سہو کی ہمزاد
جب یہ دل مین کسی کے آتی ہے — بھول گویا قدم جماتی ہے
یاد اسکو بھی سمجھون مین ناشاد — بھول جانا رہے جو میرا یاد
تا کجا طعنہ ہائے شوق نشان — سہو و نسیان ہے شیوۂ انسان
یاد مرہونِ سہو و نسیان ہے — نکتۂ نغز اسمین پنہان ہے
یاد نسیان کے دم سے ہے موجود — آنِ واحد مین ورنہ ہو مفقود
پہلے ہین یاد آگیا ہون گا — ذہن سے محو جب ہوا ہونگا
بھولنا ہے مرے لئے کافی — شکر کیونکر ادا ہو اسکا بھی
ہمہ تن ہون زبان برائے شکر — جب بھی ہونا نہین ادائے شکر
ختم کرتا ہون نظم کو ناچار — اب یہی التجا ہے سو سو بار

بھول جاؤ نہ مجھکو اگلے سال
کہ ہو تر شکر مین زبانِ مقال

واقف

زمانہ

جلد ۳۷ — ستمبر ۱۹۲۱ء ۶ — نمبر ۲۲۳

حضرت اکبر مرحوم الٰہ آبادی

ہجری سال نو کے آغاز مین قدرت کے زبردست ہاتھ نے ایک ایسی ہستی کو ہمسے چھین لیا جو نہ محض ہندوستان کا بہت بڑا ادیب اور زبردست فلسفی تھا - بلکہ اردو ادب معاشرت و فلسفہ تصوف کے قالب مین ایک نئے طرز سے روح پھونکا کرتا تھا -

اکبر مرحوم جس خاص طریقہ کے نظم کے موجد تھے اُسکی مجتہد بھی تھے - جس رنگ کے کلام کی ایجاد اُنھون نے کی اُسکی تکمیل بھی اُنھین کی ذات سے ہوئی افسوس ہے کہ ہندوستان مین اس خاص رنگ کا کہنے والا نہ کوئی اُنکے زمانہ مین تھا نہ اُنکے بعد اب ہونیکی امید معلوم ہوتی ہے اُنکے انتقال سے اُردو ادب کو جو نقصان پہونچا ہے ممکن ہے کہ اُسکا نعم البدل قدرت کسیوقت کردے مگر موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے کوئی آثار اسکے پائے نہین جاتے - اس پولیٹیکل کشمکش کی حالت مین اُنھین کی قوت نظم اور کلام کے سچائی کا اثر تھا کہ گو وہ پولیٹکل خیالات مین ماڈریٹ تھے - مگر کسی طبقہ یا کسی انجمن - حتّٰی کہ کسی فرد واحد تک نے اسوقت تک اُنکے کلام کی مخالفت نہین کی - گوشہ نشین ہونے کے باوجود مرحوم کے دل مین ملک و قوم کا بیحد درد تھا - جب کسی مسئلہ مین اہل وطن یا قوم کو غلط راستہ پر چلتے ہوئے دیکھتے تھے تو اُنکو سخت اذیت ہوتی تھی - روحانیت کے مسائل مین اُنکو خاص دلچسپی تھی عقائد مین وہ صوفی تھے اور اہلبیت علیہم السّلام سے اُنکو ایک خاص

شوق رہتا ہے اُسکا پھر کسکو — چھوڑتی ہے نہین نظر اسکو
رَس کے اوصاف کیا بیان کیجے — شیرۂ قندِ بہار کا کہئے
قوت دس بیس کیا ہزار کا ہے — شیر گویا یہی بہار کا ہے
یہ بھی تاریک گھر مین رہتا ہے — آبِ حیوان کہو تو زیبا ہے
نگہِ شوق تیز تھی کتنی — آم مین وقتِ دید پھنس کی رہی
رَس مین تارِ نگاہ لپٹے ہین — جنکو نافہم ریشہ کہتے ہین
راست کہنے مین کیون ہو اندیشہ — موج آبِ حیات ہے ریشہ
میری تقدیر اور ایسے آم! — کتنا اچھا ہے یہ خیالِ خام
جذبِ دل تو اگر قوی ہوتا — یون نہ محروم مین کبھی ہوتا
خود بخود آم ٹپکے آجاتے — خوب کام و دہن مزہ پاتے
میری کمبخت یاد بھی ہے یاد — جو ازل سے ہے سہو کی ہمزاد
جب یہ دل مین کسی کے آتی ہے — بھول گویا قدم جماتی ہے
یاد اسکو بھی سمجھون مین ناشاد — بھول جانا رہے جو میرا یاد
تاکجا طعنہ ہائے شوق نشان — سہو و نسیان ہے شیوۂ انسان
یاد مرہون سہو و نسیان ہے — نکتۂ نغز اسمین پنہان ہے
یاد نسیان کے دم سے ہے موجود — آنِ واحد مین ورنہ ہو مفقود
پہلے ہی مین یاد آگیا ہوتا — ذہن سے محو جب ہوا ہوتا
بھولنا ہے مرے لئے کافی — شکر کیونکر ادا ہو اُسکا بھی
ہمہ تن ہون زبان برائے شکر — جب بھی ہونا نہین ادائے شکر
ختم کرتا ہون نظم کو ناچار — اب یہی التجا ہے سو سو بار

بھول جاؤ نہ مجھکو اگلے سال
کہ ہو تر شکر مین زبانِ مقال

واقف

زمانہ

جلد ۳۷ ستمبر ۱۹۲۱ء نمبر ۲۲۲

حضرت اکبر مرحوم الہ آبادی

ہجری سال نو کے آغاز مین قدرت کے زبردست ہاتھ نے ایک ایسی ہستی کو ہمسے چھین لیا جو نہ محض ہندوستان کا بہت بڑا ادیب اور زبردست فلسفی تھا۔ بلکہ اردو ادب معاشرت و فلسفہ تصوف کے قالب مین ایک نئے طرز سے روح پھونکا کرتا تھا۔

اکبر مرحوم جس خاص طریقہ کے نظم کے موجد تھے اُسکی مجتہد بھی تھے۔ جس رنگ کے کلام کی ایجاد اُنھون نے کی اُسکی تکمیل بھی اُنھین کی ذات سے ہوئی افسوس ہے کہ ہندوستان مین اس خاص رنگ کا کہنے والا نہ کوئی اُنکے زمانہ مین تھا نہ اُنکے بعد اب ہونیکی امید معلوم ہوتی ہے اُنکے انتقال سے اُردو ادب کو جو نقصان پہونچا ہے ممکن ہے کہ اُسکا نعم البدل قدرت کیوقت کردے مگر موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے کوئی آثار اسکے پائے نہین جاتے۔ اس پولیٹیکل کشمکش کی حالت مین اُنھین کی قوت نظم اور کلام کے سچّائی کا اثر تھا کہ گو وہ پولیٹکل خیالات مین ماڈریٹ تھے۔ مگر کسی طبقہ یا کسی انجمن۔ حتّٰی کہ کسی فرد واحد تک نے اسوقت تک اُنکے کلام کی مخالفت نہین کی۔ گوشہ نشین ہونے کے باوجود مرحوم کے دلمین ملک و قوم کا بیحد درد تھا۔ جب کسی مسئلہ مین اہل وطن یا قوم کو غلط راستہ پر چلتے ہوئے دیکھتے تھے تو اُنکو سخت اذیت ہوتی تھی۔ روحانیت کے مسائل مین اُنکو خاص دلچسپی تھی عقائد مین وہ صوفی تھے اور اہلبیت علیہم السّلام سے اُنکو ایک خاص

عقیدت تھی اُنکا خیال تھا کہ محض روحانیت کی ترقی مستقل ہوا کرتی ہے مادی ترقیون کو استقلال نہین ہے اپنے اس خیال کو کس خوبی سے فلسفانہ انداز سے ایک شعر مین نظم فرمایا ہے۔

ترقی مستقل وہ ہے جو روحانی ہوائے اکبر ۔ اُوڑا جو ذرۂ عنصر وہ پھر سوئے زمین آیا

اپنے کلام مین ہندوستانیون کے معاشرت - ادب - تہذیب - کے معائب کی اصلاح جس خوبی سے فرمایا کرتے تھے وہ اپنی آپ نظیر ہوا کرتی تھی مرحوم کے حالات زندگی اس قابل ہین کہ ہر ہندوستانی اُن سے اپنی زندگی مین اچھی نصیحت حاصل کرسکتا ہے پندرہ ۱۵ روپیہ ماہوار کی ملازمت سے سشن جج کے عہدے تک پہونچے تھے - سُنا گیا ہے کہ مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب اکبر مرحوم کی سوانح عمری (لایف) لکھنے کا انتظام فرما رہے ہین - میری رائے مین خواجہ صاحب سے زیادہ مستحق اور موزون کوئی شخص اُنکی لائف لکھنے کا نہین ہے خلاق عالم نے اُنھین اعلیٰ درجہ کی ذہانت اور قابلیت عطا فرمائی تھی - انسان کی فطرت مین یہ بات داخل ہے کہ تفریح مذاق کیطرف طبیعت کو ایک خاص دلچسپی و کشش ہوتی ہے اور اس رنگ مین جو چیز رنگ دیجاتی ہے وہ بھلی معلوم ہوتی ہے - یورپ مین ہربرٹ اسپنسر و پروفیسر بیکن وغیرہ نے اپنی قوم و ملک کے اخلاقی حالات کے درست کرنے مین بیش بہا علمی و اخلاقی خزانے دنیا مین چھوڑے مگر چونکہ وہ ایک خشک اور کھرے مضمون کے کیسون مین بھرے ہوئے تھے - سوائے معدودے چند حضرات کے متمتع ہونے کے بہت زیادہ دُنیا کی آبادی اُس سے مستفیض نہ ہوسکی اور وہ علمی خزانے الماری مین ہمیشہ بند رہے - ہان جن مصنفین نے اپنے قوم کی اخلاقی حالت درست کرنے کا ذریعہ ناولون کو قرار دیا وہ اس مقصد مین بڑی حد تک کامیاب ہوئے - اکبر مرحوم کی نکتہ رس طبیعت نے اس راز کو معلوم کر کے اپنی نظم کو ظرافت کا لباس پہنا کر قوم و ملک کے سامنے پیش کیا جو اخلاقی و معاشرت و ادبی نصائح سے مملو ہے اور اس بیباکی اور بیخوفی سے اکثر مسئلون پر ریمارکس کیے ہین کہ اُنکے بڑے سے بڑے مخالف کبھی بالآخر تسلیم خم کرنا پڑا - یہ سب خوبیان اُنکی نظم مین اعلیٰ درجے کی سچائی اور پاکیزگی نفس کیوجہ سے پیدا ہوگئی تھین - اپنی کلیات مین خود اُنھون نے فرمایا ہے -

شاعری میرے لیئے آسان نہین ۔ جھوٹ سے واللہ نفرت ہے مجھے

بعض بعض مسئلے الٰہیات کے مرحوم نے اس خوبی اور جامعیت سے نظم فرمائے ہین کہ ایک شعر کی اگر مکمل شرح لکھی جاوے تو وہ ایک کتاب مین بھی پوری نہ ہوسکے یورپ کے صدہا فلسفیون نے

اپنی تمام عمرین اس مسئلہ کے تحقیق مین صرف کرڈالین کہ وجود باریتعالیٰ عز اسمہ عقل کی کسوٹی پر کس جانے مگر منزل مقصود تک نہ پہونچ سکے اکبر مرحوم کی منور طبیعت نے کس خوبی اور جامعیت سے ان لوگون کو محض ایک شعر مین نصیحت فرمائی ہے جسکو پڑھکر مین اکثر گھنٹون وجد کیا کرتا ہون اور اوس کے معانی پر جسقدر غور کرتا ہون اوسیقدر میری روح کو زیادہ مسرت حاصل ہوتی ہے اپنے کلیات مین سب سے پہلا جو شعر رکھا ہے وہ یہی ہے - فرمایا ہے :-

ذہن مین جو گھر گیا لاانتہا کیونکر ہوا — جو سمجھ مین آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

مرحوم کے نفس مین خداوند عالم نے ایسی ہی بیمثیل پاکیزگی عطا فرمائی تھی جس نے یہ شعر اُنکی طبیعت سے نکلوایا ورنہ اتنے بڑے اہم معرکۃ الآرا مسئلہ کو دو مصرعون مین کہنا آسان نہین تھا - باوجود تعلیم انگریزی اور نئی روشنی کے ماحول مین ایک عرصہ تک زندگی بسر کرنے کے اُنکے عقائد مین ذرہ بھر فرق نہ آیا تھا - اپنے کلام مین آپنے موجودہ زمانہ کی عقائد مذہب کا نقشہ اسطرح کھینچا ہے -

بڑھ رہا ہے کفر زلف علت و معلول سے — حسن فطرت ہے حجاب روے یزدان اندنون
شارح دیوان حق ہے قیاس مغربی — ہے ازل بھی تجربون کے زیر فرمان اندنون
کفر نے سائنس کے پردے مین پھیلائے ہین پاؤن — بے زبان ہے بزم دل مین شمع ایمان اندنون
زندگانی کی چمک سے دیدۂ عبرت ہے بند — کم نظر ہے جانب گور غریبان اندنون

اسی نظم مین نصیحتانہ طریقہ سے بعض مسائل فلسفہ کو اسطرح نظم فرمایا ہے -

ہے ایوولیوشن؎ بس اک تفسیر رب العالمین — کاش اس نکتہ سے واقف ہون مسلمان اندنون
مَنْ عَلَیْهَا فَان ہی پر ختم ہے قول فلسفہ — کیون عبث برپا ہے آتا شور طفلان اندنون
علم دین مقصود ہے گم ہے صراط مستقیم — خضر رہ بنتا ہے ہر غول بیابان اندنون

دوسری نظم مین فرماتے ہین -

ایک صوت سرمدی ہے جسکا اتنا جوش ہے — ورنہ ہر ذرہ ازل سے تا ابد خاموش ہے

مغرب کی تہذیب معاشرت کی اندھا دھند تقلید کو وہ اچھا نہین سمجھتے تھے اور اس رائے کو ظرافت کے پیرایہ مین کس خوبی سے نظم فرمایا ہے -

بازار مغربی کی ہوا سے خدا بچائے — مین کیا مہاجنون کا دیوالہ نکل گیا

؎ EVOLUTION مسئلہ ارتقا

دستار پیرہن گُم اور جیب و کیسہ خالی — تہذیب مغربی نے ہم کو چیتھاڑ ڈالا
ناچ ہے مغرب کا بزم دہر مین ؛ — جھومتے ہین مشرقی بیٹھے ہوئے

مذاقیہ اشعار مین بھی اپنے مقصد کو کس خوبی سے ادا کیا ہے جس شعر پر غور کیجیئے اعلےٰ درجہ کی نصیحت اُسمین مضمر ہے - فرماتے ہین -

ناز تھا اُنکو بہت اپنے بدن کی ساخت پر — اگزبیشن مین مرے اک دوست عُریان ہو گئے

اکبر ڈرے نہین کسی سلطان کی فوج سے — لیکن شہید ہو گئے بیگم کی نوج سے

مشرق یہ ہے گو کہ ضعف پیری غالب — ہر چند کہ ہے غم اسیری غالب ؛
مستی اکبر کی رقص مس سے نہ رُکی — بھونرے پہ نہ ہو سکی بھنبھیری غالب
بدلی کے سبب سے چاند آیا نہ نظر — بیٹھے رمضان کے غازی ہین ملول ؛
سائنس نے کر لیا تھا منظور اونتیس — نیچر نے کہا کہ تو سہی تیس وصول ؛

حکیم اور وید یکسان ہین اگر تشخیص اچھی ہو — ہمین صحت سے مطلب ہے بنفشہ ہو کہ تلسی ہو

شیخ جی دیر مین بیٹھے ہوئے گاتے تھے بھجن — نگران سوئے برہمن تھے بشوق بھوجن

مین نے ٹوکا تو لگے کہنے مناسب نہین کہ — ہر کسے مصلحتے خویش نکو مے داند

بعض مسائل فلسفہ و سائنس کو اپنے عقائد کے مطابق کس خوبی سے ان اشعار مین نظم فرمایا ہے

نئے عنصر نہین آتے چمن مین گُل کھلانے کو — یہی ذرّے اُبھرتے ہین یہی مٹی سنورتی ہے
وہ دو ذرّے بلا اذن خدا مل ہی نہین سکتے — کہ جس کے میل سے سائنس کی قوت اُبھرتی ہے

قدرت نے طبیعت مین ظرافت کا مادّہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا باتون باتون مین لوگون کو ہنسا دیا کرتے تھے جب کبھی مین اُنکی خدمت مین حاضر ہوتا تو گھنٹون بیٹھا رہا کرتا تھا اُٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا

جسقدر تازہ کلام ہوتا تھا مجھکو سنایا کرتے تھے - انتقال کے چند دن پہلے جب بالکل تندرست تھے اور کوئی ظاہری شکایت مرض کی نہ تھی مجھسے کہنے لگے کہ الہ آباد ایسے مقام سے کسی اچھے ادبی رسالے کے نہ نکلنے کا مجھے بہت افسوس ہے مین نے عرض کیا کہ منشی محمد اعظم صاحب نے رسالہ طوفان نامی جاری کیا ہے اُنکی ہمت افزائی کیجیے - اور اُسکی امداد فرمایئے تاکہ یہ رسالہ ادیب کی طرح ادبی خدمت کرنے کے قابل ہوجائے مرحوم کی آنکھون مین آنسو بھر آئے فرمانے لگے اب مین بہت تھوڑے دنون کا آپ لوگون مین مہمان ہون تندرستی مری خراب ہوچکی ہے میری زندگی خود مجھ پر اب بار ہے اب آپ لوگون کا فرض ہے کہ یا تو کوئی اچھا ادبی رسالہ جاری کیجیے یا اُس رسالہ طوفان کی ترقی کا سامان مہیا کیجیے - میرا بھی دل اُسوقت بھر آیا مین نے عرض کیا کہ ایسے کلمات منہ فرمایا کیجیے آپ پر تو اس کلمہ کا ممکن ہے کہ کم اثر ہوتا ہو مگر آپ کے دوستون کے دل پر ایسے کلمات نشتر کا کام کرتے ہین - افسوس صد افسوس مرحوم کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی اور اُسکے پندرہ بیس روز کے بعد ایسے زمانہ مین مرحوم نے داعی اجل کو لبیک کہا جسمین عام مسلمانون کے عقیدے کے مطابق محب اہلبیت کیواسطے در ہائے جنت کھلے رہتے ہین اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥ -

اکبر مرحوم گو جسمانی حیثیت سے ہم لوگون سے جدا ہوگئے مگر اُنکی قومی و ملکی خدمت کی کشش ہمارے دلون کو اپنی روح کیطرف کھینچتی رہیگی جس سے اُنکی یاد ہم لوگونکو زندگی بھر نہ بھولیگی -

آغا علیخان

انقلاب فرانس

اٹھارویں صدی کے آخری چند سال میں ملک فرانس کی انقلابی حالت دنیا کو ہمیشہ کے لئے سبق آموز رہیگی - اہل حکومت ہون یا لیڈران قوم - حاکم ہون خواہ محکوم - امرا و شرفا ہون خواہ بیکس و مظلوم رعایا - غرضکہ ہر طبقہ کے انسان کے لئے اُن چند سالون کے پُر آشوب واقعات مین ایک بیش بہا سبق پنہان ہے - محض دنیاوی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہوئے انقلاب فرانس محض ایک یا دو وجوہات پر مبنی نہین ہے بلکہ مختلف اسباب اسکی تہ مین کام کرتے تھے - اور گو حاکم و محکوم دونون اس امر سے بے بہرہ ہون مگر فرانس مدتون سے اس عظیم کشمکش و خونریزی کے لئے تیار ہو رہا تھا - آخرکار حکومت کی سختیون اور جان سے عاجز رعایا کی زیادتیون نے ایک ایسا ہولناک نظارہ دنیا کے سامنے پیش کردیا جسکی مثال تواریخ عالم مین ملنا مشکل ہے -

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چند خاص امور کی موجودگی ایک بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے - اولاً گرد و پیش کے معاملات کی موافقت اور اُنکا اخلاقی اثر - دوم عوام الناس کے دلون مین ظلم و تشدد اور سختیون کا احساس - سوم اندرونی اور بیرونی وجوہ سے بے بس اور بددل ہو کر عام طور پر رعایا کا نہ صرف سخت سے سخت مصیبت جھیلنے بلکہ موت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا - اگر یہ تین باتین موجود ہون تو یا تو فرمانروائے سلطنت کی دانشمندی اور دریا دلی سے رعیت کی مصیبتون کا علاج انکی مرضی کے مطابق کیا جائے - ورنہ وہی مصیبتین انکے دلون مین ایک روح تازہ پھونک کر انکو مرنے مارنے پر تیار کردین گی جسکا نتیجہ انقلاب ہے -

سنہ ۱۷۸۹ء کے قبل فرانس کی حالت پر نظر ڈالئے - فرانس کی آب و ہوا ایک آنیوالے طوفان کا پتہ دیتی ہے - ہر سمت و ہر گوشہ سے آثار نمایان ہین کہ شخصی حکومت کی قدیم عمارت کو ڈھا دینے والا سیلاب نمودار ہونیوالا ہے - رعایا کی حالت زار - بادشاہ کو اصلاح سے انکار -

امرا کو اپنی دلچسپی اور عیش و آرام کے سامان مین کمی کرنا ناگوار تھا - وزرا کیلئے جنکی تقرری و برخاستگی شاہ فرانس کے ایک ادنی اشارہ پر ہوسکتی تھی - ان امراض کا علاج دشوار تھا - بیچارے مفلس کسان روز افزون ٹیکسون کے بوجھ کے نیچے پسے جاتے تھے - مگر زمینداران کی حالت پر ترس نہ کھاتے تھے - کاشتکار کمانے کے لیے اور زمیندار خرچ کرنے کے لئے تھے - جب کبھی زمیندارون پر ٹیکس لگانے کی تجویز پیش کیجاتی تھی انکی مخالفت کی زد مین آکر آپ ہی آپ گرجاتی تھی - عوام الناس بھی حکومت کی تباہ کن پالیسی کے اثر سے محفوظ نہ تھے - عام اور روزمرہ کی استعمال کی اشیا پر اس طرح سے ٹیکس لگایا جاتا تھا کہ غربا بغیر ٹیکس دیئے نہین رہ سکتے تھے - مثلاً نمک پر انتہا سے زائد محصول ہی نہین تھا بلکہ ایک حد مقرر تھی کہ اس سے کم کوئی شخص نہ خریدے ورنہ محاصل مین کمی ہونے کا اندیشہ تھا - مگر شاہی اخراجات مین کمی نہ تھی - دارالسلطنت کے اطراف مین میلون تک شاہی شکارگاہ پھیلی ہوئی تھی جس سے زراعت کو عظیم نقصان ہوتا تھا - مگر شاہی دلچسپی مین کوئی کمی نہ ہوسکتی تھی - ٹیکس عام باشندگان فرانس پر مساوی نہ تھے بلکہ رؤسا ملک اکثر محاصل سے آزاد تھے - ٹیکس کی زیادتی صرف متوسط اور مزدور پیشہ طبقہ کے لئے تھی - شاہی خزانہ مین سال بسال کمی واقع ہوتی تھی اور وہ کمی غربا سے وصول کی جاتی تھی -

اقتصادی حالت سے قطع نظر فرانس کے گرد و پیش کے معاملات نے اہل فرانس کے دلون مین ایک ہلچل مچا رکھی تھی - انگلستان کے سترھوین صدی کے واقعات اور لاک اور روسو کی تحریرون نے اہل فرانس کے دلون مین جمہوریت کا شعلہ روشن کردیا تھا - مگر تازہ ترین واقعہ جسنے فرانس کو اہم ترین انقلاب کے لئے تیار کردیا وہ امریکہ کا اعلان آزادی تھا - امریکن نوآبادیون کا انگلستان کے جور و تعدی سے تنگ آکر باوجود اپنی بیکسی کے عظیم القدر سلطنت برطانیہ کی وفاداری سے منھ موڑکر ایک خودمختار متحدہ سلطنت قائم کرنے مین کامیاب ہونا تمام یوروپین ممالک کے لئے پُراثر ثابت ہوا - مگر اہل فرانس کے لئے اُس اعلان خودمختاری مین ایک خاص کشش تھی - امریکن آزادی کی تصویر مین - فرانسیسی امداد کی جھلک ہے - جب امریکہ کی جدوجہد سلطنت برطانیہ کیساتھ شروع ہوئی تو نہ صرف اہل فرانس نے انگلینڈ سے جنگ شروع کرکے انکی قوت کو تقسیم کردیا بلکہ متعدد لیڈران فرانس نے امریکہ کو براہ راست جنگی امداد پہونچائی - لافائٹ فرانس کے مشہور

قومی لیڈر تھے - امریکن نوآبادیون کے اعلان خودمختاری سے متاثر ہوکر امریکہ روانہ ہوئے - اِس سے واضح ہوتا ہے کہ امریکن جدوجہد نے اہل فرانس کے دلون مین کسقدر دلچسپی پیدا کردی تھی - اور جب غیر ممالک مین آزادی کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے اہلِ فرانس اسقدر قربانیان کرنے پر تیار ہو گئے تو یہ کہان تک ممکن ہے کہ اپنے ملک کا شخصی نظام حکومت جسکے جبر و تشدد سے وہ سالہا سال سے پامال ہو رہے تھے انکے دلون کو بیچین نہ کرتا ہو -

فرانسیسی مصنفین اور ڈراما نویسو کی تحریرون سے اسوقت تک پبلک جذبات کا پتہ ملتا ہے - اور اگر لوئس شاہ فرانس کی شخصیت پر عام طور پر حملہ نہین کیا جاتا تھا تو بھی تمام تحریرین اس بات کی شاہد ہین کہ لوگون کے دلون مین عام طور پر حقوق کی مساویت کا دعویٰ جوش زن تھا - والٹیر - ڈڈراٹ - روسو - کنڈارسٹ - لافائٹ اٹھاروین صدی کے اُن مشہور اہل قلم مین سے ہین جنھون نے اہلِ ملک کے دلون مین یہ نکتہ بٹھا دیا تھا کہ "قوم بادشاہ سے بالاتر ہے" - والیٹر نے اپنے مشہور ڈراما مین جو ۱۷۷۵ء مین شائع ہوا تھا - یہ خیال ظاہر کیا - کہ "گو بادشاہِ وقت ایک قابل عزت شخص ہے لیکن قانون کی پابندی اسپر بھی لازم ہے" یعنی بادشاہ کے حقوق بھی غیر محدود نہین ہین بلکہ اگر عزت و حشمت مین وہ قابل ترجیح ہین تو قانون کی پابندی مین رعایا کو انکی برابری کا حق حاصل ہے - روسو نے اپنی مشہور کتاب "سوشل کنٹریکٹ" مین مساویت کے اصولون کو اُس واضح اور مشرح طرز سے بیان کیا کہ وہ کتاب بذاتِ خود سالہا سال تک نکتہ چین اصحاب کے لئے ایک لامحدود دلچسپی کی کتاب تھی - آئے دن نئے نئے ڈرامے تھیٹرون مین کھیلے جاتے تھے اور مصنفین رعایا کے حقوق کو جتنا ہی وسعت دیتے اسیقدر سامعین کی طرف سے نعرہ تحسین و آفرین بلند ہوتا تھا - ڈراما نویس اپنی تعریف کی اُمید مین آزادی کے خیالات کو الفاظ کی نت نئی پوشاک پہناتے تھے - لہذا یہ خیال کرنا بیجا ہوگا کہ وہ الفاظ محض ڈراما نویسون کے خیالات تھے بلکہ حقیقتاً انکو پبلک کے نقطۂ خیال کا عکس سمجھنا چاہئے - عوام کی دماغی کیفیت کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ ۱۷۸۹ء کے قبل فرانسیسی پبلک امریکہ کے اعلان خودمختاری کی اسقدر دلدادہ تھی کہ اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان مین کثرت کے ساتھ چھپتا اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا جاتا تھا - غرض آزادی کی روح پھونکنے والا لٹریچر عام طور پر فرانس مین پھیل رہا تھا اور رفتہ رفتہ اہل فرانس کے دلون پر اپنا اثر جما رہا تھا - کاش

اہلِ حکومت بھی اُس سے کچھ اثر پذیر ہوتے۔ کاش انکے دلون مین بھی وہی خیالات موج زن ہوجاتے جنھون نے تمام فرانسیسی رعایا کو بیچین کر رکھا تھا۔ کاش وہ آنے والے خطرہ کو تجربہ کی دوربینون سے دیکھ کر اُس سے بچنے کا صحیح طریقہ اختیار کرتے۔

اب رعایا کی حالت مختصر طور پر ظاہر ہے۔ ذرا گورنمنٹ کے نظامِ عمل پر بھی غور کرنا چاہیے تاکہ اس عظیم جد وجہد کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ فرانس مین ابتک شخصی حکومت کا دور دورہ تھا۔ لوئس پانزدہم کا دورِ سلطنت ۱۷۷۴ء مین ختم ہوچکا تھا۔ اور بدنصیب لوئس شانزدہم ۱۷۷۴ء مین تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوے۔ شاہانِ فرانس اپنی مرضی کے مطابق جسکو چاہتے وزیرِ سلطنت بناتے تھے وزرا کو اپنے عہدے قائم و برقرار رکھنے کے لئے بادشاہ و ملکہ دونون کے دلون کو اپنے ہاتھون مین لئے رہنا ہوتا تھا۔ یہی نہین بلکہ اُن رؤسا و امرا کی بھی خوشامد لازمی ہوتی تھی۔ جنکو بادشاہ نے ذاتی عزت و افتخار دے رکھا تھا۔ سرکاری محاصل مین اضافہ کرنے اور آمدنی و اخراجات کا بجٹ تیار کرنے کی اسکیم گو وزیر مال کے ہاتھ مین تھی مگر بلا شاہی منظوری کے کسی تجویز پر عملدرآمد نہ ہو سکتا تھا۔ عام رعایا کی رائے کو حکومت مین کوئی دخل نہ تھا۔ پیرس مین ایک جماعت تھی جسمین زیادہ تر تعداد قانون پیشہ اصحاب کی تھی جسکا فرض شاہی احکام کو درج رجسٹر کرنا ہوتا تھا۔ غالباً خیال یہ تھا کہ اُصولاً رعایا کو صلاح و مشورہ کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس جماعت کا نام پارلیمنٹ تھا۔ ایسی ہی پارلیمنٹین دیگر قصبات مین بھی تھین۔ ایک جماعت رعایا کے نمائندون کی بھی برائے نام تھی جسکا اجلاس ۱۶۱۴ء سے کبھی نہین ہوا تھا حتیٰ کہ لوگ اسکے فرائض اور اختیارات سے بھی واقف نہ تھے۔ اسکو "اسٹیٹس جنرل" کہتے تھے۔ اسمین تین شعبے تھے (۱) شرفا (۲) مذہبی جماعت (۳) عوام تیسری جماعت کی تعداد قدرتاً زیادہ تھی۔ اسٹیٹس جنرل کا فرض محض رعایا کی شکایات کو بادشاہ کے روبرو پیش کرنا تھا۔ بادشاہ انکو سنکر غور کرنے کا وعدہ کرتے اور حکومت کے ذرائع آمدنی بڑھانے مین امداد کی درخواست کرتے تھے۔ اور اسطرح پر بادشاہ کی ٹیکس بڑھانے والی اسکیم کو منظور کرکے اسٹیٹس جنرل برخاست ہوتی تھی۔ اسٹیٹس جنرل کا مجتمع کرنا بادشاہ کے لئے ضروری نہ تھا۔ اس امر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ ۱۶۱۴ء سے ۱۷۸۹ء تک اسٹیٹس جنرل کا کوئی اجلاس ہی نہین ہوا۔

حالانکہ فرانس آہستہ آہستہ ایک انقلاب عظیم کے لئے تیار ہو رہا تھا اور کسی نہ کسی قسم

اِن شعلون کا بھڑکنا لازمی تھا لیکن خس و خاشاک کے انبار مین بھی آگ لگنے کے لئے چنگاری کی ضرورت ہوتی ہے - وہ چنگاری بھی اہل حکومت کی غلطیون ہی نے مہیا کی - فرانس کی افسوسناک مالی حالت نے آخرکار وزیر مال کو اصلاحات کی طرف متوجہ کیا - مگر اسکا علاج سوائے اسکے دوسرا نہ تھا کہ اخراجاتِ سلطنت کا بار روٗسا و امرا بھی اپنے اوپر لے لیتے - آراضیات پر ٹیکس اِس صورت سے لگائے جانے کی تجویز سوچی گئی کہ اس طبقہ کے لوگون کو بھی ٹیکس ادا کرنا پڑے - اس تجویز نے اُس طبقہ کو ایکدم برہم کر دیا جو ابھی تک رعایا کے روز افزون افلاس سے نفع اُٹھانا اپنا کام سمجھتے تھے - لوئس شاہ فرانس بھی اس تجویز سے خوش ہوئے مگر وقت کو حل کرنا بھی آسان نہ تھا - بالآخر اسٹیٹس جنرل کو نوید دیا گیا - اب اُن خیالات نے اپنا رنگ دکھلانا شروع کیا جنھون نے غربا کو مساویت کا سبق سکھا رکھا تھا - اپنے نمایندے منتخب کرنے مین بیچارے غریب کسان اپنے حقوق محسوس کرنے لگے - اور اپنے آپ کو ایک جزو سلطنت سمجھنے لگے - نمایندگان کو بھی اپنے فرائض و اختیارات کا احساس ہونے لگا - اِس معاملہ مین ایک امر غور طلب ہے - اگر تیسری جماعت پہلی دو جماعتون کے ساتھ ساتھ مسائل ملکی مین رائے زنی کرے گی تو اس جماعت کے نمایندے بقیہ دونون جماعتون کو زیر کر دینگے - کیونکہ انکی تعداد بقیہ دو جماعتون کی مجموعی تعداد سے زیادہ تھی - اگر رائے علیحدہ علیحدہ تینون جماعتون کی لیجائے تو زیادہ تعداد والی جماعت کی اہمیت کم ہوجائیگی - یہ دِقت آخرکار پیش آئی - اور اُسوقت کی چندروزہ پالٹکیس مین ایک اہم مسئلہ پیش ہوگیا - شاہ لوئس نے اس بڑی دقت کا تصفیہ کرنے کے بجائے عوام کے نمایندگان کو چھوٹی چھوٹی باتون پر ناراض کر دیا - مثلاً اس امر پر اصرار کیا گیا کہ عوام کے نمایندے اپنی شکایات کو شاہ لوئس کے سامنے زمین پر سر جھکا کر پیش کرین اور وہ اسٹیٹ ہال مین پُشت کے دروازے سے داخل ہون کیونکہ صدر دروازہ اول دو جماعتون کے لئے مخصوص تھا - اس سے یہ دکھانا مدنظر تھا کہ عوام کے نمایندے پہلی دو جماعتون سے برابری کا دعویٰ نہین کر سکتے - مگر وہ مساوات کے نشہ مین سرشار تھے - اس ذلت کی تاب نہ لا سکے -

جماعت سوم نے اسٹیٹ ہال پر قبضہ کر کے بقیہ دونون جماعتون کو اپنے مین شامل ہونے کے لئے مدعو کیا - مذہبی جماعت کے چند ممبران اُن سے آملے - اور موجودہ ممبران نے اس متحدہ

جماعت کا نام نیشنل اسمبلی رکھا اور یہ اعلان کر دیا کہ اگر اسمبلی موقوف کر دی جائے تو اسکی عدم موجودگی مین کسی قسم کے ٹیکس کا وصول کرنا جائز نہ ہوگا۔ شاہی جماعت کو یہ بات بھلی نہ معلوم ہوئی اور اسمبلی ہال اس غرض سے بند کر دیا گیا کہ وہ شاہی اجلاس کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

ممبران اسمبلی نے نزدیک کے میدان ٹینس مین جمع ہو کر قسم کھائی کہ جب تک ملک میں آئینی گورنمنٹ قائم نہ کر لینگے۔ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونگے۔ اس واقعہ کی خبر ہر ہر گوشہ ملک مین پہونچ گئی اور جوش پھیلنے لگا۔ شاہ لوئس کو فرانسیسی فوج پر بھروسہ نہ تھا سوئس اور جرمن سپاہ حفاظت کے لئے مقرر کی گئی۔ وزیر سلطنت نیکر نے شاہی پالسی سے تنگ آکر استعفیٰ دیدیا۔ رعایا نے اسپر جشن منایا اور نیکر کی عزت افزائی کے لئے ایک جلوس نکالا گیا۔ اسپر شاہی سپاہ نے گولی چلا کر باشندگان پیرس کو برافروختہ کر دیا۔ قومی فوج تیار ہونے لگی اور فرانس کے دیگر مقامات بھی اس خانہ جنگی کی تیاری کرنے لگے۔ اور جا بجا ہنگامے اور فتنہ و فساد برپا ہوگئے۔ اور فرانس نے اپنی انقلابی منزل مین قدم رکھا۔

نیشنل اسمبلی نے نظام آئینی مرتب کر دیا جسمین شاہ فرانس کے اختیارات کم کر دیئے گئے۔ شاہ لوئس ایک طرف اپنے اختیارات اور قوت مین کمی دیکھکر ناراض تھے دوسری طرف فرانسیسی رعایا اور فوج سے بے اعتباری تھی۔ اس عظیم کشمکش مین شاہ لوئس کو اپنی رہائی کی صرف ایک ترکیب نظر آئی کہ خفیہ طور پر کہین فرار ہو کر غیر ممالک کی امداد سے فرانسیسی رعایا کو پسپا کر کے اپنی گذشتہ عظمت کو واپس لینے کی کوشش کرین۔ مگر اسمین کامیابی نہ ہوئی۔ شاہ لوئس راستہ ہی مین پہچان لئے گئے اور پیرس واپس لائے گئے۔ شاہ لوئس کی خفیہ سازشون نے غیر ممالک کو فرانس پر فوج کشی کرنے کی ترغیب دی اور آسٹریا اور پرشیا حملہ آور ہوئے۔ اہل فرانس شاہ کو اپنا دشمن سمجھنے لگے۔ انقلاب فرانس کی تواریخ مین ۱۰ اگست ۱۷۹۲ء ایک اہم تاریخ ہے۔ اسی روز قدیم شاہی عظمت کو آزادی پسند رعایا نے خاک مین ملا دیا۔ چند روز پہلے جس لوئس کے سامنے تمام رعایائے پیرس اپنا سر تسلیم خم کرتی تھی ایک معمولی قیدی کی حیثیت سے جیل مین زندگی بسر کرنے لگا۔ شخصی حکومت کا دور دورہ ختم ہوا۔ انقلابی گورنمنٹ نے فرانس مین اپنے قدم جمائے۔ لوئس شانزدہم کی بدقسمتی یہین پر ختم نہ ہوئی بلکہ انکی خفیہ سازشین چند ہی روز مین ظاہر ہوگئین اور

لوئس پر مقدمہ چلانے کی رائے ہوئی۔ جسکے بعد لیجسلیٹو اسمبلی نے سزائے موت کا حکم صادر فرمایا۔ اب رعایائے فرانس لوئس کی زندگی سے بیزار ہوگئی۔ ۲۴ گھنٹے کے اندر اُنکا سر بدن سے جدا ہونا چاہیئے۔ لوئس کو ابھی پورے بیس برس تخت سلطنت پر بیٹھے نہ ہوئے تھے کہ اپنے وزیز لیپنے پیشیروان کے اعمالون کی سزا بھگتنے کے لیئے وہ ۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء کو سولی پر چڑھادئے گئے۔ باغی رعایا بجائے اسکے کہ اپنے ہر دلعزیز بادشاہ کی بدقسمتی پر آنسو بہائے "زندہ باش جمہوریہ فرانس" کے نعرے بلند کرنے لگی۔ لوئس کے آخری کلمات باجون کی صداؤن مین غرق ہوئے۔ اور چند منٹ مین اس افسوسناک زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ کاش خودسری اور خودغرضی کو چھوڑکر لوئس اپنی عزیز رعایا کی جدّ وجہد آزادی مین رہنمائی کرتا اور انکی خوشی مین اپنی خوشی سمجھتا۔ اس حالت مین اہل فرانس کی نظرون مین کوئی شخص بھی لوئس سے زیادہ باوقار نہ ہو سکتا۔

اسکے بعد اہل فرانس نے آزادی حاصل کرنے کے لیئے کیا کیا قربانیان کی ہین۔ اپنے ملک مین دور جدید کی روشنی پھیلانے کی کیا قیمت ادا کی ہے۔ اسپر پھر کبھی بحث کی جائے گی۔ اسوقت انقلاب فرانس کی پہلی منزل کے ہولناک واقعات اور انکے متعدد اسباب سے غرض ہے۔ رعایا کے ساتھ مدّت دراز تک سختی کا برتاؤ جاری رہنے سے بیکس اور لاچار رعایا بھی زیادتیان کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے۔ اسکا اندازہ مذکورۂ بالا واقعات سے ہو سکتا ہے۔

آج ہندوستان بھی ایک عظیم کشمکش کے عالم مین ہے۔ غربا کی بیکسی اور اہل حکومت کی سنگدلی نے اس ملک مین بھی ایک حالت یاس برپا کر رکھی ہے۔ متواتر عرضداشتون نے اہل حکومت کو ہمدردی اور دانشمندی کی پالیسی کی جانب متوجہ نہ کیا۔ پنجاب کے افسوسناک واقعات کے بعد بھی حکام کا دل جیسا چاہیئے نہ پسیجا۔ اب اگر مہاتما گاندھی کی نان کوآپریشن کی تحریک روز بروز ترقی پر ہے تو اسپر کیا تعجب ہو سکتا ہے۔ اگر یہ تحریک محض مہاتما گاندھی کے خیالات کا آئینہ ہوتی تو اس درجہ کامیاب نہ ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک عوام الناس کے خیالات کا عکس ہے۔ اور اس بات کا ثبوت ہے کہ اہل ہند مجموعی طور پر موجودہ طرز حکومت کو جاری رکھنا نہین چاہتے ہین۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ نوجوان لڑکے گورمنٹ سے معافی مانگنے پر جیلخانہ کو ترجیح دین۔ کاش اہل حکومت ان نوجوانون سے سبق لین اور نان کوآپریشن

کی تحریک کو جسقدر جلد ممکن ہو رفع کریں - موقعہ بموقعہ گولیاں چلانا عوام کی بے اطمینانی و بیچینی کا علاج نہیں بلکہ غم و غصہ کی آگ کو بھڑکانا ہے - اس مرض کے دفعیہ کا مناسب اور سہل ترین علاج گورنمنٹ کے ہاتھ مین ہے جس سے رعایا بھی خوشحال رہے اور برطانیہ کا سایۂ عاطفت بھی ہندوستان پر قائم رہے - یعنی پنجاب اور خلافت کے مسائل کو طے کردیا جائے - اور حکومت کی پالیسی اس طرح تبدیل کیجائے کہ اہل ہند پر حکومت محض اُن کے نفع کے لئے ہو نہ کہ کسی دوسرے ملک کے نفع کے لئے - اگر وقت پر اس بیماری کا علاج نہوگا اور اہل ہند کی ناراضگی بڑھتی رہیگی تو موجودہ حالت دیکھکر کون کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان بھی ایک انقلاب عظیم کے لئے تیار نہیں ہو رہا ہے - خدا کرے یہ انقلاب خونریزی پر مبنی نہ ہو -

انند پرشاد نگم

کلام اکبر

کل کہتے تھے یہ بھائی گھورن	دنیا ہے روٹی مذہب چورن

تم سے اُستادون مین میری شاعری بیکار ہے	ساتھ سارنگی کا بیل کے لیے دشوار ہے

قاعدون مین حسن معنی گم کرو	شعر مین کہتا ہون بچے تم کرو

بنگلون سے نماز اور وظیفہ رخصت	کالج سے امام ابوحنیفہ رخصت
صاحب سے سُنی ہے اب قیامت کی خبر	قسطنطنیہ سے ہین خلیفہ رخصت

مذکورۂ گورنمنٹ اکبر اگر نہ ہوتا	اسکو بھی آپ پاتے گاندھی کی گوپیون مین

نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید

نواب نظام الدولہ شہید خلف دوم نواب آصف جاہ غفران مآب (میر قمر الدین) ہین جب نواب آصف جاہ شاہجہان آباد مین سنہ ۱۱۵۱ھ مین رونق افروز ہوئے تو نواب نظام الدولہ کو نیابت دکن سپرد کی انھون نے ایام نیابت مین باجی راؤ کو زیر کیا اور نواب آصف جاہ کی رحلت کے بعد مسند ریاست دکن پر متمکن ہوئے - اور نہایت عمدگی سے فرائض حکومت کو ادا کیا - اسی زمانہ مین احمد شاہ فرمانروائے ہندوستان نے واسطے اصلاح امور سلطنت کے ایک شقہ طلب بدستخط خاص نواب نظام الدولہ کے پاس بھیجا حسب الطلب نواب موصوف دریائے نربدا تک گئے اسی ضمن مین احمد شاہ نے ایک شقہ ناسخ عزمیت حضور پھر لکھا - اسی اثنا مین مظفر جنگ نے سرتابی کی - نواب نے دریائے نربدا سے عبور کیا - ستر ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ بعزم تہدید و تنبیہ مظفر جنگ مہیا کئے - اور جنگ شروع ہوئی - نواب نظام الدولہ ظفرمند ہوئے اور مظفر جنگ زندہ گرفتار ہوئے - یہ مختصر انتخاب حال نواب موصوف کا ہے - دیگر حالات بوجہ طوالت اور نیز اس مختصر مضمون کی غیر مناسبت کے لحاظ سے ترک کئے جاتے ہین کیونکہ یہان صرف انکے شاعرانہ مذاق کا اظہار مقصود ہے انکے کلام کا کچھ انتخاب اسلئے کیا جاتا ہے کہ سخن دوست اصحاب کو نواب موصوف کی سخن گسترانہ قابلیت کا علم ہو کہ ایک رئیس کو سخن سنجی کا کیسا صحیح ذوق سخنوری تھا - اور کیسی معنی آفرین طبیعت پائی تھی -

نواب موصوف علامہ آزاد بلگرامی سے مشورہ سخن کرتے تھے - علامہ آزاد (مولانا غلام علی) فرماتے ہین کہ مین نے انکا جسقدر کلام دیکھا وہ دیوان مین داخل ہوا - مگر جو کلام میری نظر سے نہین گزرا وہ اصلاح طلب رہا - علامہ آزاد نواب موصوف کی طباعی اور فکر رسا کے معترف ہین - نواب موصوف کا دیوان ضخیم ہے -

علامہ آزاد کا بیان ہے کہ نواب نے ایک غزل میرے پاس بغرض اصلاح بھیجی مین نے

اُسکو دیکھکر بھیجدیا۔ صبح کو نواب دیوان خانہ مین آئے اور اُمراو شعرا کے سامنے غزل پڑھی۔ نواب نے ایک شعر مین سروِ خراماں (یعنے درخت) موزون کیا تھا۔ اسپر موسوی خان جرأت نے اعتراض کیا اعتراض یہ تھا کہ سروِ خراماں معشوق پر صادق آتا ہے نہ کہ درخت پر۔ جب یہ اعتراض ہوا تو نواب موصوف نے علّامہ بلگرامی کی طرف دیکھا مطلب یہ تھا کہ یہ غزل آپ کی دیکھی ہوئی ہے۔ علّامہ آزاد سمجھ گئے۔ فوراً علّامہ موصوف نے کہا کہ مرزا صائب نے سروِ خراماں سے مُراد درخت سرو لی ہے یعنی۔

یک رہ برآر از آستین دست نگارین در چمن   تا دستہا پنہان کند سروِ خراماں در بغل

نواب یہ شعر مثالیہ سُنکر محظوظ ہوگئے۔

علّامہ نے ایک اور شعر بھی مثال مین سلیمان ساوجی کا پڑھا۔

سرو از صبا گردد چمان تا چون قدت گردد روان   ہر چند بخرامد بآن سروِ خراماں کے رسد

درحقیقت آزاد بلگرامی علّامہ کامل تھے۔ انکی وسیع النظری اور تبحر لاجواب تھا۔

اب کچھ مختصر انتخاب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے کلام سے تفریح ناظرین کے لئے کیا جاتا ہے۔ نواب نے اپنا تخلص ناصر بھی بعض اشعار مین موزون کیا ہے۔

نہ امروز است ما را زین قفس آہنگ آزادی   درون بیضہ می کردیم مشق پر فشانیہا

انسان کی فطری آزاد پسندی کی ابتدائی اور انتہائی حالت کو کس خوبی سے بیان کیا ہے واقعہ بالکل سچا ہے۔ اس واقعہ کی صداقت کو شاعرانہ حسن بندش نے نوراً علی نور کردیا ہے۔

(ولہ)

گر خضر کرد صرف نہ از اسکندر آب خویش   خضرِ خطِ تو آب بقا میدہد مرا

(ولہ)

رنگِ زردم مگر از حالتِ دل گوید حرف   پیش آن آئینہ رو تاب نفس نیست مرا

(عاشقانہ)

دور از محفل مروّت نیست سوزاندن مرا   شمع من ظلم است گرد سر نہ گردانیدن مرا

شد محشرِ صد زخمِ تمنا جگرِ ما   شمشیرِ تو آورد قیامت بسرِ ما

نہایت بامزہ اور پرمعنی شعر کہا ہے اس سے زیادہ گہرا رنگ تغزل کیا پیدا کیا جا سکتا ہے۔

کہتے ہین کہ تیری تلوار نے میرے جگر پر کیسا زخم پہونچایا کہ وہ صد بار زخم کا محشرستان ہو گیا ہے۔ ایک زخم کی بجائے صد بار زخم کی تمنا پیدا ہو گئی۔ میرا زخم جگر محشرستان زخم ہو گیا ہے۔ تیری تلوار نے عجب قیامت میرے سر پر برپا کی ہے۔

بشکر مو شگافیہائے تیر دستانِ ما   تراشد صد زبان چون شانہ از خود استخوانِ ما

کہتے ہین تیر یار کی آمد کے شکریہ کے لئے میری استخوان نے مثل شانہ کے سو زبانین تراشی ہین استخوان کا شانہ بنایا بھی جاتا ہے۔ مضمون آفرینی کے لحاظ سے بہت بلند شعر ہے اور اس سے تیر کی انتہائی کاوش بھی ثابت ہوتی ہے کہ اسنے استخوان کو صد پارہ مثل شانہ کے کر دیا۔

(ولہ)

اگر از معنی حسنت کسے طرفے نمی بندد   چہ کاکِ مو بصورت آشنا کن ناتوانی را

ذیل کے شعر مین چشم یار کو فرنگی سے نسبت صرف اسوجہ سے دی ہے کہ وہ لب یار کو عیسیٰ جان بخش جانتی ہے اور فرنگی عیسیٰ کو مانتے ہین۔

شفا از لعل جان بخش تو خواہد چشم بیارت   فرنگی لائق کار خدائی دیدہ عیسیٰ را

تا حنا بستی رنگینی خون دیدہ ام   در فشارِ دل ید بیضا است این گلدستہ را

(ولہ)

چو آن طفلے کہ از گلزار سوئے خانہ می آید   گلِ داغِ جگر اشک مرا در دامن است امشب

ذیل کے شعر مین محرومی شہادت کو دلاویز انداز سے بیان کیا ہے وعدۂ قتل پر مژگانِ یار کی برگشتگی محرومی شہادت کا باعث ہو گئی۔

زبانِ لطف او شگفت خواہم گشت ثابت را   نمیدانم چرا از حرف خود برگشت مژگانت

(ولہ)

اے برہمن از نور یقین بہرہ نیابی   زنار تو چون شمع اگر جزو بدن نیست

دل بستۂ معنی نہ شود عاشقِ صورت   از خانۂ مو سلسلہ بر پائے سخن نیست

مژگان دالیف خط غبار سے خوب تشبیہ دی ہے۔ فراق یار مین گریہ کے ساتھ خاک بسری یا خاک

اگرچہ ناتیرگی نگاہ کا باعث ہوگیا او زنگاہ خطِ غبار کا الف ہوگئی۔ خوب مضمون پیدا کیا ہے۔

دور از تو زبس دیدۂ ما خاک بسر کرد — تا نگہ ما الفِ خطِ غبار است

شامِ غربت سے قلم کی تشبیہ ثابت کی فکرِ معنی آفرینی کو ثابت کر رہی ہے جسطرح قلم کو پہلا قدم رکھتے (جھکتے) اسیطرح ثابت کو راہِ عشق مین پہلا قدم رکھتے ہی شامِ غربت نمودار ہوگئی اور اس سے سفر کی مشکلات ظاہر ہین۔

ہم پائے خامہ راہِ سفر طے نمودہ ام — در اول قدم بسرم شامِ غربت است

مردم حلقۂ زنجیر جنون شیون کرد — شور عشقم اثرے در جگر آہن کرد

(ولہ)

در قفس ہم گلِ زخم بسرم زد صیاد — خوش شد چارہ آوارگی از گلشن کرد

(ولہ)

بہ لعلش میرسد تا آرزوی بوسہ می میرد — خطِ نارستہ گو یا زہر پنہان در شکر دارد

ازرہِ ناز بجویم نہ کنی رنگینش — گرچہ در پائے تو دامان قبائے افتد

(ولہ)

نمی خواہد کہ من مخصوص نعمتہائے غم باشم — چہ گویم درد دل با او نصیبِ دشمنان گوید

(ولہ)

انار باغ بہشت است روئے خندانش — کسیکہ کرد قناعت بآب و دانۂ خویش

(ولہ)

چو زنجیر است از بس حلقہ در گوش تو اعضایم — گزارد سر بپائے ہر کہ فرمائی سراپایم

(ولہ)

برنگ شیشۂ ساعت ز دستِ خشکی طالع — بجائے مے پر از گرد کدورت گشتہ مینایم

(ولہ)

از حباب بادہ کمتر نیستم در میکشی — می تو انم کرد من ہم رہن صہبا پیرہن

(ولہ)

شد گرچہ شکستہ استخوانم — چسپید بہ خنجرت چو دستہ

رتبہ بخت سیاہم نہ شود ار چہ بلند — گرد چون سایہ مرا خاک نشین سرو قدے

این و آن

مجھے یاد ہے وہ وقت جب لوگون نے اپنے قیاسات و تجربات کے بیان سے میرے سفر کو خوفناک بنادیا تھا، اور میری اُمیدون کو مایوس - حالانکہ وہ میرے شوق سے بھی آگاہ تھے، اور اس مسرّت سے بھی - جو میرے خیال سے متعلق تھی - صحرا کی ہیبتناک وسعت سے نہ مجھے کوئی خوف تھا اور نہ راستہ کے خوفناک متلاطم دریاؤن سے کوئی آزردگی - اسلئے لوگ کہتے ہی رہے اور مین - مین کہ اپنے میلان روح سے اُسی قدر خبردار تھا - جسقدر ایک بچے کی کبھی کھُلنے اور بند ہونیوالی نگاہ کی خواہش سے اُسکی مان، خاردار جھاڑیون گھنی اور تاریک وادیون سے گذرتا ہوا - اس طرف چلدیا - جہان کی پاکیزہ آب وہوا کا خیال - میرے محبّت کی مرضی تھی - راستہ مین مین نے دیکھا - ایک ویران کھنڈر یعنی ایک مجسمۂ توہم، ایک سنسان میدان - یعنی اپنی فکر کا جولانگاہ - اور مین نے سوچا کہ آج ہر وہ چیز - جسکو کسی ذکی و ذہین دماغ نے نہین سمجھا - ہر وہ فلسفہ جسے کسی عقلمند حکیم نے نہین بیان کیا - سمجھونگا اور بیان کرونگا - اسلئے کہ اسوقت تک میری اُمید قائم تھی - اور یقیناً اِس اُمید کے سہارے سے مین کائنات کی ہر مشکل کو آسان کرسکتا تھا -

لیکن شام ہونے سے پہلے ہی - جبکہ میرا سفر ختم نہ ہوچکا تھا - اور وہ پانون اسقدر مضمحل تھے - جسقدر اُفق کی طرف جھکا ہوا آفتاب - مین ایک جھیل کے کنارے کنارے جنگل کے عین قلب مین ایک کامیاب مسافر کی طرح پرند کے شیرین نغمون سے مسرور ہوتا ہوا چلا جارہا تھا - دفعتاً مجھے معلوم ہوا کہ سینہ مین رنج والم کچھ زیادہ ہے اور مین اب اس قابل نہین کہ کوئی غور کرسکون - مین نے سوچا - کیا اسوقت سینہ کا فراخ ہوجانا ممکن ہے - یا یہ ہوسکتا ہے کہ اسکا یقین ہی مجھے حاصل ہوجائے - مگر اضطراب کی زیادتی نے مجھے اور مایوس کردیا - اور وہ گفتگو ختم ہوگئی - جو دل سے ہورہی تھی - نہ ہنسی کا کہین نشان تھا جو کبھی کبھی، موقع سے یا بے موقع صرف پہلی نگاہ کے تخیل سے سامنے آجاتی تھی - مین

ایسے لوگون کے لئے لارڈ موصوف کا یہ مختصر اور حیثیت فقرہ کافی نصیحت خیز ہے کہ "جہالت مین اس سے زیادہ صرفہ ہے"

زمانہ قدیم سے یہ خیال چلا آتا تھا کہ تعلیم صرف طلبا کو چند کتابون مین سبق دیدینے کا نام ہے، لیکن حال کے اصلاحات نے اس اصول کی بیخ کنی مین کوئی کسر نہین چھوڑی چنانچہ تجویز جدید کے مطابق تعلیم کا مقصد طالب العلم مین وہ باتین پیدا کرنا ہے جنکو موصوف بطرز پیش روی یون ظاہر کرتے ہین "زبان دانی اور ریاضی مین سبق دینا نہایت آسان ہے لیکن طالب العلم مین نئی روح پھونکنا، اُسکو جستی سکھلانا، اُسکے دل کو انواع و اقسام کی اُمیدون کا گہوارہ بنانا، غرض خاکستر کو چنگاری کرنا، آسان نہین ہے، بلکہ اِسکے لئے غیر معمولی آدمیون کی ضرورت ہے"

کلام (جیراج پوری)

کلام اکبر

گر جیب مین زر نہین تو راحت بھی نہین　　بازو مین سکت نہین تو عزت بھی نہین
گر علم نہین تو زور و زر ہین بیکار　　مذہب جو نہین تو آدمیت بھی نہین

ہجوم عیش و طرب مین اداس ہو جاؤن　　ہزار اُمید ہو اور محو یاس ہو جاؤن
خدا شناس تو ہونا نہین ہے سہل اکبر　　یہی بہت ہے جو دنیا شناس ہو جاؤن

صدیون فلاسفی کی چنان چنین رہی　　لیکن خدا کی بات جہان تھی وہین رہی

کیا پوچھتے ہو اکبر شوریدہ سر کا حال　　خفیہ پولس سے پوچھ رہا ہے کمر کا حال

ہے موت مین ضرور کوئی راز دلنشین　　سب کچھ کے بعد کچھ بھی نہین یہ تو کچھ نہین

برکھا رُت

تک رہا ہون جنون مین کیا کیا مین — کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

آہ - یہ محبت کا پُرجوش وخروش دریا بار بار پریم کی لہرین مار کر کیون خاموش ہو جاتا ہے۔ کیا اسلئے کہ محبت جو آگ پانی مین لگاتی ہے وہ بار بار بُجھ جاتی ہے۔

یہ پپیہہ اپنے "پی کہان" کی مست کُن ہُوک بار بار سُنا کر آمون کی گھنی ٹہنیون مین کیون روپوش ہو جاتا ہے کیا اسلئے کہ بیچارے کو کسی صیّاد کا خیال آتے ہی اپنی آزادروی کو خیرباد کہنا پڑتا ہے۔

یہ معشوقانہ نازوانداز سے چمکنے والی بجلی اپنے تبسّم کی جھلک بار بار دکھا کر کالے بادلون مین کیون چھپ جاتی ہے۔ کیا اسلئے کہ فرطِ محبّت اُسے اجازت نہین دیتی کہ اپنے مشتاق تجلّی کے خرمنِ امید کو جلا کر تاراج کر دے مگر آہ -

بجلی اک کوندھ گئی نظرون کے آگے تو کیا — بات کرتے کہ مین لب تشنۂ تقریر بھی تھا

یہ گُلاب کی کلیان اپنے عنفوانِ شباب سے متوالی ہو کر آغوشِ نسیم مین جھوم جھوم کر بار بار پنکھڑیون کی اُوٹ مین کیون اوجھل ہو جاتی ہین۔ کیا اسلئے کہ اُنکی چاہنے والی عندلیب کی آہٹ اُنکو زیرِ نقاب کر دیتی ہے۔

آہ - غرورِ حسن اجازت مگر نداد اے گُل — کہ پرسشے بکنی عندلیب شیدا را

یہ نورانی چہرہ چندے آفتاب وچندے ماہتاب اپنے حُسن کی جھلک بار بار دکھا کر زیرِ نقاب کیون آجاتا ہے۔ کیا اسلئے کہ سوختگانِ محبّت اُسکی تاب دیدار نہین لا سکتے ما اُودلون کے مقاصد برلانے والی برسات کون نہین جانتا کہ تیرے چہرہ سے نقاب اُٹھاتے ہی محبّت ساون کی جھڑی اور بھادون کی بھرن بنکر برسنے لگتی تھی۔ کون نہین جانتا کہ تیرے بھورے بھورے بادل ہوا مین دوڑ دوڑ کر بچھڑے ہوؤن کو پیامِ الفت دیا کرتے تھے۔ کون نہین جانتا کہ تیری ننھی ننھی مسلسل بوندین محبّت کی لڑی بنکر دلون کو ایک دوسرے سے پرو دیا کرتی تھین۔ مگر آہ - اے برسات - مجھ غم نصیب کے لئے تجھ مین بھی خشک سالی کی طرح اُلفت ومحبّت کا قحط ہو گیا - اور تیری ساون کی جھڑی اور بھادون کی بھرن بھی میرے دل کی

لگی ہوئی آگ نہ بجھا سکی۔

او دل کے زخمون کی ہری کرنے والی برسات - وہ تیرے محبت کے سرچشمے جو تیرے روئے زمین پر قدم رکھتے ہی دلون مین اُبلنے لگتے تھے اب کیا ہوگیا کہ اُنمین پریم کی ایک لہر بھی نہین اُٹھتی - وہ کوئل - پپیہے - سارس - جو تیرے آمد کی خیر مقدم مین جام الفت پی پی کر تیری محبت کے ترانے گانے لگتے تھے - اب کیا ہوگیا کہ اپنے لبون پر مہر سکوت لگائے بیٹھے ہین - اور کبھی کبھی بزبان پرسوز یہ کہہ اُٹھتے ہین -

گلشن مین بہار آئے خزان آئے ہمین کیا　　اک دل کی کلی ہے سو وہ مرجھائی ہوئی ہے

کیا اسلئے کہ اب تو اپنی البیلی سہیلیون کو جنکو پاک جذبات کہتے ہین زمانہ کے خوف سے اپنے ساتھ نہین لاتی - جا اے معذور برسات جا - اور اس زمانہ کے سادہ لوحون کو اپنے پرفریب مناظر دکھا کر اپنا شیدائی بنا - لیکن مجھ حرمان نصیب کو جو تیری البیلی سہیلیون ہی کا دلدادہ ہو - اپنے ساونون کے سبز باغ نہ دکھا - اور اے میرے پیارے جذبات جنکا نشو و نما اسی موسم برسات مین ہوا کرتا تھا - گو تم زندہ دلون کی روح روان ہو - گو تمھاری موہنی مورت میرے دل و دماغ پر اپنا سکہ جما چکی ہے تاہم اس زمانہ کی تنگ ظرفی سے جو تمکو میرے آغوش خیال مین نہین آنے دیتی مین تمکو بھی الوداع کہتا ہون -

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز　　باشد کہ باز بینیم آن یار باوفا را

کرشن سہائے ہتکاری

مجھے کیا خبر تھی یہ کیا اثر نہ وہ ہوش ہے نہ وہ جان ہے　　فقط اک نظر ہے جہان پر نہ خیال ہے نہ زبان ہے
نہ دماغ حرف رہ نظر نہ دلیل باعث دردسر　　وہی جوش لذت دید ہے نہ قیاس ہے نہ گمان ہے
نہ یہان حدود کا نشان کہین نہ محل و حرف بیان کہین　　مرا عشق ہے ترا حسن ہے مری آنکھ ہے تری شان ہے

اکبر

مکتوب ٹیگور

حال میں ٹیگور کے چند خطوط شائع ہوئے ہیں جو ممدوح نے اپنے گذشتہ سفر یوروپ کے دوران میں لکھے تھے - ذیل میں اس قسم کے ایک خط کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے -

وطن کو واپسی کا وقت آپہونچا ہے! میرا دل خوشی سے اُچھل رہا ہے! لیکن ساتھ ہی مجھے ڈر ہے - کہ کہیں میرے نالون کی لے - اپنا ے وطن کے نالون سے جُدا نہ ہو!

نیشنلزم "قومیت" ایک ضرر رسان عقیدہ ہے - اور تمام دنیا آج اس بدعقیدہ کا دم بھر رہی ہے -

وقت آگیا ہے کہ اِس بُرے خیال، کو دور کیا جاوے - مین گذشتہ اَیام مین اسے دفع کرنے کی کوشش کرتا رہا ہون!!

خداوند ذوالجلال کا نام لینے سے شیطان بھاگتا ہے - اور اِسی خدا ے پاک کا اسم مبارک ہمارے شانتی نکتن کے مستقبل کی پیشانی پر درخشان ہے -

ہم خدا کا گھر "علم وسیع" کی بنیاد پر بنا رہے ہین - اگر فلک کے نام پر اس مین کوئی سدِ راہ ہم پیدا کرین - تو وہ یقیناً راہِ مولا مین رکاوٹ ہو گی -

مین یورپ مین اسواسطے آیا تھا - کہ دنیا کو مادر ہند کو سمجھنے کی دعوت دون - کیونکہ بہت زمانہ تک ہندوستان دنیا کے باقی حصون سے الگ رکھا گیا ہے -

لیکن مجھے ہر وقت خطرہ تھا - کہ کہین کوئی خارِ راہ میری اس دعوت کو بدمزہ نہ کر دے -

مین ظلم اور ناانصافی کو سب سے زیادہ بُرا جانتا ہون -

پنجاب کے تاریک اَیام مین بھی مین نے صداے احتجاج بلند کی تھی -

یہ غلط ہے۔ کہ میری رگوں میں خونِ گرم کی جگہ آبِ خنک حرکت کر رہا ہے۔ لیکن میرا عقیدہ ہے۔ کہ وطن سے بھی بڑھکر کوئی چیز ہے۔ اور ہمارے ملک کی عظمت اسی میں ہے۔ کہ وہ اُس بلند تر شئے کو حاصل کرلے!

وہ شخص جو اپنے مکان کے گرداگرد دیواریں تیار کرتا ہے۔ کہ تمام دروازوں اور کھڑکیوں کو بند کردے۔ ہرگز اپنے مکان سے محبّت نہیں رکھتا۔ بخلاف اسکے وہ مکین جو دن کی روشنی کو۔ پورے طور پر۔ اپنے گھر کے اندر آنے کا موقع دیتا ہے۔ اپنے گھر کا سچّا عاشق ہے۔

جب میں نے اخباروں میں دیکھا۔ کہ مہاتما گاندھی ہماری مستورات کو انگریزی پڑھنے سے منع فرما رہے ہیں۔ تو میں نے محسوس کیا۔ کہ میرے ملک کے گرد ایک سدِ سکندری کی تعمیر شروع ہو گئی ہے! یا بالفاظ دیگر ہم اس عقیدہ کے پیرو ہو رہے ہیں۔ کہ "ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم اپنے گھروں کو جیل خانوں میں تبدیل کردیں"۔

ہم نے بیرونی دنیا کے اُجالے کو روک کر اپنے گھروں کی ظلمت کی پرستش شروع کردی ہے ہم شاعر کے اُس قول کو بھول گئے ہیں کہ

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جسکو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

(اقبالؔ)

ہمارا حال بالکل اُس خونخوار قوم سا ہے۔ جو دنیا میں عظمت حاصل کرنے کیواسطے اپنے ہمسایوں پر حملہ آور ہوئی تھی۔

اسکے بعد۔ کیا تعجّب ہے۔ کہ کسی دن یہ بھی کہا جاوے۔ کہ "اینڈریوز" اور "پیرسن" سے قطع تعلق کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ انگریز ہیں۔ اسی بنا پر ایک مقامی کالج کے چند ہندو طلبا نے پیرسن کو لکچر کی دعوت دینے کا ارادہ ترک کردیا تھا۔

اس کے اصلی معنے یہ ہوئے۔ کہ اگر ہم ایک بار نفی کی تعلیم کے پیرو ہو جاویں۔ تو اس تعلیم کی وسعت میں روز بروز اضافہ ہوتا جاوے گا۔ میں خود "اثبات" کے عقیدہ کا پرستار ہوں۔ اور دشمن اس تعلیم کے اوتار ہیں۔

وہی بُعد مین ہے وہی قُرب مین ہے - وہی دوستون مین ہے اور وہی دُشمنون مین ہے - جو اُس کی " پرستش کرتے ہین - اُنکو حصول مدعا جیسی نعمت حاصل ہوجاتی ہے - اور ہر چیز انکی مطیع ہوجاتی ہے -

ابتدا سے انتہا تک عالم مین اُس کا ظہور نظر آرہا ہے - میری دُعا اُسکے دربار مین صرف یہی ہے کہ
" مولا ہمین نیک خیالات کی پاک تعلیم دے "

ترجمہ

نذیر احمد خان وکیل

تصحیح ہمکو افسوس ہے کہ کاتب کی غلطی سے مثنوی در صفت انبہ مندرجہ زمانہ اگست مین حسب ذیل غلطیان رہگیئین امید کہ ناظرین معاف فرماوینگے اور مثنوی اس صحت نامہ سے ملاحظہ فرمائین گے - منیجر

صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط
۱۱۵	۳	دہن مین	منہ مین وہ	۱۱۶	۵	در آئی	پھنس گئی ہی
"	۱۰	اُنمین	اُس مین	"	۶	تار نظر دہ	تار نگاہ
"	۱۶	وہ چشم شوق	ہین اسکے چشم	"	۱۸	ہر مرگ واسطے دیکھ	بھونا ہے مرے لیے
۱۱۶	۱	ہی نہین	ہے نہین	"	۲۰	دل سے ذکر دعا ہے	اب یہی التجا ہے
"	۲	شیرہ جان	شیر قند	"	۲۲	تر ہو پھر	کہ ہو تر
"	۳	شیر پستان	شیر گویا				

نذرِ نگاہ

نواب صاحب کے حرم مین ایک خوبصورت ہندو لڑکی چمپا نام موجود تھی مذہبی نقطۂ نگاہ سے اُسکی موجودگی کسیقدر قابل اعتراض ضرور ہے لیکن اسکی آمد کے اسباب پر غور کرنے سے اس اعتراض کی وقعت جاتی رہتی ہے۔ ایکبار نواب صاحب کے حرمسرا کی داروغہ بنا کی ضرورت سے اپنے بھائی کے مکان پر گئی جہان اُسکو اطلاع ملی کہ آج ہی صبحکو پڑوس مین ہری متی نامی ایک عورت ایک شیر خوار بچی چھوڑکر مرگئی ہے اور اُس لڑکی کا کوئی پرورش کرنے والا موجود نہین ہے اس نے فوراً اُسکو اپنے پاس منگا لیا۔ اور وہان سے نواب کے حرم مین ساتھ لے آئی یہان کی بہت سی خادمون مین ایسی عورتین بھی موجود تھین جنکے بچے تھے۔ سب نے اُسکے اوپر عنایت و مہربانی کی نظر رکھی ناسمجھ چمپا نے چونکہ آنکھ کھولتے ہی بنا کی گود دیکھی تھی لہذا وہ اُسی کو اپنی مان خیال کرتی تھی۔ اس محل مین بنا بہت زیادہ بارسوخ اور بیگم صاحبہ کی معتبر خواص تھی اسیوجہ سے قریب قریب تمام وہ کام اسکے ہاتھ مین تھے جنکی وجہ سے بہت ہی وافر آمدنی تھی اور چمپا کی ہر بڑی سے بڑی خواہش کے پورا ہونے مین کوئی دقت واقع نہین ہوتی تھی۔ بنا نے چمپا کی پرورش بالکل امیرانہ طریقہ پر کی تھی پہننا اوڑھنا کھانا۔ پینا۔ خرچ و اخراجات مین یہ لڑکی حرمسرا کی دوسری عورتون اور لڑکیون پر فوقیت رکھتی تھی۔ بنا نے اپنی نگرانی اور تعلیم مین پوری انہماک سے چمپا کو اُس زہریلی ہوا سے بچا لیا تھا جو حرمسراؤن مین عموماً چلا کرتی ہے۔

چونکہ اب بنا بہت زیادہ ضعیف ہوگئی تھی اور کام کاج کرنے یا دیگر ملازمین پر نگہبانی سے اُسکو تکلیف ہوتی تھی لہذا اُسنے اپنے بجائے چمپا کو تمام خدمات سپرد کردی تھین چمپا مین قدرت نے اس سن وسال مین ایسی جوہر قابلیت ودیعت فرمائی تھی کہ اُسنے تھوڑے ہی عرصہ مین دیگر ملازمین پر وہی اقتدار حاصل کر لیا جو اُسکی پیشرو بنا کو حاصل تھا اُس نے ہر ملازمہ پر عنایت کی بچہ بچہ سے خلق و تلطف سے کام لیا اپنے آقا یعنی بیگم صاحبہ کی ضرورت سے زیادہ خدمت کی۔ اُسنے اور نوجوان عورتونکی طرح اپنا تمام وقت

فضول لہو ولعب مین نہین صرف کیا اور نہ اس نے اس سستی اور کاہلی کا اظہار ہونے دیا جو اس عمر کی لڑکیون مین اکثر پائی جاتی ہے وہ ہر کام نہایت مستعدی سے انجام دیتی تھی اپنا زیادہ وقت بیگم صاحبہ کی خدمت مین صرف کرتی تھی دیگر ملازماؤن کیساتھ "ہا ہا" "ہو ہو" مین وقت صرف کرنا بہت برا سمجھتی تھی مگران تمام امور کو وہ اس طرح انجام دے رہی تھی کہ کسی کو یہ کہنے کی گنجایش نہین تھی کہ چمپا منہ چڑھے یا وہ بیگم صاحبہ کی روز افزون مہربانیون کی وجہ سے ہر شخص کو حقیر و ذلیل خیال کرتی ہے۔ بیگم صاحبہ خود اس پر ضرورت سے زیادہ مہربان تھین اور اب تو اُنکی مہربانیان بناسے بھی بڑھ گئی تھین جسنے اسکو بچہ سا گودون مین پالا تھا۔ ایک تو یہ وجہ تھی کہ تمام حرمسرا مین چمپا سے زیادہ کم عمر وحسین دوسری لڑکی موجود نہ تھی۔ اور جو بوڑھی بیگم کو اُنکی جوانی کی یاد اسپر مہربانی وعنایت کرنے پر مجبور کرتی تھی نواب صاحب کی دلچسپی بیوی کی جوانی کیساتھ ساتھ رخصت ہو چکی تھی اب اُنکا بہت زیادہ وقت باہر ہی صرف ہوتا تھا چھٹے چھماہے کبھی دو گھڑی کیلیئے مزاج پرسی کی غرض سے آجاتے تھے ایسی حالت مین جوانی کے پیارے زمانہ کی مرثیہ خوان بیگم کیلیئے پچھلے واقعات کے بھلانے کا ذریعہ ایک چمپا ہی تھی جسکے ساتھ بیٹھکر وہ اپنا زیادہ وقت زردوزی کے کام مین صرف کرتی تھین بیگم صاحبہ نے ہونہار تیز طبیعت چمپا کو یہ کام سکھلا دیا تھا دوسری وجہ نگاہ عنایت کی وہی تھی جو بہت معمولی ہے یعنی دنیا مین مثل مشہور ہے کہ انسان کا کام پیارا ہوتا ہے نہ کہ چام چنانچہ اداشناس چمپا نے بیگم صاحبہ کے رنگ طبیعت کو خوب پہچان لیا تھا اور اُنکی خدمت ایسی تندہی سے کرتی تھی کہ وہ اپنی قدیم خواص ننّا کو بھی بھول گئی تھین ۔

اس گئے گذرے زمانے مین جب کہ انسان کی زندگی بے لطف ہو جاتی ہے اور وہ نور حسن جو لوگون کی آنکھون کو خیرہ کرتا ہے جاتا رہتا ہے صرف ایک ہی چیز ہوتی ہے جو کسیقدر اپنے پچھلے قصون کی یاد کو دل سے بھلاتی ہے۔ وہ کیا شے ؟ "صرف اولاد ہے" یہ خواہ مفید ہو یا غیر مفید لیکن انسانی محبت اس سے کم نہین ہوتی نالایق اور لایق اولاد والدین کی نگاہ مین نور بصر اور لخت جگر ہی کے مرادف رہتی ہین۔ بیگم صاحبہ کی تمام خوشیان اب صرف اپنے نوجوان شاہزادہ کے آرام وآسایش پر مکتفی تھین۔ دن رات اُسکے محل کی زینت اُسکے خادمون کی ضروریات اور اُسکی دلچسپی کیلیئے خوبصورت خوبصورت عورتون کی فراہمی بیگم صاحبہ اور نواب صاحب دونون کا فرض منصبی قرار پاگیا

تھا۔ چنانچہ حرمسرا کی خوبصورت اور نوجوان کنیزین شاہزادے کی خدمت مین تفویض ہوگئی تھین ان جانے والیون مین مریم اور گلابی بھی شامل تھین جو چمپا کی ہم عمر اور ایک ساتھ پرورش پانے کے وجہ سے سہیلیان تھین۔ اس خاموش اور غیر دلچسپ محل مین صرف چمپا ہی ایک نوجوان عورت دیکھی تھی مگر چونکہ قدرت نے اسکے دل ودماغ کے ساخت مین اس کا خاص لحاظ رکھا تھا کہ وہ بیگم کی خدمت کے مقابلے مین اپنی آسایش اور اپنی عیش کو ہیچ سمجھتی تھی لہذا اُسنے اس محل کے قیام کو بظاہر کچھ زیادہ محسوس نہین کیا۔ بیگم صاحبہ تھے ہی کچھ تو اپنی دلچسپی اور کچھ اس لڑکی کے خیالات کو بہلانے کی غرض سے زردوزی کے شغل کو زیادہ بڑھا دیا تھا صبح سے شام تک دونون ایک ہی کمرے مین بیٹھکر خوبصورت خوبصورت پردے سنہری روپہلی تارون سے بنائے ہوئے تکئے تکیے ڈبیا ان ڈبیان تیار کرتی تھین۔ قریب شام کے جب آنکھین اس باریک کام کرنے سے عاری ہوجاتی تھین۔ اور طلائی و نقرئی تارون کا فرق غیر محسوس ہوجاتا تھا اُسوقت بیگم صاحبہ اپنے خاص کمرے مین آکر اُس کھڑکی مین بیٹھ جاتی تھین۔ جو باغ کی طرف تھی اور گلاب کے خوبصورت پھول نسرین ونسترن کے صاف شفاف غنچون اور خدا کے بنائے ہوئے درختون اور مناون کی سبز ٹہنیون سے اپنی نظر کو تازگی بخشتی تھین۔ سبزہ و ترکا ہوائے سرد سے اٹکھیلیان کرنا۔ دہقان بسنر بوئی نئے بیٹھکر مُرغان نواسنج کا چہچہانا آفتاب قریب الختم زردشتی کا عکس جوانی کی بہار کا ہمیشہ یاد رہنے والا۔ فوٹو اُسکی نگاہ کے سامنے پیش کر کے اُسکے دل کو کسیقدر تسکین دیتے تھے۔ چمپا جب اس کام سے فرصت کرتی تھی تو فوراً باغ کے دروازے پر جاکر کھڑی ہوتی تھی۔

ایک روز حسب معمول شام کے وقت چمپا باغ کے دروازے پر کھڑی ہوئی تازہ پھولونکی بہار دیکھ رہی تھی اور خدا جانے کن کن اُمید افزا خیالات کا دریا اُسکے سینے مین موجزن تھا۔ جس مقام پر یہ کھڑی ہوئی تھی وہ شاہزادے کے محل کے بالکل مقابل تھا۔ مریم و گلابی نے بھی اتفاقاً اسکو دیکھ لیا اور سیدھی اسکے پاس آگئین۔ یہ دونون عورتین دراصل بڑی بیگم سے ملنے کیلئے آئی تھین چونکہ یہ دونون چمپا کے ساتھ کھیلی تھین اور اس سے محبت بھی رکھتی تھین۔ اسلئے اور بڑے اصرار سے اسکو اپنے ہمراہ شاہزادہ کے محل مین لیگئین۔ یہان معمولی خاطر و مدارات کے بعد عورتون کی عادت قدیمہ کے مطابق خانگی معاملات پر گفتگو شروع ہوتی۔ ان دونون نے پہلے شاہزادہ کے حسن وجمال کی ضرورت سے زیادہ مدحسرائی

کی اور اُسکے بعد شاہزادہ کے عادات و اطوار اور اُن عورتون کے متعلق تذکرہ کیا جو اُس کی منظور نظر تھین۔ دوران گفتگو مین شاہزادے کی مختلف دلچسپیون اور اپنی محل کی عورتون کیساتھ حسن سلوک کا بھی تذکرہ کیا۔ اُن ہزارون عورتون کے نام بھی بطور قصّہ کے بیان کیے جو گانے ناچنے اور کھیل تماشہ کے گروہ سے متعلق تھین ان دونون نے ان تمام واقعات کو کچھ ایسی دلچسپی سے بیان کیا کہ بھولی بھالی چمپا کے دل پر اس کا کافی اثر پڑا اور خاص طور پر گلابی اور مریم یہ متفقہ لفظ چمپا کے قلب مین چٹکیان لے رہے تھے کہ "بہن ہم تم سے سچ کہتی ہین کہ آجتک شاہزادہ سے زیادہ حسین و خوبصورت جوان ہماری نگاہ سے نہین گذرا ہم نے بہت سے لوگون کو دیکھا لیکن واقعی یہ خاندان جیسا کہ مشہور ہے اپنے یہان کے مردون کی خوبصورتی کا جواب نہین رکھتا ہم نے اُس نگارخانہ کی بھی سیر کی جہان پچھلے نوابون کی تصاویر محفوظ ہین اور اس کا بخوبی اندازہ کر لیا کہ ۔۔ حسینان جہان کو کیا جمال ہے نسبت سپہر حسن پر یہ چاند ہے گویا ستارون مین +

چمپا کو اس سے پیشتر نہ تو دارالتصاویر کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا اور نہ اس نے شاہزادہ کے چہرۂ دلکش کی زیارت کی تھی لہٰذا آج جب اس نے اُن تصویرون کو دیکھا تو اُسنے اُن مین سے شاہزادہ کی تصویر کو اُسی طرح ترجیح دی جس طرح گلابی و مریم دے رہی تھین۔ چمپا تھوڑی دیر تک اور ان لوگون کے پاس بیٹھی رہی اور اسکے بعد بادلِ ناخواستہ اپنے محل مین چلی آئی۔

ایک روز صبح کیوقت بستر استراحت سے اُٹھتے ہی چمپا نے دیکھا کہ آج خلاف معمول مکان کی صفائی ہو رہی ہے اور ہر طرف ایک خاص چہل پہل نظر آ رہی ہے وہ کمرے جو کس مپرسی کی حالت مین پڑے ہوئے تھے۔ سجائے جا رہے ہین۔ اس نے جلدی جلدی ان سجے ہوئے کمرون کی سیر کی اور اس حیرت انگیز سجاوٹ کو دیکھکر بیحد متحیر ہوئی وہ ان تمام عجائب و غرائب کو دیکھتی ہوئی بیگم صاحبہ کی خدمت مین سلام کی غرض سے حاضر ہوئی اُن کو اُسنے آج خلاف معمول مسکراتے ہوئے پایا یہ صفائی اور درستی اسی طرح دن بھر جاری رہی۔ اسکو لوگون کی زبانی معلوم ہوا کہ آج نواب صاحب اور شاہزادہ دونون بیگم صاحبہ سے ملنے کیلئے آنے والے ہین۔ اسکے دل مین نگارخانہ کی سیر کے بعد سے شاہزادہ کا بے زبان و بے حس حرکت جسم نقش کالحجر بنا ہوا تھا آج اُسکو اس خبر سے اپنی محبوب شے کے دیکھنے کی اُمید بندھی اور اسنے سمجھ لیا کہ آج کی شام اُسکی زندگی مین قابل یادگار شام ہوگی۔

چمپا کے دل کو آج قرار نہ تھا کبھی اندر آتی تھی کبھی باہر جاتی تھی دمبدم دھوپ پر نظر ڈالکر دن ڈھلنے کا انتظار کر رہی آج کا دن اُسکے لیے پہاڑ ہو گیا تھا۔ بار بار گھبرا کر باغ کے دروازے پر چلی جاتی تھی اُسکو جسقدر شاہزادے کے دیدار کی خوشی تھی اُسیقدر ناامیدی اور مایوسی کی ناقابل برداشت تصویر بھی آنکھون کے سامنے تھی۔

ایسی محویت مین شام ہو گئی اور دفعتاً اُسکے کان تک ستار کی سُریلی آواز آئی جو نواب صاحب کی آمد کا نشان تھی۔ چمپا نے فوراً اپنے آپ کو ٹوٹ کے کواڑون کے آڑ مین پوشیدہ کر لیا اُسنے دیکھا کہ پہلے بہت سے خادم گذرے اور اُن کے بعد بیگم صاحبہ اور نواب صاحب دونون ہاتھ مین ہاتھ دیئے آہستہ آہستہ چلے جا رہے تھے ان کے پیچھے کون تھا؟ وہی تھا جسکی تصویر اُسکے خانہ دل مین نقش تھی وہ اُسکو غور سے دیکھتی رہی اسوقت اُسکا خلقی حجاب و تبسم اُسکے لیئے دیوار بنا ہوا تھا۔

(۲)

شاہزادہ حقیقتاً اپنے حسن مین یکتا تھا۔ لیکن ابھی پختگی پیدا نہین ہوئی تھی جسکو ہر شخص محسوس کر سکتا تھا چنانچہ ایک نوجوان لڑکی نے جو چمپا کے پس پشت کھڑی ہوئی شاہزادہ کی آمد کا تماشہ دیکھ رہی تھی اُسنے شاہزادے کی چہرے کی ساخت اور اظہار تہور و مردانگی کے متعلق بہت کچھ کہا اُسکے جواب مین چمپا نے مڑ کر پلٹ کر اُسکو ایک حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھا۔

حرمسرا کی لاجواب سجاوٹ اور چہل پہل نے چمپا کے دل پر مطلق اثر نہین کیا دوسرے باغ مین چلی گئی جہان اُسوقت سوائے چمکدار ستارون کی غیر محسوس ہنسی کے اور کچھ اس خوش قسمت کے تختہ مین ایک پتھر پر جا کر گر پڑی۔ ہوا کی تیزی کی وجہ سے خشک و تر پتیان اور گلاب نازک نازک پنکھڑیان چارون طرف سے اُڑ اُڑ کر اُسکی اس بے کسانہ زندگی پر نثار ہو رہی برابر اندھیرے کی سیاہ چادر اُسکی بے تابانہ حالت پر پردہ ڈالے ہوئے تھی۔

ہر چند وہ بھی شاہزادہ نواب صاحب کے ہمراہ محل مین آیا ضرور تھا لیکن اُسکے لیئے اس محل کی ہو زیادہ دل چسپ نہ تھی وہ اپنے والدین کے ہمراہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے مین بددلی سے جاتے محض بنظر سرسری اس پورانی وضع کی سجاوٹ کو دیکھ لیتا تھا۔ نواب کی نگاہ مین یہ تمام سامان

حضور معلوم کرنا چاہتے ہین کہ وہ تصویر کہان ہے -

شاہزادے نے زبان سے تو کچھ نہین کہا مگر سر ہلا کر اُسکے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا - پنّا نے آگے بڑھکر قفل کھولا اور زور سے دروازے کو دھکا دیا - ایک عرصہ سے بند ہونے کیوجہ سے کواڑ سختی سے کُھلے اور اُن کے کھلنے کی آواز دور تک پہونچی - دروازہ کُھلتے ہی پنّا اندھیرے مین اندر داخل ہوئی شاہزادہ کی ہمت آگے قدم بڑھانے کی نہین پڑی - چمپا بھی لیمپ لیئے اپنے مقام پر بت کی طرح خاموش کھڑی ہو گئی -

پنّا نے اندر پہونچکر اس قسم کی آواز دی کہ گویا اوس کمرے کے جسم بے جان مین جان آگئی ہے اسکی آواز کا مطلب یہ تھا کہ اس طلسمی اور تاریخی کمرے کی سیر کرنے والے اندر چلے آئین - چنانچہ سب سے پہلے چمپا نے کمرے کے اندر قدم رکھا اور اسکے بعد شاہزادہ اور اُسکے جلیس داخل ہوئے - یہ مختصر کمرہ بہت ہی نفاست سے سجایا گیا تھا اگرچہ امتداد زمانہ سے مخملی پردون بچھوائیون اور ایرانی قالینون پر گرد و غبار کی ایک نئی تہ چڑھ گئی تھی سنہری اور روپہلی تار گرد کی وجہ سے نظر نہین آتے تھے مگر لیون کے چارون سے ہر طرف ڈوریان کھنچی ہوئی تھین - دیوارون پر خاک کی تہ جمی ہوئی تھی - درمیان کمرے مین ایک خوبصورت مسہری تھی جسپر پھولون کا ڈھیر تھا دوسری طرف دیوار سے متصل ایک بڑا قد آدم آئینہ رکھا ہوا تھا جو بیچ مین سے دو حصّون مین منقسم تھا اور اُسکے دونون طرف دو طلائی شمعدان استادہ تھے - جو اپنی نوعیت مین لاجواب تھے -

جیسے ہی شاہزادہ نے کمرے کے دروازے مین قدم رکھا اُسکے جسم کا عکس آئینہ مین پڑا - چمپا دفعتاً جھجک گئی - کیونکہ وہ نہین کہہ سکتی تھی کہ یہ کس کا عکس ہے اُسنے پیچھے پھر کر دیکھا مگر کوئی شخص نہ تھا جس کا وہ عکس سمجھا جاتا - اُسکو اگر یہ خیال گزرتا تو کچھ بیجا نہ تھا کہ اُسکی نظر خطا کر رہی ہے مگر اُسنے وہ تمام ذرائع استعمال کر لیئے جو ایسے موقعہ پر فوری استعمال کیے جا سکتے ہین اُس نے آنکھون کو اپنے دوپٹہ کے آنچل سے صاف کر لیا منھ پر ہاتھ پھیر لیا مگر سوائے اسکے اور کچھ نظر نہین آیا کہ آئینہ کے بالمقابل ایک اور شکل اُسی دلکش تصویر کی ثانی کھڑی ہوئی ہے جسکے تیغ ابرو کا گھایل دل اُسکے سینے مین تھا - یہ کیا تھا - ؟

پنّا کی آواز پھر بلند ہوئی - شاہزادے اپنے سامنے دیکھیے - آپکے سامنے آپکے بزرگ کی تصویر

شاہزادہ۔ اس کمرے کا دروازہ مقفل کیون ہے اور اس مین کیا چیز رکھی ہوئی ہے۔
چمپا۔ کو اپنے ہوش مین ایک دن بھی ایسا یاد نہ تھا جب یہ دروازہ کھولا گیا ہو اسنے ہمیشہ اسکو اسیطرح مقفل دیکھا لہذا شاہزادہ کے سوال کا جواب نہ دیسکی۔ اور اس فکر مین سر جھکا کر کھڑی ہوگئی کہ مین کیا کہون۔ ابھی یہ کچھ جواب نہین دینے پائی تھی کہ ایک گوشے سے واقفکار بڈھی پنّا لکڑی ٹیکتی کمر پر ہاتھ رکھے جلد جلد قدم اُٹھاتی ہوئی شاہزادے کے سامنے آئی۔ پیرانہ سالی کیوجہ سے اب اسکی حالت بہت زیادہ ردّی ہوگئی تھی۔ جسم مین گوشت کا نام باقی نہ تھا۔ صرف پوست و استخوان نظر آتے تھے گردن پر سر سنگ لرزان کے بنے ہوئے گنبد کی طرح ہل رہا تھا قد بجائے تیر جانستان کے کمان کیانی بنگیا تھا منھ مین دانتونکا نام و نشان ہی نہ تھا چہرے پر جھریان پڑ گئین تھین۔ شاہزادہ اسکے ہئیت کذائی سے کسی قدر خایف ہو کر پیچھے کی طرف ہٹگیا۔ مگر پنّا نے آگے بڑھکر جھُک کر سلام کیا اور باادب عرض کیا۔

پنّا۔ حضور اس قدر خوف زدہ نہون یہ کنیز ہی پہلی عورت ہے جسکی گودیون مین اوّل اوّل حضور نے پرورش پائی ہے چونکہ بڑھاپے نے اب میری حالت کو بالکل تبدیل کردیا ہے اب کچھ نفس شماری باقی رہگئی ہین جنکو پورا کررہی ہون لہذا حضور کا نہ پہچاننا تعجبات سے نہین۔ ابھی ابھی حضور والا نے چمپا سے اس بند کمرے کے متعلق سوال فرمایا تھا یہ بیچاری کم عمر بچی اسکے متعلق کیا جواب دے سکتی تھی۔ لہذا مین نے باوجود کمزوری کے مناسب خیال کیا کہ خدمت اقدس مین حاضر ہو کر قدمبوسی ہی حاصل کرلون اور اس بند کمرے کے حالات سے بھی مطلع کردون۔ چمپا ہی نہین بلکہ اس محل کے تمام رہنے والے۔ اس کمرے کے حالات سے بالکل ناواقف ہین کیونکہ یہ ہمیشہ اسی طرح بند رہتا ہے اور کوئی شخص آجتک اس کے اندر نہین گیا ہے۔ مگر چونکہ کنیز اُسوقت موجود تھی جب اس کمرے کے صاحب واقعہ لوگون کی زندگی کا خاتمہ ہوا ہے اور آپکی پردادی یعنی ملکہ اعظم نے اس کمرے کو بند کیا ہے جنابہ مرحومہ نے مجھکو سب سے زیادہ قابل اعتبار خیال کرکے اسکی کنجی بھی مجھ ہی کو سپرد فرمائی تھی۔ آج پچاس سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا اُسوقت سے آجتک وہ کنجی نہایت حفاظت سے میرے پاس محفوظ ہے۔ حضور نے غالبًا اپنے پردادا کے انتقال پُرملال کی پُرحسرت داستان سُنی ہوگی۔ مین نہایت وثوق کیساتھ عرض کرتی ہون کہ تمام خاندان مین ایک حضور ہی کی ذات والاصفات ایسی ہے جو حسن مین اُن مرحوم کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ آپ کے نگارخانہ مین اُنکی تصویر موجود نہین ہے کیا

اِس گفتگو کے بعد چپا چپا کے کمرے سے چلی آئی اور صبح کو تاروں کے چھاؤں میں شاہزادے کے جوش محبت میں اس صادق المحبّت عورت نے بادیہ پیمائی کی تکلیف گوارا کی اور بغیر کسی کو اطلاع کیے ہوئے تمام مکان پر ایک حسرت و یاس کی نظر ڈالکر روانہ ہو گئی۔

رحمت حسب معمول اپنے مکان کے دروازے مین صبح آٹھ بجے آکر بیٹھا اُسنے پہلے اپنی چارپائی بچھائی تکیہ رکھا اور اُسکے بعد چلم مین عمدہ خمیرہ تمباکو رکھکر توا بھرا۔ یہ آگرہ مین نہایت کثیر الاحباب شخص تھا۔ اسکے دوست احباب صبح ہی سے اسکے پاس آجایا کرتے تھے بڑھاپے کی وجہ سے یہ خود تو اس قابل تھا نہین کہ کہین جا سکے۔ مگر اسکے ہم عمر ملنے والے اسکی دلچسپی کی غرض سے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ آجکل جاڑون مین وہ دھوپ مین بیٹھا کرتا تھا۔ آج خلاف معمول ابتک اس کا کوئی دوست اس سے ملنے کیلئے نہین آیا تھا۔ خمیرہ جو شعلہ دینے لگا اور وہ اسی حرج مین خاموش آنکھین بند کیئے حقہ کے دم کھینچ رہا تھا۔ اس نے ابھی دو ہی کش لیئے تھے۔ کہ دروازے کی کنجی ہلی اور یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس سے ملنا چاہتا ہے۔ اسکے دوستون مین کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اس خاموشی سے کنڈی کھٹکھٹاتا اس نے اُٹھ کر زنجیر کھول دی۔ جسکے چند ہی منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک شخص اندر داخل ہوا چونکہ رحمت نے پھر حقہ کے مزے لینے کیلئے آنکھین بند کر لی تھین لہذا آنے والا اُسکی چارپائی کے روبرو خاموش استادہ ہو گیا رحمت کچھ دیر تک استغراق کے عالم مین رہا کیونکہ وہ اپنے دوستون کی طبیعت اور انداز سے واقف تھا۔ کہ وہ اس خاموشی کے ساتھ نہین بیٹھ سکتے مگر اُسنے جب یہ محسوس کیا کہ آنیوالے لبون پر مُہر سکوت لگی ہوئی ہے تو اُس نے آنکھین کھول دین۔ اُسکو یہ دیکھکر سخت تعجب ہوا کہ آج اُسکے سامنے بجائے بوڑھے سفید ڈاڑھی والے کسی دوست کے ایک نوجوان خوبصورت عورت برقعہ پہنے کھڑی ہوئی ہے۔ یہ حیرت کا پتلا بنگیا اُسکی سمجھ کام نہین کرتی تھی۔ وضع و پوشش سے اُسکی سمجھ مین یہ تو آتا تھا۔ کہ یہ عورت نواب کے حرم سے آئی ہے لیکن اُسکے ساتھ ہی ساتھ اُس کا بُت کی طرح خاموش استادہ رہنا متعجب کر رہا تھا۔ یہ بھی خیال گزرتا تھا۔ کہ حرمسرا سے اسکے آنیکی کوئی وجہ نہین ہو سکتی۔ غرضکہ وہ ایک عجیب مخمصے مین گرفتار تھا۔ آخر کار آنیوالے نے خود اس مہر سکوت کو توڑا۔ کیا آپ براہ کرم یہ بتلانے کی تکلیف گوارا فرمائینگے کہ یہ مکان رحمت علی کا ہے۔

رحمت۔ ہان مین ہی ہون رحمت۔ تم کون ہو اور کہان سے آئی ہو۔

طیار ہو گا۔

امینہ (ہنسکر) حضور اُس شخص کو انعام مین کیا شے عطا فرمائین گے۔ جو ایسی زبردست قربانی کریگا۔

شاہزادہ (اُسی لہجہ مین) اپنی میری تمام املاک اُسی کی ہے۔

اسی قسم کی گفتگو کرتے ہوئے۔ اور تصویر عبرت کی زیارت کرکے یہ سب لوگ اس کمرے سے نکل کر واپس چلے گئے۔ چمپا نے بیگم کے کمرے تک شاہزادہ اور اُسکے ساتھیون کو پہونچا دیا۔



رات کو جب یہ دعوت ختم ہوگئی اور حرم سرا کی تمام روشنی گل ہو چکی ہر شخص آرام سے اپنے اپنے پلنگ پر پہونچکر نیند کے مزے لینے لگا تمام حرم سرا مین سوائے سونے والون کے خراٹون کے اور کوئی آواز باقی نہین رہی۔ اُسوقت چمپا اپنے کمرے سے اُٹھکر آہستہ آہستہ محل کے اُس کنارے والے کمرے مین پہونچی جہان اسکی پرورش کرنے والی ینّا رہتی تھی۔ کچھ تو اسوجہ سے کہ بوڑھے آدمی کی نیند کم ہو جاتی ہے اور کچھ اپنے پیچیدہ خیالات کی اُلجھن کیوجہ سے ینّا اب تک جاگ رہی تھی اُسنے جو اسکو آتے دیکھا تو پوچھا۔

ینّا۔ تم اسوقت رات مین کیون آئی ہو۔

چمپا۔ میری پیاری امان کیا تم اتنی مہربانی کروگی کہ مجھکو اُس شخص کا پتہ بتادو جس نے اس تصویر کو ختم کیا تھا۔

ینّا۔ (ذرا غور سے چمپا کی صورت دیکھکر اور کچھ دیر سکوت کرکے) تم اُسکا پتا کیون دریافت کررہی ہو۔ کیا تمھاری مرضی اس کام کے حاصل کرنے کی ہے۔ خدا کیلئے اس خام خیالی سے باز آؤ۔ میری پیاری بیٹی اسکو یقین مان لو کہ اس کام مین تم صرف دو ہی برس مین اپنی آنکھون کو کھو بیٹھوگی۔ بس اُسی پر قناعت کرو جو تمکو بیگم صاحبہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس تصویر کو جس شخص نے پایۂ تکمیل پر پہونچایا تھا اُسکا نام رحمت ہے۔ اور اُس نے اسکے ختم ہوتے ہی اس کام کو چھوڑ دیا اور اپنا تمام مال و اسباب بیچکر یہان سے آگرے چلا گیا۔ مجھکو قاسم کی مان سے دوسرے روز اسکی اطلاع ملی۔ کیون بیٹی کیا تمھارا جانیکا ارادہ قطعی اور یقینی ہے۔؟

چمپا۔ (دونون ہاتھ ینّا کے گلے مین حمایل کرکے) پیاری امان ہان یہ صحیح ہے کہ مین جلد جانے والی ہون۔

بنانے کی مشق کروائی اُسکے بعد جاندار کیڑے مکوڑے چھوٹی چھوٹی چڑیون کا عکس لینے کا سبق دیا جب اُسکا ہاتھ اس مین بھی پورے طور پر صاف ہو گیا تو بڑی بڑی چیزون کی تصویر کی طرف توجہ کی۔ چمپا گرچہ اس کام مین بہت کچھ دلچسپی لے رہی تھی۔ مگر اُسکے روبرو ہمیشہ اُسکے معشوق شاہزادے کی تصویر رہتی تھی۔ اور دل آرزومند کا بار بار یہی تقاضہ ہوتا تھا۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو اُس امید افزا کام کو شروع کر دیا جائے۔ لیکن رحمت کی دیر طلب اور نکتہ شناس طبیعت اُسکو کسی طرح آگے بڑھنے نہین دیتی تھی بلکہ مزید صفائی کی غرض سے اُس شاہراہ سے اور پیچھے ڈھکیل دیتی تھی جہان وہ چلنا چاہتی تھی۔ اسی صورت سے چمپا کو ایک سال گذر گیا۔ اور اب اُس کا ہاتھ اور چیزون کے بنانے مین رحمت کے مرضی کے مطابق ہو گیا۔ اسی زمانہ مین اُس نے ایک تصویر ہندوستان کے مشہور عام عمارت تاج محل کی ایسی طیار کی کہ رحمت کو بھی یہ ماننا پڑا کہ ماہر سے ماہر مصور بھی اس سے بہتر تصویر نہین تیار نہین کر سکتا اور اسکی تعریف کرتے ہوئے اُس نے اس بات کو بھی کہہ دیا کہ اب چمپا شاہزادہ کی تصویر طیار کر سکتی ہے لیکن اگر وہ ایسی ہی محنت کریگی تو اُس کی نگاہ بہت جلد اس قابل نہین رہیگی کہ وہ اپنے معشوق کی تصویر بنا سکے۔

چنانچہ اُس نے اس خوف سے رات کا کام بند کر دیا اور دن مین بھی بعض وقت وہ اندھیرے مکان مین آنکھ بند کرکے بیٹھ جاتی تھی تاکہ اُسکی نظر شاہزادے کی تصویر کیلیئے قائم رہے۔

ایک زمانہ تک ساتھ رہنے کیوجہ سے فاطمہ پر چمپا کے حالات کا انکشاف ہونے لگا اور اور اُس نے بوجہ اسکے کہ اب وہ اپنے وعدہ کے مطابق اپنے کھانے کا صرفہ ادا نہین کرتی تھی کھانے کے انتظام مین ڈھیل ڈالنا شروع کر دی تھی۔ ایک وہ شخص جو اپنے کھانے کے اخراجات کا بھی پورے طور پر کفیل نہ ہو سکے وہ بیچے سلمے ستارے کے خرید کا بار کیونکر اُٹھا سکتا تھا۔ اسلیئے چمپا نے اپنا رات کا کھانا موقوف کر دیا صرف ایک ہی وقت اتنا کھا لیتی تھی جو اُس مین معمولی قوت قائم رکھ سکے۔ اور اس انتظام سے جو کچھ روپیہ بچا وہ اُس نے زردوزی کے سامان کی خرید مین صرف کیا۔ لیکن یہ اُسکی ایک سخت غلطی تھی جس کا اُس نے خمیازہ بھگتا۔ اور رحمت کے قول کے مطابق اُسنے خود اس بات کو محسوس کیا کہ اُسکی نگاہ روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ مگر پھر بھی اُس نے اپنی نامردی سے اس بین ثبوت کو کالعدم کر دینا چاہا۔ اُسکو اب سنہرے اور روپہلے سلمے ستارے مین مشکل سے فرق نظر آتا تھا۔ نظر کی کمزوری کام مین رکاوٹ ڈالتی تھی اُسنے اس خیال سے کہ ابھی تصویر کے بننے مین بہت عرصہ ہے۔ اور نگاہ جواب

چمپا۔ میرا نام چمپا ہے۔ اور مین نوابون کی محل سرا سے آئی ہون

نواب کے محل کی عورت معلوم کرکے رحمت کو اپنے خیال کی تو تصدیق ہوگئی۔ لیکن اب یہ فکر ہوئی کہ اسوقت ایسے دور دراز مقام سے آگرہ آنے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ اُس نے سوال کیا۔

"تمکو مجھ سے کیا کام ہے اور کس نے یہان بھیجا ہے۔"

چمپا۔ مجھکو کسی شخص نے نہین بھیجا ہے مین خود اپنی غرض سے حاضر ہوئی ہون اور آپکی عنایت و مہربانی کی متمنی ہون۔

"اے غریب لڑکی تم نے مکان کی تلاش مین دھوکا کھایا۔ مین خود ایک غریب آدمی ہون اپنی گذر بمشکل تمام کرتا ہون تم مجھ سے کسی چیز کی کیا امید کرسکتی ہو۔ یہان امرا کے بہت سے مکانات موجود ہین وہان جاؤ وہ لوگ تمھاری اعلی قدر مراتب دستگیری کرینگے۔

چمپا۔ (زیرلب مسکراکر) مین آپسے روپیہ کی خواہشمند نہین ہون مینے جس چیز کا سوال کیا ہے وہ ایک اور زبردست شئے ہے۔ مین صرف اِسکی خواہش مند ہون کہ براہ نوازش مجھکو سلمے ستارے سے کام بنانا سکھلا دیجئے۔

چمپا کے اس جوابسے کہ وہ روپیہ پیسے کی خواہش مند نہین ہے بوڑھے رحمت کے خیالات کو بالکل تبدیل کردیا اُسکو دنیا مین سب سے زیادہ زردوزی کے کام سے محبت تھی اس نے صرف اپنی آنکھو نکے جانے کے خوف سے اسکو ترک کردیا تھا۔ لہذا اوّل تو اُسنے چاہا کہ اسکی استدعا کو رد کردے مگر پھر کچھ خیال کرکے منظور کرلیا اور چند باتین اُسکو اُسی وقت بتلائین بھی لیکن یہ کام ایسا تو تھا ہی نہین کہ چمپا کو ایک ہی دن مین سکھایا جاسکتا۔ اسلیئے اُسکو ٹھہرانا لازمی تھا مگر اب دقت یہ تھی کہ رحمت کے مکان مین کوئی عورت نہ تھی یہ تنہا اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ محلے کی ایک عورت فاطمہ نام اُس کا کھانا وغیرہ پکا دیا کرتی تھی۔ رحمت نے اُسی کو بلاکر اُس سے کہا کہ وہ چمپا کو اپنے مکان مین ٹھہرائے چنانچہ ایک بہت بڑے معاوضہ پر وہ اُسکے لیے طیار ہوگئی اور قسمت نے بجاے نوابون کے محلات کے فاطمہ کا ذلیل جھوپڑا رہنے کیلیئے دیا۔ جسکو ایسے وقت اُس نے غنیمت سمجھا۔ چمپا اپنا دن کا تمام وقت رحمت کے پاس صرف کرتی تھی۔ اب تک تصویر کا کام نہین شروع ہوا تھا۔ کیونکہ یہ اس کام سے بالکل ناواقف تھی۔ رحمت اس سے ابھی مختلف رنگ کی تصویرین بنواتا تھا۔ پہلے اُس نے پھول اور درخت کی تصویرین

دے رہی ہے - رات کو بھی کام شروع کر دیا تھا - اب چراغ کی روشنی بھی اسکی کافی مدد نہین کر سکتی تھی اس عرصہ مین شمالی ہوا چلنے لگی اور جاڑے کی آمد شروع ہو گئی دن کے وقت چمپا اپنے بستر سے اُٹھی مگر وہ گھر سے باہر نہ نکلی اُسنے یہ ارادہ کر لیا کہ وہ گھر ہی مین بیٹھکر اس کام کو ختم کریگی - درختون پر خزان آئی پتے جھڑنے لگے - جمنا کا نیلا پانی آفتاب کی کرنون سے سنہری چادر نظر آنے لگا - مکان سے باہر کی دنیا چمپا کی نگاہ مین اجنبی تھی اور وہ اپنے کام مین مشغول تھی -

اب تصویر قریب الختم تھی اور اُسکی ضرورت نہ تھی کہ چمپا رات کو بیٹھکر محنت کرے اُس کا قطعی خیال یہ تھا کہ کل دوپہر تک وہ اُسکو ختم کر لیگی - لہذا چمپا ایک پژمردہ حالت مین دروازے کے قریب آکر کھڑی ہو گئی - ہر شے کی رونق دزد خزان کے ہاتھون لٹ چکی تھی درختون مین پتے کا نشان تک نہ تھا ہر نخل خشک اور غیر دلچسپ نظر آ رہا تھا - اس وقت چمپا اُس رات کو خیال کر رہی تھی جب وہ تصویر کشی کی دھن مین مکان سے نکلی تھی

فاطمہ دیر تک حقہ کے دم لگانیکے بعد اپنے مقام سے رحمت کے پاس گئی اور کچھ دیر کے بعد واپس آئی اس عرصہ مین چمپا بھی اپنے کمرے مین آکر بیٹھ گئی اِس نے تھوڑی دیر کے بعد پھر اپنے کام کو شروع کر دیا کیونکہ وہ یہ چاہتی تھی کہ جسقدر جلد ممکن ہو اس کام سے فرصت کرکے آگرے سے روانہ ہو جائے چنانچہ اُسنے اپنی روانگی کے تمام ضروری انتظامات بھی کر لیئے تھے - لیکن شام کا اندھیرا بہت جلد پھیلنے لگا - کمرے مین تو پہلے ہی سے اندھیرا تھا - مگر یہ شام ہو جانے کی وجہ سے نہ تھا - کیونکہ ابھی چند ہی منٹ پہلے فاطمہ اپنے صبح سویرے کے کام کاج کیلیئے نکلی تھی - چمپا کو خیال گذرا کہ شاید ابر کی وجہ سے اندھیرا ہے لہذا وہ باہر آئی - لیکن ایک ٹکڑا بھی ابر کا آسمان پر نہ دکھائی دیا - پھر خداوندا یہ کیا تھا - اور یہ کیسی سیاہی تھی جو اس تیزی سے اُسکی آنکھون مین سما رہی تھی - کیا یہ وہی منحوس اور ہمیشہ قائم رہنے والی مصیبت تھی - جسکے لیئے جہان دیدہ پتا - اور بڈھے رحمت نے پیشینگوئی کی تھی - لیکن افسوس چمپا پر اسوقت وہ مثل صادق ہو رہی تھی کہ جب آنکھون کی سوئیان باقی رہگیئن اُسوقت نیند آ گئی یا یہ کہ ؎

قسمت کو دیکھیئے کہ کہان ٹوٹی جا کمند ۔۔۔ دو چار ہاتھ جبکہ لب بام پر رہ گیا

چمپا تمام تصویر قریب قریب طیار کر چکی تھی - صرف جسم کی جان اور حسن کی روح شاہزادے کی دل کش اور تیر افگن آنکھین بنانا باقی رہگئی تھین - اس کے دل پر اس کا ایسا سخت اثر پڑا کہ اُس کا تمام جسم کانپ گیا دل بیٹھنے لگا - افسوس اُسکی وہ تمام محنت جو اُس نے اپنی جان بیچ کر کی تھی - صرف

چند منٹ کا وقفہ نہ ملنے کے وجہ سے ناتمام رہی جاتی تھی وہ اسی رنج و غم مین زمین پر اوندھی گر پڑی اور جلد بے نور ہو جانے والی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے آہ اسوقت اُس پر یہ شعر پوری طرح پر صادق تھا۔

حسرت پر اُس مسافر بیکس کے روییئے جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

دیر تک زمین پر پڑے رہنے کے بعد اُس نے پھر سر اُٹھایا اور خیالات کو مجتمع کیا اب اُسکی نگاہ کے روبرو اس کے معشوق طرح دار کی تصویر موجود تھی جسکے ہر عضو پر حسینان جہان قربان ہوتے مگر افسوس ہے کہ آنکھین جو در اصل خوبصورتی کی روح روان ہین اب تک بالکل خالی تھین حلقۂ چشم موجود تھے مگر دیدے اور پتلی کی جگہ خالی تھی۔ یہ چیبانے اس وقت اُن نفوس قدسی کا عزم و استقلال دکھلایا جو اولیا اور انسان اعظم کے لقب سے یاد کیئے جاتے ہین۔ اس نے اپنے دلکو قابو مین کیا طبیعت کو روکا اور پھر کام کی طرف متوجہ ہوئی چونکہ اندر کمرے مین ٹھیکر ڈورے نظر نہین آتے تھے لہذا باہری دروازے کے قریب آکر بیٹھ گئی اور سخت محنت و جانفشانی سے اپنے معشوق شاہزادہ کی متوالی آنکھون کی تصویر بنا ہی لی۔ اب تمام کامون سے اُسے پورے طور پر فرصت ہوگئی تھی۔ اور وہ خود کھڑی ہوئی اس تصویر کا بغور مطالعہ کر رہی تھی حقیقت مین یہ تصویر اُس تصویر سے کم نہ تھی جو نواب صاحب کے حرم مین اسکی نگاہ سے گذری تھی۔ اسکو اسکے پورے ہونے کی بڑی خوشی ہوئی اور چہرے پر آثار سرور انبساط نمایان ہوگئے۔ لیکن آہ! چند ہی منٹ مین اُن آنکھون پر ہمیشہ کیلیے پردہ پڑ گیا جنھون نے ایسی نادر روزگار تصویر طیار کی تھی۔ سر در و دیوار نے اسکی اس یوسانہ حالت پر زبان حال سے یہ شعر پڑھا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدی کہ بہار آخر شد

---

(۴)

ابھی پورے طور پر صبح نہین ہوئی تھی۔ آسمان کے قدرتی لیمپ یعنی ستارے ابتک روشن تھے ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چل رہی تھی اسوقت دو عورتین آگرہ کی اُس سڑک پر سفر کر رہی تھین جو شہر سے باہر جاتی ہے۔ ان دونون مین ایک بوڑھی تھی جسکے ایک ہاتھ مین ایک گٹھری اور دوسرے مین اپنی ساتھ والی نوجوان عورت کا ہاتھ تھا۔ دوسری عورت کامل حسین و نوجوان تھی۔ مگر قدرت نے اُسکو نور بصر سے معذور کر دیا تھا اسکے

بغل مین بھی ایک بنڈل تھا جسکو وہ اپنے برقعہ مین چھپائے ہوئے تھی - یہ دونون عورتین آہستہ آہستہ یکسو تنہا سفر کر رہی تھین -

بوڑھی - (دفعتاً ذرا زور دار آواز سے) اب مین زیادہ نہین چل سکتی مرے پاؤن بالکل شل ہوگئے ہین تم کیون نہین کچھ دیر آرام لیلیتی ہو نواب ہونگی حرمسرا اب یہان سے کچھ زیادہ دور نہین ہے - محلات کے سفید سفید میتیار صاف نظر آرہے ہین -

اندھی لڑکی اُسکے حکم کے مطابق بیٹھ گئی - جس مقام پر یہ دونون بیٹھی تھین - یہان نواب صاحب کے بزرگون نے ایک آم کا باغ لگا دیا تھا جسکے چند درخت ابتک بھی موجود ہین - چنانچہ ان دونون نے انھین درختون کے سایہ مین دھوپ سے پناہ لی - بڈھی عورت خاموش رہنے کی عادی نہ تھی وہ تمام راہ بھی بکتی ہوئی آئی تھی - اور یہان بھی اُس نے خاموش بیٹھنا پسند نہین کیا چنانچہ اُسنے اپنی ہمراہی سے کہا -

بوڑھی - تمکو اسکی خبر ہے کہ فاطمہ نے مجھکو تمھارے ہمراہ کرتے ہوئے کیا کہا تھا - اُس نے بیان کیا تھا کہ تم نواب صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتی ہو - اور تمھارے پاس بہت کافی دولت موجود ہے پھر سمجھ مین نہین آتا کہ تم نے اسقدر دور دراز سفر پیدل طے کرنے کا کیون ارادہ کیا -

اندھی لڑکی - (سر اُٹھا کر اور سوال کرنے والے کیطرف رُخ کر کے) اماں مین نواب صاحب کے خاندان سے کوئی تعلق نہین رکھتی ہون - مین صرف اُنکے یہان زمرہ ملازمان مین داخل ہون - مرے پاس جو کچھ روپیہ تھا وہ سب صرف ہو چکا -

بوڑھیا - تم نواب صاحب کے یہان کی ایک ملازمہ ہو یہ فاطمہ بھی ایک بڑی جھوٹی عورت ہے کیون تمھاری آنکھین کیسے جاتی رہین -

لڑکی (کسیقدر مسکرا کر) مین نے اپنی نظر خدا کے نذر کر دی -

قبل اسکے کہ اُسکی زبان سے یہ فقرہ پورے طور پر ادا ہو لے نوراً آنکھون سے دریائے اشک اُمڈ کر زرد زرد رخسارون پر آگیا -

بڑھیا - بیٹی نہ روؤ واقعی تمھاری بدقسمتی تمھارے لیئے سخت تکلیف دہ ہے - میری بھی ایک بچی موجود ہے جو ستر برس کی عمر مین اندھی ہوگئی ہے اُسکی وجہ سے صبح سے شام تک ہم لوگون کو بہت دقت ہوتی ہے - لیکن تمھاری بدقسمتی مین شک نہین کہ تم جوانی مین اندھی ہوگئی ہو - کیون بی بی -

تمھارے اس گٹھری مین کیا شے ہے - یہ سونا ہے یا چاندی - مین دیکھتی ہون کہ تم اُسکی بہت زیادہ حفاظت کر رہی ہو - بلکہ تمکو جان سے زیادہ عزیز ہے -

لڑکی - امان یہ سونے چاندی سے کہین زیادہ بہتر و برتر ہے - مین نے اسکو اپنی جان کی قیمت دیکر خریدا ہے -

بڑھیا - (ایک مشکوک نگاہ ڈالکر اور اپنے آپ سے) سونے چاندی سے زیادہ قیمتی ایسی چیز دُنیا مین کیا ہو سکتی ہے - غالباً کچھ جواہرات اس عورت نے نواب صاحب کے محل سے چُرائے ہین وہ اس گٹھری مین بندھے ہوئے ہین -

چونکہ چمپا اس دور دراز سفر سے بالکل چور ہو گئی تھی لہذا وہ ایک درخت کی جڑ پر سر رکھکر بے خبر سو گئی اور اس قدر سوئی کہ بالکل شام ہو گئی یہ تو اب بھی نہ جاگتی اگر اسکی ساتھی بڑھیا اُسکو نہ جگاتی - تم خوب سوئین تمام دن ختم کر دیا - لو اب جلدی چلو - کیا تمھارا یہ ارادہ ہے کہ آج حرمسرا مین نہ جاؤ -

چمپا (کھڑے ہوکر) امان تم مری گٹھری مجھے دو راہ کی خاک نے اُسکو بہت کچھ میلا کر دیا ہوگا -

اسکے بعد یہ دونون جلد جلد قدم اُٹھاتی ہوئین روانہ ہوئین - مگر یہ حرم سرا کے دروازہ پر اُس وقت پہونچین جب دروازہ بند ہو چکا تھا - ہر طرف چراغون کی روشنی ہو رہی تھی اور لوگون کی آواز آنا بند ہو گئی تھی -

چمپا (لوہے کے پھاٹک کے سامنے کھڑے ہوکر بڑھیا سے) لو یہ ... دربان کو دو اور اُس سے کہو کہ وہ مجھکو شاہزادے کے محل مین پہونچا دے -

روپیہ لیکر سنتری نے دروازہ کھولا اور چمپا کو اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوا - چونکہ چمپا اس مکان مین نئی نہ تھی - اُسکے قدم اس زمین سے بخوبی آشنا تھے - لہذا باوجود اندھے ہونے کے وہ بخوبی دربان کے ہمراہ جا رہی تھی - اثنائے راہ مین چمپا کے خیالات اُن پچھلے زمانے کی طرف جا رہے تھے - جب وہ اس محل مین رہتی تھی اُسکے تصور مین وہ جگہ دکھائی دے رہی تھی جہان باغ مین کھڑے ہوکر وہ شاہزادے کے محل کی طرف دیکھا کرتی تھی - اُس کو وہ کھڑکی یاد آ رہی تھی جہان بیٹھکر بڑی بیگم باغ کی سیر کرتی تھین -

وہ تعجب سے اس امر کو

خیال کر رہی تھی کہ کیا اب پنّا زندہ ہو سکتی ہے کیا اسوقت بیگم کھڑکی مین بیٹھکر ادھر دیکھ رہی ہون گی۔

چمپا رفتہ رفتہ اُس زینہ پر پہونچگئی جو شاہزادہ کے ملاقاتی کمرے مین جاتا تھا۔ اسوقت چمپا کے قدم آگے نہین بڑھتے تھے۔ دل ہاتھون اُچھل رہا تھا اور وہ تمام گفتگو جو اُسنے شاہزادہ کے سامنے کرنے کے لیئے سوچی تھی بالکل محو ہو گئی تھی۔ دربان نے اسکو چیمبرلین کے پاس پہونچا دیا جس نے اس سے کہا

"تو اب تم میرے ہمراہ چلو"۔

یہ اب اُس کے ساتھ روانہ ہوئی دوسرے کمرے مین پہونچکر اُس کو ایرانی قالینون کے نرم نرم رووُن سے اندازہ ہوگیا۔ کہ وہ شاہزادے کے کمرے مین ہے۔ یہان پہونچکر اس کا ہمراہی جھکا اور عرض کیا "ایک فقیرنی حضور کی نگاہ کرم کی امیدوار ہے"۔

یہان اسوقت کمرے مین شاہزادے کے سب متعلقین موجود تھے۔ لیکن چونکہ چمپا یہان اس سے پیشتر نہین آئی تھی۔ لہذا کسی کا اُسکو پہچاننا مشکل تھا اور خود شاہزادے نے اُسکو صرف ایک ہی مرتبہ دیکھا تھا چمپا نے قدمون کی آواز اور بولنے سے پہچان لیا۔ کہ شاہزادہ اُسکے قریب آرہا ہے چنانچہ اُس نے اسکے قریب پہونچکر کہا۔

شاہزادہ۔ کیون تم کیا چاہتی ہو۔

چمپا کی زبان سے ایک لفظ نہین نکلتا تھا۔ وہ بت کی طرح خاموش استادہ تھی اور شاہزادہ بار بار اس سے سوال کرتا تھا۔

شاہزادہ۔ تم یہان کیون آئی ہو اور کیا چاہتی ہو۔

چمپا۔ (مہین آواز مین) مین کچھ حضور کے نذر کرنیکے لیئے آئی ہون نہ کہ کچھ مانگنے۔

اس جواب سے تمام حاضرین کمرہ متحیر ہو گئے، اور ہر شخص اسکی صورت دیکھنے لگا۔ چمپا نے اپنے آپ کو شاہزادے کے قدمون پر گرا دیا۔ خود شاہزادے کو اُسکے جواب سے ایک تعجب ہوا اور کہا

شاہزادہ "حقیقت مین تمھارا عجیب سوال ہے"۔

چمپا نے فوراً گٹھری کھولکر شاہزادہ کے سامنے رکھدی اور اُس نے جلدی سے جھک کر اُسکو دیکھا اُسوقت چمپا کے پاؤن جواب دے رہے تھے وہ زمین پر بیٹھ گئی اُسے دفعتاً ایک آواز سنائی دی کہ یہ تو غلاف ہے اسکے اندر کیا ہے۔ اب قربانی کی قدر کا وقت تھا کہ یکایک اُس نے زور سے ہنسنے کی آواز

سنی اللہ اللہ یہ کیا ہوا چمپا کا تمام جسم کانپ گیا کہ کیا میری تمام زندگی کی تباہی یہی ثمرہ تھا کہ میری محنت پر قہقہہ بازی ہو۔ اسی عرصہ مین ایک مستانہ آواز سنائی دی کہ "کیا یہ عورت پاگل ہے کہ شاہزادے کے لیئے تحفتاً میلے چیتھڑے لیکر آئی ہے۔

اس آواز نے چمپا کے ہوش اُڑا دیئے۔ اُسکو شکل سے یقین آرہا تھا کہ میری گٹھری سے تصویر کے بجائے میلے کچیلے چیتھڑے نکلے ہین۔ مگر اُسکے اوپر اس ناکامی کا اس قدر اثر ہوا کہ اُس کا سر چکرانے لگا۔ تمام جسم کانپا اور وہ تھراکر شاہزادے کے قدمون پر گر پڑی اسکے جسم سے روح پرواز کر گئی وہ چند ہی منٹ مین مٹی کا ڈھیر ہو گئی۔

شاہزادہ (اپنے خادمون سے) اسکو یہان سے جلد اُٹھالیجاؤ۔ یہ مری نہین ہے۔ کسقدر بے ایمان عورت ہے ایک ساتھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ صبح کو مین نے ایک بڑھیا سے اسی قسم کا ایک عمدہ کام پایا تھا اور شام کو بھی اُسکے جواب کی اُمید تھی مگر دیکھیئے اِس جا یہ واقعہ ہوا۔

سب لوگ مردہ چمپا کو اُس مقام پر چھوڑ کر چلے گئے دیوار کے مقابل سے دو سفید چمکدار آنکھین اُسکی طرف دیکھ رہی تھین اور اسکی حالت پر مسکرا رہی تھین۔

چمپا کی حالت کو دیکھکر یہ کہنا پڑتا ہے کہ تقدیر تدبیر پر حاوی رہتی ہے۔ اس نے کیا چاہا تھا اور تقدیر نے کیا کر دکھایا ؏

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کارے کہ خدا کرد فلک را چہ مجال

(ترجمہ) حکیم ابوالبیان نسیم علوی



حضرت اکبر الہ آبادی کی وفات

افسوس کہ ۱۳ محرم ۱۳۴۰ھ یوم جمعہ ۳ بجے دن مطابق ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء کو لسان العصر حضرت مولانا سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی نے انتقال فرمایا۔ آٹھ روز مرض پیچش مین مبتلا رہے۔ رحلت سے دو روز پہلے بیہوشی طاری ہوگئی تھی اور کسی کو نہ دیکھتے تھے اور نہ پہچانتے تھے۔ زندگی کی آخری رات کو ہوش آیا۔ تو اُٹھ بیٹھے اور فرمایا عینک لاؤ۔ قرآن شریف لاؤ مین پڑھونگا۔ کہا گیا رات ہے صبح تلاوت فرمایئے گا نگاہ پر زور پڑیگا ارشاد ہوا کہ ابتک میری کوئی نماز تہجد سمیت قضا نہین ہوئی ہے نہ تلاوت کو ناغہ کیا۔ مین ابھی پڑھنا چاہتا ہون۔ یہ کہتے کہتے پھر غشی طاری ہوگئی۔ جمعہ کے دن مین گیارہ بجے دہلی سے الہ آباد پہنچا اسوقت سوائے حضرت کے فرزند سید عشرت حسین کے اور کوئی مرد احباب اور اقربا مین سے موجود نہ تھا۔ حضرت گاؤ تکیہ کے سہارے لیٹے تھے۔ آنکھین نیم باز تھین۔ پتلیان اوپر کو چڑھ چکی تھین۔ ناک کا بانسہ ڈھل گیا تھا۔ آخری پسینہ آرہا تھا سانس اکھڑ چل رہا تھا۔ پاؤن سمٹے ہوئے تھے۔ مین قریب بیٹھا تو عشرت میان نے کہا یہ خواجہ صاحب دہلی سے آگئے ہین۔ اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ مین نے ہاتھ کو اُٹھا کر چوما اور آنکھون سے لگایا۔ جب بھی بظاہر اُن کو خبر نہ ہوئی اسکے بعد مین حزب البحر آواز سے پڑھنے لگا اور جب فقرہ پڑھا۔ نِعْمَ الرَّبُّ رَبِّی وَ نِعْمَ الْحَسْبُ حَسْبُہٗ اچھا خدا میرا خدا۔ اچھا ٹھکانا میرا ٹھکانا۔ تو اُنھون نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا مین نے اُسکو پکڑ لیا تو حضرت نے میرے ہاتھ کو دبایا۔ مین سمجھا اس جملہ کی تکرار چاہتے ہین۔ چنانچہ کی گئی۔ پھر جب عَیْنُ اللّٰہِ نَاظِرَۃٌ اِلَیْنَا (خدا کی آنکھ ہماری طرف دیکھ رہی ہے) پڑھا تو اسی طرح میرے ہاتھ کو دبایا۔ اور مین نے کئی بار تکرار کی۔ حزب البحر کے بعد مین کلمے پڑھنے لگا۔ اور جب مین نے لاموجود الا اللہ پڑھا تو حضرت کے ہاتھ مین رعشہ کی سی جنبش ہوئی اور مین نے دیکھا کہ حضرت کے ہونٹھونکو جنبش ہے اور وہ بھی کچھ پڑھ رہے ہین۔ اسیطرح رفتہ رفتہ سانس ہلکا ہونے لگا اور تین منٹ باقی تھی کہ سانس ختم ہوگیا اور زندگی پوری ہوگئی

کئی سال سے وصیت فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجکو دہلی مین حضرت محبوب الٰہی کے پائین دفن کیا جائے۔ لیکن اس مرض الموت مین جبکہ عشرت میان صاحب پرتاب گڑھ سے نہ آئے تھے انکے بھانجہ راجہ میان سے ارشاد ہوا کہ تم اکیلے ہو مین مرجاؤن تو والد کے قبرستان مین دفن کردینا۔ مین نے میت کو دہلی لیجانے پر اصرار کیا عشرت میان بھی راضی تھے مگر تازہ وصیت کی بنا پر بعض اقربا نے الہ آباد مین دفن کرنا ضروری سمجھا۔ احد رات کو دس بجے اپنے والد کے پائین دفن ہوئے۔

حسن نظامی

تنقید مکتب

دیباچہ صحت ۔ مولفہ جناب ڈاکٹر الطاف حسین خان صاحب (علیگ) ایل ۔ آر ۔ سی ۔ پی ۔ ایم آر ۔ سی ۔ ایس (لندن) آئی ۔ ایم ۔ ایس ۔ دفتر انجمن ترقی اردو نے شائع کیا ہے ۔ صحت کے متعلق مفید عام باتین بڑی سلیس اور دلنشین عبارت مین بتلائی گئی ہین ۔ ہوا ۔ پانی ۔ غذا انسان کی فطری ضروریات ہین ۔ اور انسان کی صحت کا دارو مدار انکی صفائی اور پاکیزگی پر قائم ہے ۔ مولف نے ان امور کی خوب توضیح کی ہے ۔ بالخصوص غذا کا بیان بہت مدلل ہے ۔ ذاتی تجربات اور تحقیقات کی کمی اطبا کی مستند رایون سے پوری کردی گئی ہے ۔ لباس، مکان، امراض متعدیہ پر مفید اور قابل عمل مشورے دیے گئے ہین ۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب مین کئی مستند انگریزی کتابون کی تلخیص کردی ہے جو انگریزی معاشرت کی ضروریات اور حالات کے اعتبار سے لکھے جانیکے باعث بعض جزدی امور مین ہمارے لیے ناقابل عمل ثابت ہونگی ۔ لیکن انکی بنیادی اصولون کی پیروی اس دور امراض مین یقیناً بقاء صحت کی ضامن ہوگی ۔ کتاب کی ضخامت ۵۰۰ صفحات ہے ۔ کتابت اور طباعت عمدہ ۔ قیمت للعہ ۔

زچہ اور بچہ ۔ ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے ۔ بعض ہدایتین ہندوستان کی معاشرتی اور اقتصادی حالت کو دیکھتے ہوئے ناقابل عمل ہین ۔ لیکن متوسط الحال گھرانون مین جہان بہت سی خرابیان جہالت کے باعث پیدا ہوتی ہین گر بے مائگی کے باعث اس کتاب کے مشورون پر عمل کرنا فائدہ سے خالی نہین ۔ قیمت ۱۲ ۔

تجارت کی پہلی کتاب ۔ بہت مفید، باموقع اور علمی مشورون سے پُر ہے ۔ مولوی سید ظہور احمد صاحب وحشی شاہجہانپوری نے حضرت مولینا خواجہ حسن نظامی کی ایما سے تالیف کی ہے تجارت کے سلسلہ کی پہلی کتاب ہے ۔ ابھی نو جلدین اور نکلین گی ۔ جن مین بعض زیر تالیف ہین اور بعض عنقریب شائع ہونے والی ہین ۔ تجارتی تعلیم، تجارت کی مختلف صورتین مثلاً دوکانداری کمیشن

زمانہ

جلد ۳۷ اکتوبر و نومبر سنہ ۱۹۲۱ء نمبر ۲۲۳

موجودہ تحریک کے راستہ مین رکاوٹین[1]

سوراجیہ کی موجودہ تحریک ابھی تک تو کامیابی کے ساتھ جاری رہی ہے لیکن اب حالتین روز بروز زیادہ خطرناک ہوتی جا رہی ہین۔ یون بعضون کی نگاہ مین تو عدم تعاون کی تحریک کو سرے ہی سے کوئی کامیابی حاصل نہین ہوئی۔ نہ لڑکون نے مدرسے چھوڑے، نہ سرکاری ملازمون نے ملازمتین ترک کین، نہ وکیلون نے وکالت کو خیرباد کہا، نہ پنچائتین قائم ہوئین۔ لیکن عدم تعاون کے بڑے سے بڑے حامی کے ذہن مین بھی یہ بات نہ رہی ہوگی کہ ان سبھی شاخون مین سولہون آنہ کامیابی ہوگی۔ ایسے معاملات مین جہان ذاتی مفاد کا سوال پیش ہو جاتا ہے سولھون آنہ کامیابی کی امید کرنا سنہرے خواب دیکھنا ہے۔ یہان تو روپیہ مین آنہ دو آنے کامیابی ہو جاوے وہی بہت ہے اور خاصکر ہندوستان جیسے غریب و مفلس ملک مین جہان سارا معاملہ بالآخر معاش پر آ کر رک جاتا ہے۔ پھر یہان باوجود نیشنل کانگریس کی سی سالہ جد و جہد کے

---

[1] اس مضمون سے موجودہ مسائل کے متعلق ہمارے نان کو آپریٹر دوستون کا نقطۂ خیال معلوم ہوتا ہے بعض امور مین ہمکو اپنے دوست راقم مضمون کی رائے سے اختلاف ہے مگر ہمکو اسکے باوجود یہ دیکھکر ایک گونہ تسلی ہوتی ہے کہ سنجیدہ خیال حامیان نان کو اپریشن بھی موجودہ مشکلات کو محسوس کر رہے ہین ہماری رائے مین تحریک سوراجیہ کی اصلی کامیابی کیلیے عوام الناس مین حقوق کیساتھ اپنے ملکی فرائض کا بھی اس سے زیادہ احساس پیدا ہونا چاہیے جیسا کہ آجکل ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد مشترکہ ملکی فوائد کے خیال پر قائم ہونا چاہیے نہ کہ کسی فوری مذہبی ضرورت پر۔ بہرحال اس مضمون کا مطالعہ ناظرین زمانہ کو ان اہم مسائل پر غور کرنے پر متوجہ کریگا۔ ایڈیٹر

زمانہ

جلد ۳۷ اکتوبر و نومبر ۱۹۲۱ء نمبر ۲۲۳

موجودہ تحریک کے راستہ مین رکاوٹین

سوراجیہ کی موجودہ تحریک ابھی تک تو کامیابی کے ساتھ جاری رہی ہے لیکن اب حالتین روز بروز زیادہ خطرناک ہوتی جا رہی ہین۔ یون بعضون کی نگاہ مین تو عدم تعاون کی تحریک کو سرے ہی سے کوئی کامیابی حاصل نہین ہوئی۔ نہ لڑکون نے مدرسے چھوڑے نہ سرکاری [illegible] گئین، نہ وکیلون نے وکالت کو خیرباد کہا، نہ پنچایتین قائم ہوئین۔ لیکن عدم تعاون کے بڑے سے بڑے حامی کے ذہن مین بھی یہ بات نہ رہی ہوگی کہ ان سبھی شاخون مین سولھون آنہ کامیابی ہوگی۔ ایسے معاملات مین جہان ذاتی مفاد کا سوال پیش ہو جاتا ہے سولھون آنہ کامیابی کی امید کرنا سنہرے خواب دیکھنا ہے۔ یہان تو روپیہ مین آنہ دو آنے کامیابی ہو جاوے وہی بہت ہے اور خاصکر ہندوستان جیسے غریب و مفلس ملک مین جہان سارا معاملہ بالآخر معاش پر آکر رُک جاتا ہے۔ پھر یہان باوجود نیشنل کانگریس کی سی سالہا سال کی جدوجہد کے

ٹھ اس مضمون سے موجودہ مسائل کے متعلق ہمارے نان کو آپریٹر دوستون کا نقطۂ خیال معلوم ہوتا ہے۔ بعض امور مین ہمکو [illegible] راقم مضمون کی رائے سے اختلاف ہے مگر [illegible] باوجود یہ دیکھکر ایک گونہ تسلی ہوتی ہے کہ سنجیدہ خیال حامیان نان کو آپریشن بھی موجودہ مشکلات کو محسوس کرتے ہین۔ ہمارے خیال مین تحریک سوراجیہ کی اصلی کامیابی کیلیے عوام الناس مین جوش کیساتھ اپنے ملکی فرائض کا [illegible] زیادہ احساس پیدا ہونا چاہیے جیسا کہ آجکل [illegible] ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد [illegible] ہونا چاہیے نہ کہ کسی فوری مذہبی ضرورت پر۔ بہرحال اس مضمون کا مطالعہ [illegible] اہم مسائل [illegible] ۔ مدیر

قوم نے عملی سیاسیات میں ابھی حال ہی میں قدم رکھا ہے ابھی ذاتی فوائد اور اغراض دلوں سے دور نہیں ہوے قدم قدم پر نفع نقصان کا مسئلہ پیش نظر ہوجاتا ہے۔ اور جب خیال کیجیے کہ ابھی دو سال قبل یہاں کی سیاسی حالت کیا تھی، لوگ خوشامد - بیجا تملق سازی، رنگ آمیزی کو سیاست کا جز و اعظم سمجھتے تھے۔ یہانتک کہ مذہبی جلسوں میں اور مشاعروں میں بھی لائلٹی پر رزولیوشن پاس کرنا ایک اہم فرض ہوگیا تھا۔ سرکاری ملازمتوں کے لیے کتنی دوادوش، کتنی سفلہ رقابت، کتنی پوشیدہ کارروائیاں کیجاتی تھیں - تو ایسی حالت میں یہ اُمید کرنی کہ کسی جادو منتر سے قوم کا ہر ایک فرد اپنے ذاتی مفاد کو اپنی زندگی کو قوم پر قربان کر دیگا واقعات کیطرف سے آنکھیں بند کرلینا ہے۔ اس لیے ہم یہ دعویٰ کرنے میں اپنے تئیں حق بجانب سمجھتے ہیں کہ سوراجیہ کی تحریک ابتک کامیاب ہوئی ہے - طلبائے مدرسہ من حیث المجموع نہ چھوڑی ہوتی لیکن ان میں آزادی اور حق پرستی، خدمت اور ایثار کی اسپرٹ ضرور پیدا ہوگئی ہے جو آیندہ چل کر قوم کے لیے بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی -

عمال نے ملازمتیں کثیر تعداد میں نہیں چھوڑیں لیکن ان میں زیادہ نہیں تو پچاس فیصدی ایسے ضرور ہوگئے ہیں جو اپنی موجودہ حالت کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اپنے عہدہ کو مایۂ افتخار اور وسیلۂ رعب افزائی نہیں سمجھتے بلکہ کسب معاش کی مجبوری اور ضروری حالت خیال کرتے ہیں اور اگر آج انھیں کوئی ایسی صورت نظر آئے جس سے وہ عسرت و فاقہ سے بچکر زندگی بسر کریں تو غالباً وہ آج ہی مستعفی ہوجائیں گے - وکیلوں نے وکالت کو اجماعی طور پر خیرباد نہ کہا ہو لیکن ایسا شاید ہی کوئی ضلع ہو جہاں مستعفی وکلا قومی خدمت میں مصروف ہوں اور یہ تو روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وکالت کے پیشہ پر قوم کو وہ ناز نہیں رہا جو ایک سال پہلے تھا۔ کہاں تو یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ ہمارے نوجوان طلبا وکالت ہی کو اپنا منزل مقصود، معراج زندگی، مدار حیات سمجھتے تھے، سوسائٹی میں وکالت طغرای امتیاز ہوگئی تھی اور کہاں اب یہ حال ہوگیا ہے کہ جو لوگ ابھی تک اس پیشہ میں ہیں اور جنہیں ذاتی ہوس نے حمیت اور غیرت کے احساس کو بالکل فنا نہیں کردیا ہے وہ اب سر اٹھاکر نہیں چل سکتے - الغرض زندگی کا ایسا کوئی شعبہ نہیں ہے جس پر عدم تعاون کا اثر کم و بیش نہ پڑا ہو - بالخصوص سودیشی تحریک اور ترک منشیات میں تو اس تحریک کو قابل مبارکباد کامیابی حاصل ہوئی ہے - مگر جوں جوں ہم منزل مقصود کے قریب ہوتے جاتے ہیں - مخالف قوتیں بھی زیادہ سرگرم، زیادہ منضبط، زیادہ پرحس ہوتی جاتی ہیں - جبتک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ دیگر ہندوستانی کوششوں کی طرح یہ تحریک بھی آخر اپنے ہی زور سے گر جائے گی اور یہ جوش کچھ دنوں میں آپ ہی آپ رحمت تجزیر ہوجائیگا اسوقت تک

مخالف تو تھین لیکن بڑی دلچسپی سے اس نظارہ کو دیکھ رہی تھین - لیکن اب جبکہ اُنھین یہ آثار نظر آرہے ہین کہ یہ حرکت محض جھونکے کی حرکت نہین' بلکہ زلزلہ ہے تو اُن کی دلچسپی مخالفت کی صورت مین تبدیل ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس تحریک کے راستہ مین سب سے بڑی رکاوٹ امن و امان مین خلل کا اندیشہ - اور جان و مال عصمت و ناموس کے تحفظ کا خیال ہے - مدتون کی پرامن زندگی نے امن کو ہمارے لیے غذا اور ہوا پانی کی طرح ضروری سی بنا رکھا ہے - یہان تو معمولی ہڑتالین بھی چند سال قبل قوم کے لیے تردد اور خوف کا باعث ہو جاتی تھین' جلا مین شور فساد ہو جاتا تھا تو سارے ملک مین کہرام سا مچ جاتا تھا - ہم اپنی میٹھی نیند مین ذرا بھی کھٹکا برداشت نہ کر سکتے تھے وہان بدامنی کا خوف اگر اس تحریک کی مخالفت پر آمادہ کر کے گورنمنٹ کی حمایت اور تقویت کو اپنا فرض اولین سمجھے تو کوئی تعجب کی بات نہین - ایسے اصحاب کی تعداد ملک مین کم نہین ہے - وہ خوشامدی نہین ہین' زمانہ ساز نہین ہین' گورنمنٹ کے ثنا خوان بنکر اپنی مطلب برآری نہین کرنی چاہتے بلکہ انھین سچے دل سے بدامنی اور اُسکے مہلک نتائج کا خوف دامنگیر ہے - وہ جب اپنی حالت کا دوسری آزاد قومون سے موازنہ کرتے ہین ان کے ایثار اور حب وطن کے جوش کو دیکھتے ہین' تو اپنی خامیون اور کوتاہیون کو دیکھکر اُنھین اپنے اوپر اعتماد نہین ہوتا کہ ہم اس مہم کو انجام دینے مین کامیاب ہو سکینگے - آرہ اور کٹارپور' اور موپلاؤن کے ہنگامون پر نظر ڈالتے ہین تو اُنکا یہ اعتماد اور بھی غائب ہو جاتا ہے - اور اس معذوری اور مجبوری کی حالت مین وہ موجودہ نظام کی اصلاح اور ترمیم مین اپنی نجات سمجھنے لگتے ہین اور بالجبر لائل زمرہ مین شامل ہو جاتے ہین لیکن حفظ جان و مال کا جذبہ ہندوستان ہی کیلیے مخصوص نہین ہے یہ انسان کا فطری خاصہ ہے - انسان ہی کا نہین' ہر ذی حیات کا - اپنی بقا اور حفظ حیات کا حس ذی روح مخلوق مین بھی پایا جاتا ہے - انسان مین اپنی بقائے حیات کیساتھ حفظ مال' اور ناموس کا خیال بھی شامل ہے - یہ مت سمجھیے کہ یورپ اور امریکہ مین ہر فرد بشر آزادی کا اتنا دلدادہ ہے کہ اسپر نثار ہونے کو تیار ہے اسمین شک نہین کہ مدتون تک آزادی کا لطف اُٹھانے اور ایک ملک کا انتظام سرانجام دینے کے بعد انمین ایثار کا جوش مناسبتہً زیادہ استوار ہو گیا ہے لیکن ایسے افراد ہر ایک ملک مین گنے گنائے ہی ہوتے ہین جو اپنی ضمیر یا آزادی کی حفاظت پر اپنا سب کچھ نثار کر دین - اگر یہ کیفیت ہوتی تو اُن ملکون مین جبری شمولیت فوج کی ضرورت ہی نہ پڑتی لوگ خود بخود سینہ سپر ہو کر میدان مین چلے جاتے - لیکن کہین بھی یہ کیفیت نہین ہے یہانتک کہ اب سارا یورپ جنگ سے اسقدر بیزار ہو گیا ہے کہ اسلئے

نام ہی سے اُس کی روح فنا ہو جاتی ہے۔ہان جب ایسا موقع آجاتا ہے کہ بلا قوم اور ملک پر اپنا سب کچھ
نثار کیے کوئی مفر نہین نظر آتا۔ جب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ غنیم کے دستبرد سے جان ومال محفوظ نرہیگا تو بجاے
اسکے کہ اپنی اپنی دولت کو صندوقچہ مین بند کرکے لوگ اُسپر بیٹھ جائین، فوراً میدان مین نکل پڑتے ہین'
لیکن جبتک اتنا زبردست اندیشہ نہین ہوتا ان قومون کی سرگرمی بھی اتنا عزم کامل نہین کرتی۔ ہمارا خیال
ہے (ممکن ہے کہ ہمنے قوم کے احساسات کا اندازہ کرنے مین غلطی کی ہو) کہ اب باخبر حلقون مین تو شاید ہی کوئی ایسا
باپ ہوگا جو اپنے دو بیٹون مین سے ایک کو ملک کی محافظت کیلیے خوشی سے جدا نہ کردے اعتراض کیا جاسکتا
ہے کہ آخری جنگ مین صدہا ترغیبون اور ہمت افزائیون کے باوجود تعلیم یافتہ نوجوانون مین بہت کم فوج مین
شامل ہونے پر آمادہ ہوا اسکے اسباب کی تحقیق کرنی بہت مشکل نہین ہے۔ انسان خوشی سے اپنی جان
دینا اسی حالت مین منظور کرتا ہے جب نسبتاً اُسے اتنا ہی فائدہ بھی ہو۔ نائب تحصیلداری یا تحصیلداری'
یا چند بیگھہ زمین کے ترغیب سے معزز طبقہ کے لوگ ہرگز سرکف نہین ہوسکتے آخر ہم کس بیش بہا جنس کی حفاظت
کیلیے اپنی جانین قربان کرتے۔ ہم آزاد نہین تھے کہ آزادی کی حفاظت کے لیے مرتے۔ تجارتی تسلّی'
جذباتی' ایک بھی غرض نہ تھی۔ تو ہمارا جذبۂ حمیّت کیونکر بیدار ہوتا۔ اسلیے یہ مناسب نہین ہے کہ اپنی
طرف سے اتنے بے اعتماد ہوجائین۔سوراجیہ کی منزل آسان نہین ہے اسے طے کرتے کرتے ہم
غالباً سفر کی ساری عقوبتون اور تکلیفون کے عادی ہوجائینگے۔قریب کا راستہ ہمیشہ زیادہ جوکھم کا ہوا کرتا
ہے۔ہم نے اسی جوکھم کے راستہ کو پسند کیا ہے۔اس لیے ہمین تکلیفین اور سختیان بھی بہت زیادہ برداشت کرنی پڑینگی
اور گو ہم مین سے جو بہت نحیف ہین وہ ان سختیون کے متحمل نہوسکینگے۔ لیکن قافلہ مین ایسے باہمت
آدمیون کی تعداد کافی نکل آئیگی جنھین سفر کی سختیان زیادہ قوی' زیادہ مستقل' زیادہ سخت جان' یا
بے خوف بنادینگی۔ ہماری سیوا سمتیان رفتہ رفتہ اپنے فرائض سے آگاہ ہوتی جاتی ہین۔ہماری قومی
خدامون کی جماعتین حفظ جان ومال کا سرانجام کررہی ہین۔ یہ جوش روزافزون بڑھ رہا ہے۔ پس بجاے
اسکے کہ ہم آنیوالے فرائض سے واقف ہوکر سوراجیہ سے گھبرانے لگین ہمارا فرض ہے کہ مردانہ وار ان حالات کا
مقابلہ کرین یہ سمجھنا غلطی ہے کہ کچھ دن اور گورنمنٹ کے سائیہ حمایت مین رہ کر ہم زیادہ قوم پرست ہوجائینگے
اور ہم مین حریت کی اسپرٹ زیادہ جاندار ہوجائیگی۔معمولی امن کی حالتین اگر کوئی اسپرٹ پیدا
کرسکتی ہین تو وہ خود غرضی' تن پروری اور زمانہ سازی کی اسپرٹ ہے۔ آزادی' قربانی' جان نثاری

کی اسپرٹ اس آب وہوا مین نمو نہین حاصل کر سکتی۔ ہمنے مدتون مین یہ سبق حاصل کیا ہے اور دنیا کی دوسری قومون کا بھی یہی تجربہ ہے۔

اس راستہ مین دوسری بڑی رکاوٹ عقل اور روحانیت کا اضداد ہے۔ ایک گروہ جو علم و کمال مین ممتاز ہے اور اسکے ساتھ ہی سوراجیہ کا اس سے کم دلدادہ نہین ہے جتنا کہ عدم تعاون کے پیرو ہین، اس سادہ، بے تکلف، قدرتی زندگی کو سہمی ہوئی نظرون سے دیکھتا ہے۔ جو عدم تعاون کے پیرؤون کا مابہ الامتیاز بنگئی ہے وہ اس معاشرتی انقلاب کو جو اس سادگی کا لازمی نتیجہ ہے دور بہیمیت کا مترادف قرار دیتا ہے۔ اُس کے خیال مین یہ تحریک تہذیب اور تمدن کے ارتقا کو محو کردینا چاہتی ہے اور اس نام نہاد دور ترقی و تجلی کو مٹا کر پھر اُسی قرون اولیہ کی حالت پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یہ گروہ ان علمی و نظری انکشافات کو ان طبعی ایجادون کو اس سیاسی اور تمدنی حالت کو عقل انسانی کا منتہائے کمال سمجھتا ہے۔ وہ اس پُر تکلف، پُر تصنع زندگی کا۔ اس تجارتی اور حرفتی کشمکش کا اتنا گرویدہ ہوگیا ہے کہ اس کے ذہن مین سادہ زندگی کا خیال داخل ہی نہین ہوسکتا۔ اس کی نگاہ موجودہ معاشرت کے روشن پہلو کیطرف جمی ہوئی ہے۔ اسکے تاریک پہلو کو وہ عمداً یا طبعاً دیکھنا نہین چاہتا اسے اس کی مطلق پروا نہین ہے کہ موجودہ نظام نے اگر ایک طرف آسایش کے اسباب مہیا کیے ہین تو دوسری طرف ہلاکت کے اسباب بھی مہیا کیے ہین اگر ایک طرف تجارت کو درجہ کمال تک پہونچا دیا ہے تو دوسری طرف زندگی کو کتنا تکلفات کا خوگر بنا دیا ہے۔ حق یہ ہے کہ ہوائی جہاز اور موٹر اور گوناگون حیرت خیز ایجادون نے اس گروہ کی نظرون کو خیرہ کردیا ہے۔ وہ نہین دیکھتا کہ نسل انسان کو ان چیزون کیلیے کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ کتنی جانین تلف ہوتی ہین، کتنی محنت رائگان ہوتی ہے۔ اسی تجارتی انہماک کے باعث آج کل دُنیا معاف ہستی اور کارزار حیات کا بازیچہ بنی ہوئی ہے۔ یہ کشمکش ہماری معاشرت کا، ہمارے فلسفہ کا ایک مسلمہ اصول اور عمل ہوگئی ہے۔ اسنے ہماری خود غرضیون کو، ہماری انفرادیت کو، ہماری مفاد پرستی کو ایک جنون کی حد تک پہونچا دیا ہے۔ اسی نے سربرآوردہ قومون کو زیردست آزاری، غریب کشی اور جفا شعاری پر مائل کیا ہے۔ سادہ معاشرت کا حامی ان تکلفات کے لیے اتنی گران قیمت دینا نہین پسند کرتا۔ اُسے موجودہ نظام تمدن پر مطلق اعتماد نہین رہا۔ اُسے مطلق اُمید نہین ہے کہ یہ نظام

ارتقائے تکمیل کے بعد دنیا کیلیے باعث نجات بن جائے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ آگ لگجاتی ہے تو اسیوقت بجھتی ہے جب اُسے جلانے کو کوئی اور چیز نہیں ملتی۔ اُسے یقین ہے کہ موجودہ اسپرٹ کا جو سر تا سر خود غرضی سے پُر ہے اُسی وقت خاتمہ ہوگا جب اُسے اپنی غرض کا نشانہ بنانے کے لیے اپنی غرض کے قربانگاہ پر قربان کرنے کے لیے کوئی کمزور قوم باقی نرہجائے گی۔ اسی تنہا خوری اور خود پروری کی اسپرٹ نے امریکہ کے انڈین قوم، افریقہ کے حبشیون کو آسٹریلیا کے اصلی باشندونکو تقریبًا نیست و نابود کر دیا۔ اگر ہندوستان مین ابھی تک کچھ جان باقی ہے تو یہ حکمران قوم کی فراخ دلی یا ہمدردی کے باعث نہین، بلکہ ہندوستان کے اُسی نظم تمدن کے باعث جو اس کے اسلاف نے ہزارون برس پہلے مدون کر دیا تھا۔ عدم تعاون کا پیرو قوم کے اخلاقی رذال اور انحطاط کو روز بروز بڑھتے دیکھکر اس کے احیا کیجانب سے مایوس ہوجاتا ہے۔ اُسے مدرسون کی تعداد سے ریلون کی توسیع سے، ملازمون کی ترقی سے، موٹرون کی کثرت سے، مل اور کارخانون کی سرسبزی سے تشفی نہین ہوتی، وہ ان اسباب کو ارتقاے حیات نہین سمجھتا۔ وہ ارتقا کو روحانی، اخلاقی ضمیری ارتقا سمجھتا ہے۔ تجارتی سرسبزی کو وہ غربا کا قتل گاہ خیال کرتا ہے۔ کون یہ دعوے کرسکتا ہے کہ بیسوین صدی کی دُنیا راماین اور عیسیٰ و بُدھ کے دور سے زیادہ مہتاز زیادہ فراخ دل، زیادہ بے غرض ہوگئی ہے۔ کیا اس زمانہ مین بھی بُدھ اور اشوک کی سی مثالین مل سکتی ہین، کیا آج بھی حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوسکتا ہے؟ جس دور مین قناعت کا شمار رذائل محمودہ مین کیا جاتا ہے اسمین اخلاقی ارتقا اور نمو کے لیے کوئی گنجایش نہین ہوسکتی۔ شعرا اور اہل باطن آج بھی قناعت کے ثنا خوان ہین۔ وہ آج بھی انکسار، غربا پروری اور تحمل کی تعریف کرتے ہین لیکن اُن کی سُنتا کون ہے؟ اہل دنیا کے کانون پر جون نہین رینگتی۔ وہ اپنے فائدہ اور غرض مین اسقدر منہمک ہین کہ انھین ایسے مسئلون پر دھیان دینے کی فرصت ہی نہین ہے۔ کہا جاسکتا ہے کیا آج کل عیسائیون کے بڑے بڑے مشن نہین ہین کیا سالویشن آرمی دنیا کو نجات کا پیغام نہین سُناتی پھرتی۔ کیا آج بھی پارلیمنٹ مین ہندوستان کے وکیل موجود نہین ہین؟ کیا دوران جنگ مین ہزارون مردون اور عورتون نے زخمیون کی تکلیفین رفع کرنے مین اپنی جانین نہین قربان کین؟ کیا اس جنگ عظیم کی ذمہ داری کو اپنے سرلینے کا کسی قوم کو حوصلہ

ہو سکا؟ ہم معترف ہین کہ یہ ضرور موجودہ دور کا روشن پہلو ہے۔ مگر اُس رُخ تاریک کے مقابلہ مین کتنا عکسی، کتنا دھندھلا، کتنا مدہم۔ اسکے برعکس نظام قدیم مین قناعت اور نفس کشی اور بلند نظری کم سے کم اعلیٰ طبقہ کا جزو حیات بنگئی تھی۔ اہلِ زر، اہلِ ثروت، محض زکوٰۃ نکال کر مطمئن نہو جاتے تھے، جیسا آج کل ہوتا ہے۔ حسنہ تحریکین نمایش و نمود، یا پولیٹکل پیشہ دوانیون پر مبنی نہوتی تھین۔ بلکہ ان کی تہ مین سچی ارادت سچا جوش ہوتا تھا۔ کمزورون کی حمایت کیلیے بڑی بڑی لڑائیان ہو جاتی تھین نہ کہ ایک طاقت ور قوم کسی کمزور قوم کو پامال کرتی رہے۔ اور اہل دنیا تماشہ دیکھا کرین، اُن کی رگ حمیت و انسانیت ذرا بھی متحرک نہو۔ سادہ معاشرت کے بیرد پھر وہی قدیم فطری معاشرت کا نظارہ دیکھنا چاہتے ہین جب انسان کو تہذیب اخلاق اور تربیت نفس کے موقع ملتے تھے اور سارا وقت حرص و ہوس مین صرف نہوتا تھا جب وہ قدرتی غذا کھاتا تھا۔ قدرتی پانی پیتا تھا قدرتی لباس پہنتا تھا۔ جب زر و مال کی تقسیم اسقدر نا برابر نہ تھی، جب تجارت کا نشہ اتنا قاتل نہ تھا جب انسان اتنا خود غرض نہ تھا۔ حقارت سے کہا جاتا ہے کیا تم لوگ ما دری یا زرد لو یا کا فر قومون کے پہلو بہ پہلو چلنا چاہتے ہو؟ ان قومون نے کون سا اخلاقی ارتقا یا عقلی نشو و نما کا ثبوت دیا ہے؟ ہم کہتے ہین یہ قومین وحشی سہی، جنگلی سہی، حرف ناشناس سہی، برہنہ سہی، ہم اُنھین موجودہ تہذیب کے خونخوار درندون سے، رنگے ہوے سیارون سے، شکاری مرہدون سے، جفا شعار، خون آشام تاجرون سے، کہین بہتر سمجھتے ہین۔ وہ جانورون کو مارکر کھاتے ہین، اپنے بھائیون کا خون نہین چوستے، وہ غارون مین اور درختون پر رہتے ہین۔ ان محلون مین نہین رہتے جن کی بدولت ہزارون آدمیون کو متعفن گلیون اور شاہراہون پر سونا پڑتا ہے وہ ننگے بدن رہتے ہین، وہ لباس نہین زیب بدن کرتے جو کبر و نخوت، رشک و حسد کے بیج بوتے ہین جس سے بھولے بھالے آدمیون کو مکر کا شکار کیا جاتا ہے۔ مگر ہمسے مادریون اور کافرون کو تشابہ کرنا اتنا ہی بعید از انصاف ہے جتنا موجودہ تجار کو خونخوار درندون سے ملانا۔ مادری اور زرد لو یا تو ابھی دائرہ حیوانیت سے دس ہی پانچ صدی قبل نکلے ہین، یا اُن کی قدیم تہذیب بالکل محو او رفنا ہوگئی ہے۔ ہم اس نژاد ورد کے مدعی ہین جب وید کا الہام ہوا تھا، جب درشن شاستر تصنیف ہوے تھے۔ جب

بدھ اور حضرت عیسیٰ جیسے پاک نفس افراد پیدا ہو سکتے تھے - جب توریت کی تدوین ہوئی تھی - الغرضؔ عقل اور روحانیت کی یہ کشمکش موجودہ تحریک کے راستہ مین خوفناک رُکاوٹ ہوگی اور جب اس کے حامی رابندر ونا تھ ٹیگور جیسے دور اندیش، عمیق نظر اصحاب ہین تو اس رُکاوٹ کو راستہ سے ہٹانا آسان نہ ثابت ہوگا۔

مگر اس "عقلیت" سے بھی زیادہ مانع اور ہمت شکن وہ تصادم اغراض ہے جس کے ایک طرف زمیندار اور اہل سرمایہ ہین اور دوسری طرف کاشتکار اور مزدور موجودہ تحریک حق اور انصاف " اور جمہوریت کے ستون پر قائم ہے اسلیے لازمی طور پر اسکی ہمدردی مزدورون اور کاشتکارون کے ساتھ ہے - کانگرس پہلے بھی متوسط درجہ کی تحریک تھی جسمین زمیندار اور سرمایہ دار خال خال تھے - بیشتر تعداد وکیلون پروفیسرون اور اخبار نویسون کی تھی جو نہ سرمایہ دار ہین اور نہ زمیندار ہان مسحوقت کاشتکارون اور مزدورون مین چونکہ سیاسی بیداری نمودار نہوئی تھی اسلیے کانگرس بھی نمایان طور پر انکے حقوق اور مطالبات کی نیابت نکرتی تھی - اس دوران مین جمہوریت نے روے زمین کی تسخیر کرلی ہے - اور ہندوستان مین بھی اس کا پیش خیمہ آپہونچا ہے - کانگرس مین عوام کا عنصر غالب ہوگیا ہے اور عدم تعاون نے ایک جمہوری تحریک کی حیثیت اختیار کرلی ہے - اس کے ذمہ دار کارکنون نے بھی واضح طور پر اس کی حیثیت کا بارہا اعلان کردیا ہے کسان سبھائین مزدور سبھائین جابجا قائم ہوگئی ہین اور اُن کی کارکن بالعموم کانگرس ہی کے اراکین ہین - ایسی حالت مین اہل زر و زمین کا کانگرس سے منحرف ہوجانا بالکل قرین قیاس ہے حالانکہ اقتضائی وقت اور عالمگیر جمہوری رو نے ابھی تک ان طبقون کو مجموعی طور پر کانگرس سے علحدہ نہین کیا ہے کتنے ہی بڑے بڑے علمون کے مالک کتنے ہی بڑے بڑے سرمایہ دار اور زمیندار اس کے ہمدرد ہین اور کم سے کم اس کی مالی حمایت کرتے رہتے ہین تاہم یہ کہنا مبالغہ نہین کہ ان گروہون کی ہمدردی روز بروز رو بہ تنزل ہے اور بہت ممکن ہے کہ آیندہ چل کر یہ لوگ اپنے منفعت اور مفاد اور حقوق کو کانگرس جیسی حریت پسند جماعت کے ہاتھون مین محفوظ نہ سمجھین - اب بھی اُسکے آثار نظر آرہے ہین - امن سبھاؤن مین زیادہ تر اہل زمین ہی شامل ہین انھین اب بجز سرکار کا دامن پکڑنے کے اور کوئی راہ نجات نہین نظر آتی - وہ اپنے ان حقوق سے دست بردار نہین ہونا چاہیے جو سرکار نے وقتاً فوقتاً وقتی ضرورتون کو رفع کرنے کی غرض سے انھین عطا کیے ہین، وہ اُن پارینہ سندون اور بوسیدہ فرمانون کی بنا پر اپنی قدیم یا موجودہ حیثیت کو قائم رکھنا چاہتے ہین

انھین اُس کی خبر نہین ہے کہ جمہوریت کا طوفان بہت جلد ان کے بوسیدہ اوراق کو منتشر کر دے گا اور آیندہ اُن کی حیثیت انصاف اور حق ہی پر قائم رہیگی۔ گورنمنٹ اُن کی کتنی ہی حمایت کرے مگر جمہوریت کے طوفان سے اُنھین نہین بچا سکتی۔ دُنیا نے اسکے آگے سر جھکا دئے ہین۔ بڑی بڑی طاقتور سلطنتون نے ہمارے دیکھتے دیکھتے اُسے اپنا معبود بنا لیا تو ہندوستان کی گورنمنٹ کبتک پردے اور ٹٹیون سے اُس کے زور کو روک سکے گی۔ اس لیے اب اہل زر و زمین کا رویّہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ "جا با سپر باید انداختن" کے زرین اصول کو اپنا مسلک بنائین۔ تمدنی اور نوشتۂ تقدیر کے آگے سر جھکائین اسوقت اگر وہ اپنے آسامیون کے مطالبے پورے کر دین گے تو شکریہ اور احسان کے مستحق ہونگے۔ ان کی فیاضی اور فراخدلی زبان زد خاص و عام ہو جاوے گی، رعایا اُن کا احترام کرے گی۔ اُنپر جان نثار کر دے گی لیکن اگر اُسوقت اُنھون نے بخل اور بیجا سختگیری سے کام لیا تو سال دو سال مین اُنھین یہ مطالبے بالجبر پورے کرنے پڑینگے، کوئی شان باقی نہ رہیگی، رعب اور اقتدار خاک مین مل جائیگا۔ اُنھین یاد رکھنا چاہیے کہ مزدور اور مزارعین متحد ہوکر جو چاہین کر سکتے ہین، ان کی طاقت لامحدود ہے۔ وہ جبتک متحد اور منتشر ہین گھاس کے تنکے ہین، منضبط ہوکر جہاز کو کھینچنے والے رسّے ہو جائین گے۔ اب وہ زمانہ نہین رہا کہ سرمایہ دار ۵۰ فیصدی منافع تقسیم کرین اور مزدورون کو ضروریات زندگی بھی نصیب نہون، وہ ہوا اور روشنی سے بھی محروم رہے، سرمایہ دار تو پیرس اور سوئٹزرلینڈ کی سیر کرتے پھرین اور مزدور کو صبح سے شام تک سر اُٹھانے کی بھی مہلت نہ ملے۔ زمیندار یا تعلقہ دار صاحب تو عیش منائین، شکار کھیلین، دعوتین دین اور کاشتکار کو روٹیان بھی نصیب نہون، اُس کی کمائی نذرانے، بیگار، ہری، ڈانڑ، چولھائی، کھنیلائی کے عفونط نکالسکتے ہین، کے لیے سامان عیش مہیا کرے۔ وہ کچھ دنون تک شاید گورنمنٹ کی مدد ہندوستان کی حالت مین معدوم اور حکومت کرتے رہین لیکن وہ زمانہ دور نہین ہے جب گورنمنٹ کیجا سنبھلنے دیتا۔ خوش قسمتی سے ہندوستان انکا مفاد کانگرس کی مخالفت مین نہین ہے بلکہ اس کی معاونت مین سمت کا اندیشہ ہو۔ رہے اپنے وطن کے ہمدردی اُن کے ساتھ رہے۔ بہرحال ان طبقون سے کانگیج چاہیے کہ یہ برادرانِ وطن اب بھی ہمارے اور سوراجیہ کی تحریک مین انکا مانع ہونا یقینی ہے۔ تعداد مین، دولت و ثروت مین اور طاقت مین

اس مسئلہ سے کہین زیادہ پیچیدہ ہے، مقامی ہنگامون مین تو وہی فریق غالب رہتا ہے کے رہنماؤن نے اخوت اور اتحاد کے رشتہ کو چھپا رن۔ شاہ آباد گیا وغیرہ مین جب شورش ہوئی تو مسلمانونکو

زک اُٹھانا پڑی اور اب ہو پلاؤن کی شورش مین ہندؤون کو زک ہو رہی ہے مگر جب اجتماعی حیثیت سے دونون قومین مقابل ہونگی تو نقصان اور پامالی کا خطرہ مسلمانون کو ہو سکتا ہے نہ کہ ہندؤون کو۔ ہم فطرت انسانی کو اتنا پست نہین سمجھتے کہ جب دونون فرقے باہمی احسانات اور متحد اغراض کے بندھنون مین بندھ جائینگے جب مسلمان دیکھینگے کہ ہندؤون نے نازک وقت مین ہمارا ساتھ دیا اور ہماری خلافت کو بچایا اور ہندو دیکھین گے کہ مسلمانون کی مدد سے ہمین سوراجیہ ملا اور ہماری گئو ماتا کی رکھشا ہوئی اور سب سے بڑا یہ خطرہ پیش نظر ہوگا کہ ہمارے درمیان بدمزگی ہوئی اور کسی تیسری طاقت نے اس سے فائدہ اُٹھایا۔ تب بھی ہم ایک دوسرے سے بدگمان ہوتے رہینگے اور ادسے نقصان پہونچانے کی کوشش کرتے رہینگے! ابھی تک دونون فرقون کو متحد کرنے کی کبھی کوشش نہین ہوئی۔ اگر کوشش ہوئی تو انھین لڑا دینے کی۔ اگر اُس طاقت کا اثر نہوتا جسکا فائدہ دونون فرقون کے کشمکش مین ہے تو زمانہ اور اقتضائے وقت نے ان دونون فرقون کو اب تک کبکا ایک متحد او منضبط قوم بنا دیا ہوتا۔ بیشبہ کمزوری کی نشانی ہے اور اخلاقی بزدلی کا ثبوت۔ اس شخص کی زندگی اجیرن ہے جو در و دیوار کو چوکنی نظرون سے دیکھتا رہے۔ جسے اپنے چارون طرف دشمن ہی دشمن نظر آئین کہین دوست کی صورت نہ دکھا ... یہ اپنی کمزوری کا اعتراف ہے۔ اسکا علاج کسی دستگیر اور حامی کی تلاش میں نہین ہے بلکہ اپنے جسم مین قوت اور دل مین استقلال پیدا کرنا چاہیئے ہندؤون کو اپنے معاشرت مین، اپنے مذہبی رسم و رواج مین ایسی اصلاح کرنی چاہیے کہ انھین ہمسایون سے خوف نہ باقی رہے کیونکہ سوراجیہ کیا دنیا کی کوئی طاقت کمزورون کو ظلم اور بیداد سے نہین بچا سکتی۔ اکثر شکایتین سُننے مین آتی ہین کہ مسلمان ہندو عورتون کو بہکا کر ان سے نکاح کر لیا کرتے ہین، مسلمان ہندؤون کو مسلمان بنا لیتے ہین۔ یہ بہت کم سننے مین آتا ہے کہ کسی ہندو نے کسی مسلمان عورت کو بہکایا یا کسی مسلمان کو ہندو بنایا۔ اسکا باعث ہندؤون کے مذہبی اور تمدنی تعصبات ہین اور جب تک وہ ان تعصبات کو دھتکار نہ بتائین گے۔ اس قسم کی شکایتین ہرگز بند نہونگی۔ بہرحال ہندو مسلم اتحاد کا سلسلہ نہایت نازک ہے اور اگر کامل احتیاط اور تحمل اور ضبط اور رواداری سے کام نہ لیا گیا تو یہ سوراجیہ کی تحریک کے راستہ مین سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوگا مولانا شوکت علی نے اپنی کراچی کی تقریر مین مسلمانوں سے خلافت کیلیے چندہ کی اپیل کرتے ہوے کہا تھا اگر تمھین ایک روپیہ اس مقصد

کے لیے دینا ہے تو بارہ آنہ خلافت کو دو اور چار آنہ کانگرس کو۔ علی ہذا ہندوؤن سے انکی یہ اپیل تھی کہ تم روپیہ مین چودہ آنہ کانگرس کو دو تو خلافت کو بھی نہ بھول جاؤ اور دو آنے اُسے بھی دو۔ اسپر اکثر ہندو اخبارات طرح طرح کی تفسیرین اور تشریحین کر رہے ہین۔ دونون تحریکون کی مسلمانون کی نگاہون مین جو نسبتی اہمیت ہے اُسکا انھین اس اپیل سے کافی ثبوت ملجاتا ہے۔ ہمین اس اپیل مین اعتراض کے قابل کوئی پہلو نہین نظر آتا۔ خلافت کی حمایت مسلمانون کیلیے مذہبی سوال ہے۔ ہندوؤن کو اس مسئلہ سے جو کچھ ہمدردی ہے وہ مسلمانون کی خاطر سے ہے۔ مسلمان اپنے مذہب کی حمایت کو اپنا فرض اولین سمجھتے ہین اور یہ سراسر حق بجانب ہے۔ ملکی وطنیت کا مسئلہ کوئی مستقل صورت حال نہین ہے۔ بہت ممکن ہے کہ تہذیب کے فروغ کے ساتھ ملکیت کا مسئلہ غائب ہو جائے اور ایک عالمگیر اخوت مسلط ہو جائے اس تحریک کا آغاز بابو بندر و ناتھ ٹھاکر نے کر دیا ہے اور دنیا کے روشن خیالون نے بڑی خندہ پیشانی سے اسکا خیر مقدم کیا ہے مگر مسلمان ہمیشہ مسلمان رہینگے۔ ہندو ہمیشہ ہندو۔ ہم یہ نہین کہ خلافت کا مسئلہ مسلمانون کے لیے خالص مذہبی مسئلہ ہے۔ نہین اُسمین دُنیاوی اقتدار کا خیال بھی مضمر ہے کوئی مذہبی خیال دنیا سے خالی نہین ہو سکتا۔ مذہب کے نظام کا وجود ہی دنیاوی فروغ کے لیے عمل مین آتا ہے۔ محض روحانی اور انفرادی ترقی کے لیے کسی مذہب کی ضرورت ہی نہین اسکے لیے نفس کی تہذیب ہی کافی ہے۔ ہندوؤن کو سوراجیہ کی ضرورت اگر دنیاوی اقتدار کے لیے نہین تو اور کس لیے ہے روحانی سوراج کا دروازہ تو اب بھی بند نہین ہے۔ اسلیے اگر مسلمانون کو وطن سے اپنا مذہب چوگنا زیادہ عزیز ہو تو ہندوؤن کو شکایت یا بدگمانی کا کوئی موقع نہین ہے۔ جب اسوقت دونون تحریکون کی کامیابی مشترک ہے، ایک کو ترک کر کے دوسری ہرگز کامیاب نہین ہو سکتی تو ان موشگافیون کو بالای طاق رکھدینا چاہیے۔ اور اس واقعی امر کو قبول کر لینا چاہیے کہ مسلمانون کو مذہبی بنا پر خلافت سے جو محبت ہے وہ ہندوستان سے نہین ہو سکتی، اسی طرح جیسے ہندوؤن کو مذہبی اور دنیاوی اعتبار سے ہندوستان سے جو محبت ہے وہ خلافت سے نہین ہو سکتی۔ خلافت کو امداد کی ضرورت ہے، وہ کون کرے؟ اگر مسلمان اپنی ساری قوت سوراجیہ کے لیے صرف کر دین اور ہندوؤن کو خلافت سے اتنا گہرا تعلق نہین ہے تو خلافت کی امداد کون کرے۔ ہندو اخبارات تو جب خوش ہوتے کہ مسلمان ہندوؤن کی طرح اپنی قوت کا تین چوتھائی حصہ سوراجیہ کے لیے

صرف کرنے اور صرف ایک چوتھائی خلافت کے لیے - ایسی حالت مین خلافت کو ہندوستان سے جو مالی امداد پہونچتی وہ ظاہر ہے - الغرض یہ خواہ مخواہ کی بدگمانی اور نکتہ چینی ہے - ہندوؤن کے لیے مسلمانون کے تالیف قلب کی اس سے بہتر صورت نہین ہے کہ وہ بحد امکان خلافت کی امداد کرین اور آپسمین ابدی اتحاد اور یکجہتی کی بنیاد ڈالین -

پریم چند

جذبات ٹیگور

نیند جو بچون کی آنکھو نمین رقص کرتی ہے -
کیا کوئی جانتا ہے کہ وہ کہان سے آئی ؟
ہان ! یہ روایت ہے کہ اسکا مکان اُس خوبصورت گانؤ مین ہے کہ جسکا صحرا جگنوؤن کی دھیمی روشنی سے منور رہے ، اور وہان جادو کے دو سر میلے غنچے آویزان ہین -
یہ نیند وہان سے بچون کی آنکھین چومنے آتی ہے ؟
بوقت خواب جو تبسم بچون کے ہونٹھون پر مرتعش ہوتا ہے -
ہان کوئی جانتا ہے کہ اُس کی جاے پیدایش کہان ہے -
ایک روایت ہے کہ ہلال اہتاب کی ایک نوخیز طلائی شعاع موسم خزان کے ایک فنا ہونے والے بادل سے مس ہوئی تھی اور وہان یہ تبسم شبنم مین غسل کیے ہوے نور سحر کے خواب مین پیدا ہوا تھا
ہان وہ تبسم جو ایک بچے کے ہونٹھون پر رقص کرتا ہے !!
وہ شیرین و نرم تازگی جو ایک شگفتہ بچے کے اعضا سے وابستہ ہوتی ہے
کیا کوئی جانتا ہے کہ وہ اس وقت تک کہان پوشیدہ رہی !
ہان ! جب اُس کی ان ایک نوخیز دوشیزہ تھی یہ تازگی ایک خوش راز الفت کی طرح اسکے دل مین پوشیدہ تھی !!
ہان وہ شیرین و نازک تازگی جو بچون کے اعضا کو عطا کی گئی ہے -

ترجمہ تماشائی بریلوی

طالب آملی

اسمین شک نہین کہ شاہان مغلیہ عموماً فن شعر کے ماہر تھے لیکن جو ید طولیٰ فن تنقید مین شہنشاہ جہانگیر کو حاصل تھا وہ کچھ اور ہی بات ہے جسکی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ازل سے دردمند دل لیکر آیا تھا اور ملک الشعرا فیضی کے سامنے اسنے زانوئے ادب تہ کیا تھا فیضی کی تربیت نے جہانگیر کی قابلیت کو چار چاند لگا دیئے - اِس کے دربار مین صرف ان شعرا کا گذر تھا جو زود گو اور پُرگو تھے - یہ ایک ایسا معاملہ تھا جسمین نورجہان کی سفارش بھی کام نہ آتی تھی - چنانچہ روایت ہے کہ مسی شاعر نے جو قوم سے کلال تھا - بتقریب شاعری نورجہان کے ذریعہ جہانگیر کے دربار مین رسائی پیدا کرنی چاہیے - کلالون کی قوم اس زمانہ مین چاؤشی کا کام کرتی تھی - نورجہان کی سفارش پر جہانگیر نے کہا کہ مٹی کا کام چاؤشی ہے اسکو شاعری سے کیا مناسبت - مگر نورجہان کے اصرار پر مسی کو شعر پڑھنے کی اجازت ملی - چنانچہ مٹی نے یہ شعر پڑھا ؎

مسی بگر یہ سرے وارد اے نصیحت گر　　کنارہ گیر کہ امروز روز طوفان ست

جہانگیر نے فوراً کہا کہ دیکھو پیشہ کی رعایت موجود ہے - نورجہان کو اپنی سفارش پر نادم ہونا پڑا -

ایک مرتبہ دربار کے موقع پر ایک شاعر نے قصیدہ پڑھا جسکے مطلع کا پہلا مصرعہ یہ تھا - ع

"اے تاج دولت برسرت از ابتدا تا انتہا"

جہانگیر نے فوراً دریافت کیا کہ تم فن تقطیع جانتے ہو یا نہین - شاعر نے نفی مین جواب دیا - جہانگیر نے کہا جاؤ بخشا - اگر تقطیع جانتے ہوتے ابھی گردن زدنی کا حکم دیدیتا - کیونکہ مصرع کا دوسرا رکن "لت برسرت" ہوتا ہے اور یہ گستاخی ہے - اس قسم کے ماہر فن کے سامنے کسی شاعر کا چراغ جلنا معمولی کام نہ تھا - طالب آملی اسی دربار جہانگیری کا ملک الشعرا تھا -

طالب - آمل کا رہنے والا تھا - جو مازندران کا ایک شہر ہے - بچپن مین درسی علوم و فنون کی

تعلیم پائی اور پندرہ سولہ سال کی عمر مین اسنے ہندسہ۔ منطق۔ ہیئت۔ فلسفہ تصوف اور خوشنویسی مین کمال حاصل کر لیا تھا۔ اس زمانہ مین مازندران کا حاکم جسکو ایران کی اصطلاح مین وزیر کہتے تھے میر ابو القاسم تھا اسکی مدح مین متعدد قصائد لکھے ایک قصیدہ کا مطلع یہ ہے اور یہ غالباً طالب کا پہلا قصیدہ ہے

سحر کہ غنچہ کشاید گرہ ز پیشانی :. زند دم از دم عیسیٰ نسیم بستانی

سحر کہ طرۂ پیچان مشک سای نسیم :. بطرف عارض گلبن کند پریشانی

کچھ عرصہ کے بعد یہان سے طبیعت سیر ہوئی اور کاشان مین آیا۔ یہان مستقل سکونت اختیار کی اور شادی بھی کر لی۔ تذکرہ میخانہ مین لکھا ہے کہ اسکی شاعری کا نشو و نما یہین ہوا۔ لیکن چند روز کے بعد یہان سے بھی برداشتہ خاطر ہو کر مرو کو چلا گیا۔ یہ عباس صفوی کا زمانہ تھا۔ بکلتش خان صوبہ کا گورنر تھا۔ طالب نے اسکے دربار مین رسائی حاصل کی۔ متعدد قصائد مدحیہ لکھے۔ دو سال تک رہا لیکن طالب ہندوستان کی فیاضیوں کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ ایک مثنوی لکھکر بکلتش خان سے وطن جانے کی اجازت حاصل کی اور وطن کی طرف روانہ ہونے کے بجائے ہندوستان چلا آیا۔ وطن کا بہانہ صرف اسلیئے تھا کہ شاید ہندوستان جانے کی اجازت نہ ملتی۔ ہندوستان کو جاتے وقت یہ رباعی لکھی۔

طالب گل این چمن بہ بستان بگذار بگذار کہ مے شوی پریشان بگذار

ہندو بہ برد متاع کس جانب ہند بخت سیہ خویش را بایران بگذار

ہندوستان مین آکر اسکو کامیابی نصیب ہوئی۔ وہ تمام مقامات مین یہ تلاش معاش پھرتا رہا دہلی لاہور ملتان سرہند کا ذکر اسنے اپنے اس زمانہ کے قصائد مین خصوصیت سے کیا ہے۔ لاہور مین اس نے شاہ ابو المعالی کی خدمت مین بیعت حاصل کی چنانچہ کہتا ہے۔ اشعار

کہ پیر و دستگیر و مرشد من :. یکے قطب ست از اقطاب لاہور

خدایا زندہ جاوید دارشش :. بہ آب خضر یعنی آب لاہور

اس زمانہ مین قندھار کا حاکم غازی خان تھا وقاری تخلص کرتا تھا اکثر اہل کمال مثلاً اسد قصہ خوان، مرشد بروجردی، میر نعمت اللہ، وغیرہ اسکے دربار کی رونق تھے۔ طالب بھی اسکا شہرہ سنکر قندھار پہونچا۔ غازی خان نے خاطر خواہ قدردانی کی اور مقربان خاص مین داخل کیا۔ لیکن ابھی تقدیر مین گردش تھی سنہ ہجری مین غازی خان اپنے ایک غلام کے ہاتھ سے مسموم ہوا۔ طالب کو پھر ہندوستان کا رخ کرنا پڑا۔ آگرہ پہونچا اور مدتون خاک چھاننے کے بعد خواجہ قاسم دیانت خان، فیروز جنگ،

شاپور طہرانی، اعتماد الدولہ وغیرہ کی مدد سے باریابی دربار سے سرفراز ہوا۔ اور ۱۰۲۸ھ ہجری مین ملک الشعرا کا خطاب حاصل کیا۔ چنانچہ جہانگیر نے خود تزک مین لکھا ہے۔

"درین تاریخ طالب آملی بخطاب ملک الشعرائی خلعت امتیاز پوشید۔ (اصل او از آمل ست۔ یکچندے با اعتماد الدولہ مے بود۔ چون رتبہ سخنش از ہمگنان درگذشت۔ در سلک شعرائے پائے تخت منتظم گشت۔ این چند بیت از وست۔

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ؛ دہن بر چہرہ زخمے بود و بہ شد

عشق در اول و آخر ہمہ وجد است و سماع ؛ این شرابے ست کہ ہم پختہ و ہم خام خوش است

دو لب خواہم یکے در مے پرستی ؛ یکے در عذر خواہی ہائے مستی ہا

زغارت چمنت بر بہار منت ہا ست ؛ کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند)

جہانگیر کے دربار مین اسنے اخیر زندگی تک نہایت عزت و احترام سے بسر کی۔ صرف ایک دفعہ ایسا پیش آیا کہ کسی بات پر جہانگیر ناراض ہو گیا اور طالب کئی روز تک شرف باریابی سے محروم رہا۔ ایک قصیدہ مین اس واقعہ کو نہایت لطیف پیرایہ مین ادا کیا ہے۔

بہ نسبت کرم دادہ بودی از کفِ خویش ؛ ترا زجود زیانے چنین ہزار افتاد

چو رو شدم ز کفت چرخم از ہوا بربود ؛ بگرمئی کہ زبانم بزینہار افتاد

یکے مقابل خورشید داشت آئینہ ام ؛ برید کز عرقش موج بر عذار افتاد

چو پیش مشعل مہ بردشب چراغ مرا ؛ بچہرہ گونہ کاہیش شمع وار افتاد

ازین نشاط مگر دست آسمان لرزید ؛ کہ باز در کفِ خاقان کامگار افتاد

کنون برشتۂ مہرش بدار کز تقدیر ؛ دوبارہ در کفت این در شاہوار افتاد

طالب کی ایک بہن تھی جسکا نام ستی النسا تھا جسکو طالب اپنی مان کے برابر سمجھتا تھا۔ اُسکو طالب سے اسقدر محبت تھی کہ صرف اس سے ملنے کیلیے ایران سے آگرہ آئی اسکی شادی نصیرائی کاشی سے ہوئی تھی جو مرزا صائب کے اُستاد مسیح کاشی کا حقیقی بھائی تھا۔ نصیر کی وفات کے بعد ستی النسا ممتاز محل کی پیش خدمت مقرر ہوئی اور ممتاز محل کے مرنے کے بعد شاہجہان نے اسکو حرم شاہی کا صدر کل یعنی مدار المہام مقرر کر دیا۔

طالب کی دو لڑکیاں تھیں ستی النساء نے انکی پرورش کی تھی۔ چھوٹی لڑکی کو وہ بہت پیار کرتی تھی سنہ ۱۰۵۶ ہجری میں اسنے بمقام لاہور وفات پائی۔ ستی النسا اسکے ماتم مین سوگ نشین ہوئی۔ شاہجہان نے خود اس کے پاس جاکر ماتم پرسی کی مگر وہ اس صدمہ سے جانبر نہو سکی۔ شاہجہان نے دس ہزار روپیہ تجہیز و تکفین کیلیئے دیئے اور تیس ہزار روپیہ کی لاگت سے اسکے مقبرے کے بنے کا حکم دیا۔ جو روضۂ تاج محل کے مغرب جانب ہے۔ اور مقبرے کے اخراجات کیلیئے ایک گانون عطا ہوا جسکی آمدنی تیس ہزار روپیہ سالانہ تھی۔ سنہ ۱۰۳۶ ہجری مین طالب نے عین عالم شباب مین جہانگیر کے مرنے سے ایک برس پیشتر وفات پائی۔

طالب نہایت دوست پرور وفا شعار اور خوش اخلاق تھا۔ وہ فطرتاً خود دار اور غیور بھی تھا۔ ایک دفعہ جہانگیر نے نشہ کی ترنگ مین حکم دیا کہ مقربان خاص ڈاڑھی ترشواکر شریک صحبت ہون طالب نے اس حکم کی تعمیل سے سرتابی کی اور گھر مین بیٹھ رہا پھر ایک قصیدہ لکھکر بھیجا جسمین غیر حاضری کی معذرت کی ہے۔

تراشید گاندیک سر سپاہ — کسے راچو من تبرہ پر کاہ نیست

بہ بزمے کہ موئے نگنجد درو — شدن یاد وگر ریش دلخواہ نیست

بہشت است بزم تو و در بہشت — من تاتراشیدہ را راہ نیست

طالب فطرتاً شاعر تھا۔ کم سنی سے ہی شعر گوئی شروع کردی تھی۔ ایک قصیدہ جو کلیات مین ہے اسنے بارہ تیرہ سال کی عمر مین کہا ہے۔ وہ خود اس پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

غیر کلکِ من نشان ندہد کسے کز آب شعر — وفتسر اسلاف شوید کودک دہ دہ ری

(کل پیرسون)

وہ نہایت زود گو تھا۔ قلم ہاتھ مین لیا اور لکھتا چلا گیا۔ دو تین گھنٹہ مین پچاس ساٹھ اشعار کا قصیدہ تیار کرلیا۔ جہانگیر کی مدح مین پچاس ساٹھ اشعار کا قصیدہ جو نہایت پُر زور ہے صرف ایک رات مین کہا ہے جسکا مطلع یہ ہے۔

چو شہسوار مرا چشم بر شکار افتاد — بزخم تیر نگہ صید بیشمار افتاد

چنانچہ اسی قصیدہ مین طالب خود کہتا ہے ؎

بہ نام دسنیم اے شہریار خردہ مگیر — کہ یک شبی من ہمہ نقشم بروئے کار افتاد

شاعری مین طالب کا امتیازی وصف صرف دو چیزین ہیں۔ ندرت تشبیہ، و لطف استعارہ۔ اسکا

کلام کہین سے اُٹھاکر دیکھیے نئے نئے لطیف و نازک استعارے نظر آئین گے۔

ذیل مین چند اشعار بطور نمونہ درج کرتے ہین۔

زغارت چمنت بر بہار منت ہاست ؎ کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند ؎
لب از گفتن چنان بستن کہ گوئی ؎ دہن بر چہرہ زخمے بود و بہ شد ؎
دو لب خواہم یکے در مے پرستی ؎ یکے در عذر خواہی ہائے مستی ؎
دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب ؎ ابرم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم
(یا رب مرے مرجائینگی اس لب پہ دعا ہو ؎ مین ہنسکے کہون کوسنے والیکا بھلا ہو
؎ بے نیازانہ ز ارباب کرم مے گذرم ؎ چون سیہ چشم کہ بر سرمہ فروشان گذرد
؎ مردم ز رشک چند بہ بینم کہ جام مے ؎ لب بر لبش گذارد و قالب تہی کند
؎ مژدہ در جہان نمے بینم ؎ دہر گوئی دہان بیمار است ؎ ؎
؎ خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح ؎ در عمارت گری گنبد دستار خود اند ؎
ما را زبان شکوہ ز بیداد چرخ نیست ؎ از ما خطے بمہر خموشی گرفتہ اند ؎
درین انجمن عیبہا ہے یار ؎ ؎ دو مے را بیک نشہ کم دیدہ ام ؎ ؎

با صد کرشمہ آن بت بدمست مے رود
خود میکند خرام و خود از دست مے رود

ہری کرشن

بڑی بات یہ ہے کہ زندگی کو راحتون کا ایک سلسلہ بنانا چاہیے۔ خواہ وہ راحتین کیسی ہی چھوٹی چھوٹی کیون نہ ہون۔ مثلاً مزاح یا ظرافت بالخصوص انسان مین ودیعت کی گئی ہے۔ حیوانون مین عقل کے ہونے مین تو شبہ ہے لیکن خوش طبعی کا جوہر تو ان مین بھی پایا جاتا ہے۔ "چھفرٹ" کی رائے ہے کہ "جس دن کوئی ہنسی کی بات نہ ہو وہ دن ہی بالکل جاتا ہے۔" کسی کو خوش طبعی سے ہنستے ہوئے دیکھنا کیسا لطف دیتا ہے۔ اور خندہ کا اثر ہر شے پر کیسا فرحبخش ہوتا ہے۔

جوہر فرد

(از رائے زادہ آفتاب جلال آبادی بی۔ اے)

حکمائے متقدمین سے لیکر قرون وسطیٰ تک جوہر فرد کے وجود مین شکوک ظاہر ہوتے رہے ہین اور قرون وسطیٰ مین فی الحقیقت سوائے حکمائے ہندی کے اکثریت آرا جوہر فرد کی ابطال کی جانب وار تھی۔ لیکن دور جدید نے جوہر فرد کے وجود کو اکثریت فلاسفہ سے تسلیم کرا دیا ہے۔ مگر مسائل فلسفہ کسی فرد بشر سے آج تک طے نہین ہو سکے ہین اُس کی وجہ یہ ہے کہ ساخت دماغ انسانی مین ظنیات کا مادہ وافر جمع رہتا ہے جو ہر وقت صرف ہوتا رہتا ہے۔ اس عمل کی سبب سے ظنیات کا اثر ہر خیال پر اپنا پرتو ڈالتا رہتا ہے۔ اور چونکہ مسائل فلسفہ محسوسات سے بعید ہوتے ہین لامحالہ اس مین مظنون کا زیادہ جزو شامل رہتا ہے۔ چنانچہ آجتک ہر مذہب فلسفہ زندہ اور باقی ہے اور گو اکثریت مخالف بھی ہوگئی ہو تاہم وہ مذہب قائم رہتا ہے اور خدا کی شان ہے مذاہب متقدمین جنکا ابطال قرون وسطیٰ مین بدرجۂ اول ہو چکا تھا پھر سلسلۂ بحث برا و ہو کر دنیا کی اقلیم اکثریت کے تاجدار ہوگئے ہین۔ یہ امر بھی معتاد دماغون کو اپنے ذہن نشین عقیدون کو جدا کرنے سے باز رکھتا ہے۔ چنانچہ جوہر فرد کی نسبت بھی موجودہ ارباب فلاسفہ مین اختلاف ہے۔

حکمائے ہند جوہر فرد کی نسبت جو رائے رکھتے ہین اس کا ابطال بہت مشکل ہے مگر بات چونکہ باریک زیادہ ہے اسلیے وہ سمجھ مین جیسی ہے ویسی نہین آتی اور جب غلط طرح پر سمجھ مین آتی ہے تو اسکا ابطال کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ جوہر فرد اُس ہستی کو کہتے ہین جسکے بعد درجۂ نیستی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جزو لا یتجزیٰ دراصل شئی وہمی ہے یہ منشا نہین کہ اسکی ہستی فی الخارج موجود نہین ہے بلکہ یہ منشا ہے کہ گو اسکی ہستی فی الخارج موجود ہے مگر وہ محسوس نہین معقول ہے جب اسکا وجود وہمی ٹھہرا تو طول وہم کی کہین انتہا ہونی چاہیے ورنہ تسلسل پیدا ہو کر استدلال غلط ہو جائیگا۔ یہ وہمی انتہا اُس درجہ پر ہوگی۔ جسکے بعد نیستی کا درجہ ہے۔

اس منہدی استدلال کو متقدمین نے تسلیم کیا لیکن مشائین نے جزو لا تجزی کا ابطال کر کے ہیولی کو مادۂ دینا فرض کیا - اور ابطال جزو لا تجزی مین عقلی دلائل سے کام لیا - مثلاً انھون نے کہا کہ مرکز زمین ایک نقطہ ہے اس نقطہ پر پرکار کی صورت زمین پھرتی ہے - چنانچہ خطوط اس سے جو قطرہاے بیشمار اس نقطہ پر سے نکلین گے وہ اس نقطہ کو کاٹتے ہوئے نکلین گے - کیونکہ نقطہ ہذا کی نسبت کہا جائیگا کہ اسکا رُخ ہر خط قطر کیجانب ہے اسطرح وہ پارہ پارہ ہو جائیگا -

ان لوگون کی وہمی دلائل بھی عقلی دلائل پر مبنی نہین وہ فرض کرتے ہین کہ جسطرح ہم عدد کی نہایت نہین تصور کر سکتے اسطرح جوہر فرد کی باریکی بھی نہایت نہین رکھتی -

موجودہ زمانے مین بھی سائینس کے انکشافات باریک ذات کو مرکب بہ سہ جز قرار دیتے ہین اور اس طرح ہر جزو ان تین جزوون کا جوہر فرد قرار پایا جاتا ہے - اور اکثریت فلاسفہ بھی اسی کو تسلیم کیے ہوئے ہے -

مگر سائینس کے انکشافات علوم کو یقینی بنانے سے قاصر ہین کیونکہ عادت انکشاف آئندہ انکشافات کا مسدد بنا کر ظنیات کا پہلو غالب کر دیتی ہے - پس لا محالہ دلائل عقلیہ ہی سے استدلال کرنا پڑتا ہے -

اگر غور سے دیکھا جاے تو جوہر فرد کے نسبت جتنے دلائل ابتک پیش کیے گئے ہین وہ فی نفسہ ناکافی ہین لیکن چونکہ وہ اپنے ماحولات کے ساتھ دماغ کے روبرو آتے ہین اس لیے ماحولات کا مجموعی اثر قبول کر کے دماغ عقیدہ واحد یا یقین متشکل کر لیتا ہے -

میری ذاتی راے یہ ہے کہ جوہر فرد سے انکار نہین ہو سکتا - کیونکہ اسکا تصور زمانہ قدیم سے ابتک دماغ انسانی کو متاثر کر رہا ہے اور جوہر فرد کا خیال خاص ارتقا رکھتا ہے - وحدانیت کا خیال سب سے پہلا خیال ہے بغیر اس خیال کے دماغ انسانی کوئی تصور و تصدیق نہین کر سکتا - اور یہی وہ خیال ہے جو ہر خیال مین سرایت کیے رہتا ہے -

کافی مگر مجبوراً اعلی مثال پیش کرنے کے لیے ایک کا عدد ہے - جو صرف ایک نہایت رکھتا ہے کوئی نہین کہہ سکتا کہ ایک کی دو نہایت ہین اسی لیے ایک کو اہل علم العدد عدد نہین کہتے کیونکہ عدد کی یہ حد ہے کہ جو اپنے دونون کنارون کا آدھا ہو - یعنی دو عدد ہے - اس کا ایک

کنارا ایک ہے دوسرا کنارا نہیں ہے یہ دونوں ملکر چار ہوے۔ اور چار کا آدھا دو ہے۔ لیکن ایک کا صرف ایک کنارا ہے، وہ، کیونکہ اگر نصف "دوسرا کنارہ کہا جاے تو ڈیڑھ" کا آدھا پون ہوگا' ایک ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ایک کی صرف ایک نہایت ہے اسی طرح جزو لا یتجزیٰ ہے یعنی جزو لا یتجزیٰ پر اضافہ مقدار ممکن ہے لیکن کمی ناممکن ہے پھر ایک اور خاص بات غور کے قابل ہے یعنی ایک کا ٹکڑا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک سیب ہے اس کے دو ٹکڑے ہوے تو لوگ کہیں گے کہ ایک کے ٹکڑے ہو گئے مگر یہ غلط ہے ایک ٹکڑا اور اور ایک ٹکڑا یوں دو ٹکڑے ہوے۔ ایک جزو پذیر نہیں ہوا۔ یہی حال جزو لا یتجزیٰ کا سمجھنا چاہیے۔ میں کہونگا کہ جزو لا یتجزیٰ کا خیال اسی ایک کے غیر قابل تجزیہ ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ اور جسطرح عدد وہمی چیز ہے جزو لا یتجزیٰ بھی اسی عددی وہم سے تخیل ہوا ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک مفرد اور بسیط نہیں لیکن ہر شخص تسلیم کرے گا کہ قابل قسمت نہیں۔ پس میرے خیال میں جزو لا یتجزیٰ کا خیال اسی ایک کی نہایت پر مبنی ہے یعنی دنیا کی چیزوں کو عدد کیطرح بے تعداد پا کر حکماء نے انحصار کرنا چاہا اور یہ معلوم کرنے کے درپے ہوے کہ آخر نہایت عالم کیا ہے اور کس چیز سے کائنات عرصہ وجود میں آئی ہے تو جس طرح لاتعداد اعداد ایک سے متشکل ہوے ہیں اور ایک کے سہارے پر ہی سب قائم ہیں ایسے ہی کوئی چیز کائنات عالم کے لیے ضروری پائی چنانچہ جزو لا یتجزیٰ اسی اختراع پذیر ہوا اور عالم وہمی میں ایک اور عالم مادی میں جوہر فرد تسلیم کرنا پڑا۔

کچھ عدد پر ہی موقوف نہیں اس کی مثال علم ہندسہ میں بھی ملتی ہے۔ نقطہ ایک ضروری اور لابدی چیز ہے اور بغیر طول و عرض و عمق قائم ہے۔ یعنی وہ وجود محض رکھتا ہے۔ اسی طرح جزو لا یتجزیٰ سے وجود محض مراد ہے۔

اگر وضاحت درکار ہو تو دوسرے علوم کی اصول پر نظر تعمق ڈالنے سے جزو لا یتجزیٰ کے تمنا بہ صدا ظاہر ہوں گے۔

رائے زادہ آفتاب

میک سوینی لارڈ میر آف کارک

گو بدنصیب آئرلینڈ کی تواریخ کے اکثر صفحون پر خون ناحق کے ایسے داغ ہین جنکا مشاہدہ ہمدرد آنکھون کو خون رُلا دیتا ہے مگر یہ نیا صفحہ ایثار جس پر میک سوینی لارڈ میر آف کارک کے نامی کا کتبہ اُنکے خون جگر سے لکھا ہوا ہے کچھ ایسی روحانیت کی جھلک لیے ہوئے ہے جسکا نظارہ ایشیائی قلوب مین بالعموم و ہندوستانی قلوب مین بالخصوص ایک عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے مشرقی اُصول تواریخ نویسی کو مدنظر رکھتے ہوئے جسمین شخصی یا واقعاتی حالات کی طویل و بے سود تاریخ مسند تفصیل کی بجائے اُس شخص یا واقعہ کے متعلق صرف مذہبی یا تمدنی یا سیاسی یا اسی قسم کے کسی دیگر نقطہ خیال سے غور کیا جاتا ہے اور اسطرح ناظرین کے چشم عبرت و بصیرت کے لیے ایک سبق آموز داستان تیار کرکے اُسکا ہو بہو فوٹو پیش کیا جاتا ہے، آج ہم شہر کارک کے لارڈ میر مسٹر میک سوینی مرحوم کی زندگی پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہین۔

چھبیس سال کا سن۔ عین شباب کا زمانہ ہوتا ہے۔ کوئی تو حسن و عشق کے فسانے پڑھکر ایک خیالی معشوق کے تصور مین محو رہتا ہے اور کوئی دنیا دی جاہ و ثروت کے دیوتا کے مندر کا طواف کرنا اپنی زندگی کا احصل سمجھتا ہے۔ لیکن نوجوان میک سوینی اسی عمر مین بلحاظ ایثار نفسی دیرینہ سال ہو چکا تھا۔ آخری چار سال مین اُسکو شاید ہی کچھ دنون کیلیے قید سے باہر رہنے کی نوبت آئی ہو۔ کیونکہ اس کا مذہب حب الوطنی اور قوم پرستی تھا۔ آزادی کی دیوی بیشتر قید خانہ ہی کے تپکدہ مین صرف دلونکی قربانی کا چڑھاوا قبول کرتی ہے۔ اُسکو زنجیر کی جھنکار ہی سے اُٹھنے والے ترانے کچھ زیادہ پیارے ہوتے ہین۔ میک سوینی اسی دیوی کا ایک سچا اُپاسک تھا۔ اس کو اس امر کا یقین ہو چکا تھا کہ غیر ملکی افراد کی بہترین حکومت بھی ملکی سلطنت کے پایہ کو نہین پہونچ سکتی۔

پس میک سوینی بھی ایثار نفس محبان وطن کے ایک گروہ کے ساتھ جسکا نام سن فینرس ہے اپنے ملک آئرلینڈ کی آزادی کی کوشش مین سرگرمی سے مشغول تھا مگر اسکا مقابلہ ایسے گروہ سے تھا جو طاقت کے نشہ مین چوُر

نشۂ دولت سے مخمور ہو کر حکمرانی کے دھن مین دوسرون کے جذبات و ضروریات کو خیال مین نہین لاتا ہے - بہرحال آئرلینڈ مین تشدد و عرصہ سے جاری تھا اور افسوس کہ پریسیڈنٹ ولسن کے اصول ہائے صلح و آشتی اور مسٹر لائیڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ کے امید افزائی کے باوجود عرصہ تک جاری رہا -

مگر نوجوان میک سوینی نے فوجی عدالت کے سامنے صاف کہدیا کہ "مین نے قطعی ارادہ کر لیا ہے کہ چاہے آپ جتنے دن کی سزا دین مگر مین ایک مہینہ مین خواہ زندہ رہتے ہوئے یا مر کر ضرور آزاد ہوجاونگا" کیا اسمین حضرت عیسیٰ کے صلیب پر چڑھائے جانے کی یا عزت رائے حقیقت راے جیسے کمسن بچونکے دیوار مین چُنے جانیکے واقعات اور اُنکے اقوال کی تکرار نہین ہے جنکی مثالین زبان حال سے کہہ رہی ہین ؎

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی ؛ امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

مگر مغربی دنیا ایک طرف تو اس غضب کے استقلال اور ایثار پر عش عش کر رہی ہے جسنے مرحوم کو اُس پاک ہستیا ریاضت کی جانب مائل کیا کہ چوہتر دن بے آب و دانہ رہکر آزادی کی دیوی پر اپنی جان کی قیمتی بھینٹ چڑھا دی -

اس حیرت انگیز مثال اور ایک زبردست ایثار نے آئرلینڈ کیلیئے وہ کام کیا جو برسون کی جدوجہد سے نہو سکا تھا - اس واقعہ نے تمام مہذب دنیا کی آنکھین ایکدم اُسکی طرف پھیر دین، اُنکو ایک مرتبہ پھر روحانی معجزہ کا کسی حد تک قائل ہونا پڑا ہے اور اُنکے دلون مین یہ خیال پیدا ہو چلا ہے کہ ایسا ایک ایثار بھی آج نہ سہی تو کل بلا نفع پائے ہوئے نہین رہ سکتا - مغرب کی مادی و نظریون نے ہماری تعلیم یافتہ جماعت کو بھی ایسا گرویدہ کر رکھا تھا کہ پرہلاد وغیرہ کی مثالین محض مبالغہ معلوم ہوتی تھین - ہمکو فخر ہے کہ اب مغربی دنیا بھی ہمارے اصول کے قدم بقدم چلنے لگی ہے جسکا ایک زبردست ثبوت میک سوینی کی زندہ جاوید موت ہے - چنانچہ وزیر اعظم برطانیہ کا دل بھی پگھل گیا - مسٹر اسکوتھ سا تجربہ کار مدبر عرصہ سے اسی بات پر زور دے رہا تھا کہ فرضی ہوم رول بل پاس کر نیسے کام نہ چلیگا بلکہ اُن نمایندون کی جماعت سے جنکو آئرلینڈ کی رعایا نے خود منتخب کیا ہے مگر جو اپنے ملک کی آزادی کے خیال سے پارلیمنٹ انگلستان مین بیٹھنا پسند نہین کرتے مشورہ کیا جاوے اور بھائی بھائی کا معاملہ تلوار سے نہین بلکہ صاف دلی و ہمدردانہ گفتگو اور مباحثہ سے طے کیا جائے چنانچہ اسیبات کو مسٹر لائیڈ جارج نے بھی پسند فرمایا - گویا میک سوینی کی موت زبان حال سے زمانہ گوش عبرت کیلیئے غالب کا یہ شعر پڑھ رہی ہے ؎ کستا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر ؛ سینے مین گل کے لاکھ جگر چاک ہوگئے -

راج بہادر

جذبات ٹگور

شہزادہ کی آمد

(مترجمہ سردار پورن سنگھ امرتسری)

اے ماں آج شہزادہ ہمارے دروازہ کے سامنے سے گذرنیوالا ہے - مین آج صبح اپنا کام کس طرح کرسکتی ہون -

مجھے بتاؤ مین کسطرح بال سنوارون اور کون سی پوشاک پہنون ؟

ماں تم مجھے تعجب کی نظر سے کیون دیکھتی ہو ؟

مین خوب جانتی ہون وہ میرے دریچہ کیطرف ایکبار بھی آنکھ اٹھاکر نہین دیکھیگا وہ چشم زدن مین نظر سے غائب ہوجائیگا اور مجھ تک صرف بانسری کی ٹٹتی ہوئی آواز دور سے پہونچے گی -

بہرحال شہزادہ ہمارے دروازہ کے سامنے سے گذریگا اور مین اُس موقع پر بہترین پوشاک پہنون گی -

اے ماں شہزادہ ہمارے دروازہ کے سامنے سے گذرگیا اور صبح کو طلوع ہونیوالا آفتاب اپنے رتھ پر جلوہ گر ہوگیا -

مین نے اپنے رخ سے نقاب اُلٹ دی اور لعلونکو ہار توڑکر اُسکی رہگذر مین ڈالدیا -

ماں تم مجھے تعجب کی نظر سے کیون دیکھتی ہو ؟

مین خوب جانتی ہون کہ اُسنے میرا ہار نہین اُٹھایا اور وہ اس کے رتھ کے پہیونکے تلے کچلا گیا - جس سے خاک پر ایک سرخ لکیر بن گئی - کسیکو خبر نہین کہ میرا تحفہ کیا تھا اور کس کیلیے تھا -

بہرحال شہزادہ ہمارے دروازہ کے سامنے سے گذرگیا اور مین نے اپنے سینہ کو

زینت دینے والے لعل اُسکی رہگذر مین بکھیر دیے -

وطن مین ناقدری

مین نے صبح کیوقت سمندر مین جال ڈالا - سمندر کی تہ سے عجیب عجیب خوشنما چیزین برآمد ہوئین - ان مین سے بعض تبسم کی مانند درخشان - بعض اشکون کے مثل فروزان اور اور بعض کسی نوعروس کے رخسار کیطرح تابان تھین -

جسوقت مین دن بھر کی کمائی لے کر گھر پہونچا - اُسوقت میری محبوبہ باغ مین بیٹھی ہوئی بطریق شغل بے کاری پھولون کی پتیون کو توڑ رہی تھی -

پہلے تو مین ایک لمحہ کیلیے جھجکا اور پھر وہ تمام چیزین جو سمندر سے نکلی تھین اسکے قدمون مین رکھ کر خاموش کھڑا ہو گیا -

اسنے ان چیزون کیطرف دیکھا اور کہا -

" یہ کیسی عجیب چیزین ہین ! مین نہین جانتی یہ کس کام آتی ہین "

مین نے شرم سے سر جھکا لیا اور خیال کیا کہ مین نے ان چیزون کے حاصل کرنیکے لیے جنگ نہین کی - مین نے ان چیزون کو بازار سے نہین خریدا پس یہ اسے بطور تحفہ پیش کرنیکے ناقابل ہین -

پھر مین رات بھر ان چیزون کو ایک ایک کر کے سڑک پر پھینکتا رہا -

صبح راہگیر آئے اور انکو اٹھا کر دور دراز ملکون مین لے گئے -

(ترجمہ) سردار پورن سنگھ مہر امرتسری

نئی پُتلی

(ترجمہ ربیندر ناتھ ٹیگور)

(۱)

یہ کاریگر صرف گڑیان تیار کرتا ہے۔ محل شاہی کی شاہزادیان اِن گڑیون سے کھیلتی ہین۔ ہر سال شاہی محل کے صحن مین کٹھ پتلیون کا میلہ لگتا ہے۔ اِس میلہ مین سب لوگ اسی کاریگر کو سب سے اچھا خیال کرتے ہین جسوقت اسکی عمر قریب اسی برس کی تھی میلہ مین ایک نیا کاریگر آیا۔ وہ نوجوان تھا۔ اسکی طرز وضع بھی نرالی تھی۔ اُسکی پتلیان بھی نرالی ہی ہوتی تھین۔ پتلیون کو وہ آدھا گڑھتا تھا اور آدھا یون ہی چھوڑ دیا کرتا تھا۔ کچھ مین رنگ چڑھاتا تھا اور کچھ کو بغیر رنگ کے ہی چھوڑ دیا کرتا تھا۔

نوجوانون نے کہا اُس آدمی کی ہمت کو تو دیکھو، بڈھون نے کہا "کہا اسی کو ہمت کہتے ہین یہ تو رقابت ہے۔"

لیکن نئے زمانہ کو نئی چیزین پسندیدہ ہوتی ہین۔ نئے زمانہ کی شاہزادیون نے کہا "ہم یہی کٹھ پتلی لین گے" پرانے زمانہ کے خادمون نے کہا "چھی" یہ سُنکر شاہزادیون کی ضد اور بھی بڑھ گئی۔ بڈھے کی دکان مین اس مرتبہ ہجوم نہین ہے جس طرح گھاٹ کے نزدیک لوگ ملاحون کی امید مین بیٹھے ہوئے رہجاتے ہین۔ اسی طرح اُسکی پتلیان خریدارون کے انتظار مین پٹاری مین ہی رکھی رہ گئین۔

ایک سال گذر گیا۔ بڈھے کا نام بھی سب لوگ بھول گئے۔ کشن لال شاہی محل کی گڑیون کے میلہ کا مہتمم ہوگیا۔

(۲)

بڈھے کا دل بیٹھ گیا۔ اُسکے ایام مشکل سے کٹنے لگے۔ آخرکار اُسکی لڑکی نے آکر کہا "تم ہمارے گھر مین رہو" داماد نے کہا "کہا دیئو آرام کرو اور ہمارے کھیت کی مویشیون کی نگرانی کرو۔"

بڈھے کی لڑکی گھر کے کام مین مشغول رہتی تھی۔ اسکا داماد مٹی کے چراغ بناتا تھا اور انکو شانہ پر

لاد کر شہر میں بیچنے کے لیے لیجایا کرتا تھا۔

زمانہ تبدیل ہو گیا یہ بات سُنی کہ بڈھے کی سمجھ ہی میں نہ آتی تھی اسکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ اسکی ناتن کی عمر سولہ برس کی ہو چکی ہے۔ جسوقت وہ بڈھا پیڑ کے نیچے بیٹھا ہوا کھیت کی نگرانی کرتا تھا اُسوقت اُسکی ناتن آکر اُسکے گلے سے لپٹ جاتی تھی اور وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا ناتن کہتی تھی میرے لیے کٹھ پتلی بنا دو میں کھیلونگی؟ بڈھا کہتا تھا "میری بنائی کٹھ پتلی تمکو کیسے پسند آئیگی" "مجھے تو اب کوئی پوچھتا ہی نہیں" ناتن کہتی تھی ذرا سُنو تو تمسے بڑھکر کون تپلی بنائیگا۔ بڈھا کہتا تھا " وہ کشن لال " ناتن کہتی تھی "کشن لال کی کیا مجال ہے "

دونوں میں اسی طرح کی باتیں کئی بار ہوئی تھیں۔ بس ہمیشہ ایک ہی قصہ۔ اُس پر بڈھے نے جھولی سے مصالحہ وغیرہ نکالا اور آنکھوں پر عینک لگاتے ہوئے ناتن سے کہا " لیکن بُھٹے تو کوے کھا جائیں گے"۔

ناتن۔ "میں کوے اُڑا دونگی"

دن ڈھلتا جاتا تھا۔ کچھ دور پر بلدیو اپنا لاٹھا چلا رہا تھا۔ اُسکی آواز یہاں سُنائی دیتی تھی۔ ناتن کوے اُڑا رہی تھی۔ بڈھا بیٹھا ہوا کٹھ تپلی بنا رہا تھا۔



(۳)

بڈھا سب سے زیادہ اپنی لڑکی سے خوف کھاتا تھا۔ وہ نہایت سخت مزاج تھی۔ بڈھا تپلی گڑھنے میں محو تھا۔ آنکھ اُٹھاکر ادھر اُدھر دیکھتا تک نہیں تھا اُسکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ اسکی لڑکی پیچھے سے چلی آ رہی ہے۔ جسوقت اُس نے نزدیک آکر پکارا بڈھا آنکھوں سے عینک اُتارکر ایک ناسمجھ بچہ کی طرح دیکھنے لگا۔ لڑکی نے بگڑ کر کہا " ابھی دودھ دوہنا باقی ہے اور تم سبھدرا کے واسطے وقت برباد کر رہے ہو۔ اتنی بڑی لڑکی۔ اسکی عمر اب کیا گڑیاں کھیلنے کی ہے۔ بڈھے نے جلدی سے جواب دیا سبھدرا بھلا کیا کھیلے گی۔ اسے تو میں شاہی محل میں بیچنے کیواسطے بھیجونگا۔ جسدن سبھدرا کی شادی ہوگی اُسی دن تو اسکے گلے میں سونیکا ہار پہنانا ہوگا۔ اسی لیے میں روپیہ جمع کرنا چاہتا ہوں" لڑکی نے مایوسانہ لہجہ میں کہا " شاہی محل میں ایسی تپلی خریدیگا کون ؟ یہ سُنتے ہی بڈھے کا سر جھک گیا اور وہ بیچارا بدھوا سا رہ گیا۔ سبھدرا نے سر اُٹھاکر کہا " میں دیکھونگی کہ تپلیاں شاہی محل میں کیسے نہیں بک سکتی ہیں۔

(۴)

دو دن کے بعد سبھدرا نے ایک سونے کی مہر لاکر اپنی ماں سے کہا "یہ نانا کی بنائی ہوئی تیلی کی قیمت" ماں نے پوچھا "کہاں سے لائی" لڑکی نے کہا شاہی محل مین جاکر اسے بیچ آئی۔" بڈھے نے ہنستے ہنستے کہا "آنکھوں سے اچھی طرح نہین سوجھتا۔ ہاتھ کانپتا ہے پھر بھی تو تمھارے نانا ہین۔" ماں نے خوش ہوکر کہا ایسی سولہ مہرین اور ہوجاوین تو سبھدرا کے گلے کا ہار بن جاوے۔ بڈھے نے کہا "اب اسکی کیا فکر ہے" سبھدرا نے بڈھے کے گلے مین ہاتھ ڈالکر کہا "میرے شوہر کیلیے فکر نہ کیجیے" بڈھا ہنسنے لگا اور آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ مونچھ پر ٹپک پڑا

(۵)

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڈھا پھر جوان ہوگیا ہے۔ وہ پیڑ کے نیچے بیٹھا تیلی بناتا۔ سبھدرا کوے اڑاتی اور کچھ دور پر بلدیو کے لاٹھے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ایک ایک کرکے سولہ مہرین پروئی گئین۔ ہار تیار ہوگیا۔ ماں نے کہا اب تو شوہر کی ہی ضرورت ہے سبھدرا نے بڈھے کے کان مین لگ کر کہا "نانا شوہر بھی ٹھیک ہوگیا ہے" بڈھے نے پوچھا بتاؤ تو تنے شوہر کہاں سے تلاش کیا" جس دن شاہی محل مین گئی دربان نے پوچھا کیا چاہتی ہو۔ مین نے جواب دیا کہ شاہزادیوں کے پاس تیلی فروخت کرنے جانا چاہتی ہون۔ اُسنے کہا کہ ایسی تیلیان اب یہان نہ بکینگی ایسا کہکر مجھے واپس کردیا۔ مین رونے لگی۔ ایک آدمی نے میرے رونے کو دیکھکر مجھ سے کہا "لاؤ مین اس تیلی پر ایک رنگ چڑھا دون فروخت ہوجائیگی۔ اُس آدمی کو اگر تم پسند کرو تو اُسی کے گلے مین ہار ڈالدون بڈھے نے پوچھا "وہ ہے کہان" نانی نے کہا "یہین باہر پیڑ کے نیچے" جب وہ گھر مین آیا۔ بڈھا بول اُٹھا اَرے! یہ کشن لال "کشن لال نے بڈھے کی خاک پا اپنی پیشانی پر لگا کر کہا "ہان مین تو کشن لال ہون" بڈھے نے اسے اپنے سینہ سے لگاکر کہا ایک دن تم نے میرے ہاتھ کی تیلی چھین لی تھی۔ آج تم نے میری آنکھون کی تیلی چھین لی"

ا۔ب۔

خوفِ رسوائی

شرلاک ہومس سراغرسانی کا ایک قصہ

(۱)

شرلاک ہومس نے اُسکو ایک غیر معمولی عورت کا خطاب دے رکھا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ شرلاک کو آئرن ایلڈر کے ساتھ محبّت تھی کیونکہ اس قسم کے تمام جذبات اور محسوسات سے اُسکا دماغ قطعی نابلد تھا اُسکا مزاج خشک اور اُسکی طبیعت نہایت اعتدال پسند واقع ہوئی تھی۔ وہ عشق و محبّت سے کوسون دور رہتا تھا۔ درصل ہم اُسکے دماغ کو مشاہدہ اور استدلال کی ایک مکمّل مشین کہہ سکتے ہین اور شرلاک ہومس سے بڑھکر استدلال اور مشاہدے مین کامل کوئی دوسرا شخص میری نظر سے گزرا ابھی نہین ہے۔ جب کبھی عشق و محبّت کے دلولون کا ذکر آتا تو وہ ہمیشہ اُنکا مضحکہ بھی اڑایا کرتا تھا۔ مشاہدے کیلئے جذبات نفسانی ہمیشہ مہلک ثابت ہوئے ہین۔ اِن سے انسان کے اغراض اور مقاصد کا عمل ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن ایک بہت تربیت یافتہ تہذیب کے پتلے کے لیئے انکو اپنے نازک اور باریک بین دماغ مین جگہ دینا ویسا ہی تھا جیسا عمدہ گانیکے ساتھ بےسُرا ساز چھیڑ دینا اس سے اسکی دماغی فوقیت اور اُسکے نتائج مین خلل پڑتا ہے۔

عرصہ سے میری مسٹر ہومس سے ملاقات نہین ہوئی تھی۔ میری شادی جب ہوگئی ہم دونون علیحدہ ہوگئے تھے۔ گھر کی دلچسپیان جو ایک نئے نئے شادی شدہ انسان کے ارد گرد جمع ہو جاتی ہین میری توجہ اپنی طرف منعطف کیئے ہوئے تھین۔ ہومس جسکو سوسائٹی سے قطعی نفرت تھی بیکر اسٹریٹ مین اپنے مکان مین رہتا تھا۔ یہان یہ اپنے کتابون مین مستغرق رہا کرتا تھا لیکن کبھی وہ راز ہائے سربستہ آشکارا کر دیتا تھا جن سے سرکاری پولیس ناامید ہو کر دست بردار ہو جاتی تھی۔ مگر جنکے پُراسرار رازون کے کھلجانیسے اُنکی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی۔

کبھی کبھی میرے کانون تک بھی اُسکے کارہائے نمایان کی آواز پہونچ جاتی تھی۔ یہ آواز اخبارات کے ذریعہ جیسی اور سب تک پہونچتی تھی مجھ تک بھی پہونچ جاتی تھی۔ اسکے علاوہ فی الحال مجھکو اپنے قدیم دوست کا اور کچھ حال نہ معلوم ہوتا تھا۔

۸۸ء کی بیسویں مارچ کی تاریخ تھی۔ میں ایک مریض کو دیکھکر لوٹ رہا تھا۔ اتفاق سے میرا گذر بیکر اسٹریٹ سے ہوا۔ جیسے ہی میری نظر اُس دروازہ پر پڑی جس سے میں اس سے قبل صرف اتنا واقف تھا۔ میری دل میں اپنے دوست سے ملنے کا اک جوش پیدا ہوا اور یہ دریافت کرنیکو طبیعت میں گدگدی ہوئی کہ وہ اپنی غیر معمولی قوت کافی الحال کیا استعمال کر رہا ہے۔ اُسکے کمرہ میں تیز روشنی تھی اور جیسے ہی میں نے آنکھ اُٹھائی دیکھا کہ کھڑکی کے پردہ پر دو مرتبہ اُسکا سایہ گذرتے ہوئے پڑا۔ وہ تیزی سے کمرے میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ اسکے ہاتھ کمر پر تھے اور سر سینہ کی طرف جھکا ہوا کسی خیال میں مستغرق معلوم ہوتا تھا مجھکو اُسکے رگ و ریشہ اور عادات اور اطوار سے پوری واقفیت تھی، چنانچہ میں سمجھ گیا کہ کوئی کام ضروری اسکے ہاتھ آگیا ہے۔ اور وہ کسی نئے مسئلہ سُراغرسانی میں مشغول ہے۔ میں نے گھنٹی بجائی تو نوکر مجھکو اس کمرہ میں لیگیا جہاں کہ بیشتر میں بھی رہا کرتا تھا میرا خیال ہے کہ وہ مجھکو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ مگر اُسنے اپنی زبان نہیں ہلائی۔ اور اشارہ سے بیٹھنے کو کہا۔ اُس نے سگریٹ کا ڈبہ اور دیا سلائی میری طرف بڑھا دی۔ تب وہ آتشدان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنے مخصوص انداز سے غور و خوض کی حالت میں کھڑے ہو کر میری طرف دیکھنے لگا اور بولا۔

شرلاک ہومس۔ شادی تو تمھیں خوب ہی راس آئی۔ میرا خیال ہے کہ جب سے میں نے تمکو آخری مرتبہ دیکھا ہے تمھارا وزن ساڑھے سات پونڈ بڑھ گیا ہے۔

میں۔ سات۔

ش۔ نہیں میرا خیال ہے کہ اس سے کچھ زیادہ۔ واٹسن قیاساً کہنا چاہئے کہ سات سے کچھ زیادہ۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ تمھاری طبابت میں بھی ترقی ہے [illegible] نوکری کر لی ہے۔

میں۔ پھر تمکو کیونکر معلوم ہو

ش۔ میں [illegible]

بارش میں بھیگ

میں۔ یہ آ

ہے کہ مجھکو تعج

کر کے آیا ہوں

اُسکو واٹس

ش - یہ بالکل آسان بات ہے - میری آنکھوں نے مجھکو بتادیا ہے کہ تمھارے بائین جوتے کے اندر جہان پر ٹھیک روشنی پڑرہی ہے چمڑے پر چھ قریب قریب متوازی نشانات ہین - بلاشبہ یہ نشانات ایسے شخص کے ہاتھ سے پڑ گئے ہین جس نے کنارون کے قریب برش کرنے مین بہت ہی بے پرواہی سے کام لیا ہے - پس آپ دیکھئے اس ایک بات سے مین نے دو نتیجے نکالے اول یہ کہ آپ خراب موسم مین پیدل گھومتے رہتے ہین دوسرے آپ کی خادمہ بہت ہی بے پرواہ ہے - پریکٹس کی بابت سنئے - اگر کوئی جنٹلمین میرے کمرے مین آئے جسکے کپڑون سے آئیڈوفارم کی بو آرہی ہو اور جس کے داہنے ہاتھ کی پہلی انگلی مین سلور نائیٹریٹ کا سیاہ نشان ہو اور جس کے جیب مین آلات کا بکس ہو تو مین بہت ہی کند ذہن خیال کیا جاؤن گا اگر مین اوس کو ایسا ڈاکٹر نہ بتاؤن جسکی پریکٹس خوب چلتی ہے -

مین اس آسانی پر ہنسنے سے باز نہ رہ سکا جس سے کہ شرلاک ہومس نے اپنے نتیجے اخذ کرنیکے طریقہ کو بتلایا تھا مین نے ریمارک کیا -

جب مین تمکو وجوہات بیان کرتے ہوے سنتا ہون تو مجھکو یہ باتین ایسی آسان معلوم ہوتی ہین کہ میرا خیال ہوتا ہے کہ مین بھی ایسا ہی کر سکتا ہون گو تمھارے دلائل کی ہر ایک سیڑھی پر مین حیرت زدہ ہوجاتا ہون جبتک تم اپنے طریقہ کو بیان نہین کر دیتے ہو - تاہم مین یقین کرتا ہون کہ میری آنکھین ویسی ہی اچھی ہین جیسی کی تمھاری -

ش - (سگرٹ جلاکر اور آرام کرسی پر دراز ہوکر) بالکل ٹھیک - تم دیکھتے ہو مگر مشاہدہ نہین کرتے - فرق صاف ہے - تمثیلاً تم نے وہ زینہ اکثر دیکھا ہوگا جسپر ہوکر یہان آتے ہو -

مین - اکثر -

ش - کتنے ... ؟

ہے - اچھا مین

چھوٹے مسائل

جیسی ہو - یہ کہکر

اور میز پر سامنے

کھلا ہوا پڑا تھا۔ اوس نے کہا کہ یہ آخری ڈاک سے آیا ہے۔ زور سے پڑھو۔ اس خط مین تاریخ نہ تھی اور نہ کسی قسم کا پتہ یا دستخط تھے۔ اس مین حسب ذیل تحریر تھی۔

"آج رات کو پونے آٹھ بجے آپ سے ایک شریف آدمی ملنے آئیگا جس کو آپ سے ایک بہت ہی ضروری مسئلے پر راے لینا ہے۔ آپ نے یورپ کے ایک شاہی خاندان کے متعلق جو کارنمایان کئے ہین اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے خاصکر ایسے معاملون مین جنکی اہمیت کا اندازہ بہ مشکل لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کی بابتہ یہی راے سننے مین آئی ہے۔ مہربانی کرکے وقت مقررہ پر اپنے مکان ہی پر تشریف رکھئے گا اور پریشان نہ ہوجئے گا اگر ملاقاتی نقاب پوش ہو۔"

مین۔ یہ تو درحقیقت ایک معمہ ہے۔ اسکی بابتہ آپ کا کیا خیال ہے؟

ش۔ مجھکو ابھی تک کوئی واقفیت نہین ہے۔ واقعات سے بغیر واقف ہوئے کوئی رائے قائم کرلینا سخت غلطی ہے۔ کیونکہ جب قبل از وقت کوئی تجویز قرار دے لی جاتی ہے تو پھر اوسکی صحت قائم رکھنے کے لیے واقعات توڑ مروڑ کر اوس کے ساتھ مطابق کیے جاتے ہین بجاے اسکے کہ واقعات کی مناسبت سے رائے قایم کیجائے۔ لیکن اس خط کو صرف دیکھکر تم اس سے کیا نتیجہ نکالتے ہو؟۔

مین نے سواد خط کو غور سے دیکھا اور پھر اسکو وہین رکھدیا۔ مین نے اپنے رفیق کے طریقہ کی نقل کرتے ہوئے ریمارک کیا کہ جس شخص نے یہ لکھا ہے بہت ہی متمول ہے۔ ایسا نوٹ پیپر دو روپیہ پیکٹ سے کم نہین مل سکتا۔ کاغذ خاص طور سے مضبوط اور پیڑا ہے۔

ش۔ خاص۔ یہی لفظ اس کے واسطے موزون ہے۔ یہ انگریزی کاغذ نہین ہے۔ روشنی مین اٹھاکر دیکھو۔

مین نے دیکھا تو واقعی کاغذ کے رگ و ریشے مین مندرجۂ ذیل حرف ثبت تھے۔

"بڑا آئی معہ چھوٹے جی کے۔ بڑا پی۔ بڑا جی معہ چھوٹے ٹی کے"

ش۔ اس سے تم کیا مطلب نکالتے ہو!

مین۔ بلاشبہ کاغذ بنانیوالے کا نام ہے یا اوسکا مونوگرام۔

ش۔ بالکل غلط۔ بڑا جی معہ چھوٹے ٹی کے ایک لفظ بنتا ہے جسکے جرمن زبان مین کمپنی کے معنی ہین جس طرح انگریزی زبان مین کمپنی کے لیے کو لکھنا مروج ہوگیا اوسیطرح جرمن اصطلاح مین جی اور ٹی۔ پی بلاشبہ پیپر کے لیے ہے جس کے معنی کاغذ کے ہین۔ اب آئی جی کو دیکھو۔ کانٹی نینٹل گزیٹیر کو دیکھو

الماری سے ایک بڑی بھاری کتاب اوٹھا کر اور کھول کر۔ یہ دیکھو۔ یہ جرمنی مین ہے۔ بوہیمیا مین واقع ہے۔ اس مین شیشہ اور کاغذ کے متعدد کارخانے ہین۔ اہا۔ ہا۔ ہا۔ اب آپ اس کا مطلب سمجھے؟۔

مین۔ یہ کاغذ بوہیمیا مین بنا ہے۔

ش۔ ٹھیک۔ بالکل ٹھیک۔ اور جس شخص نے یہ خط لکھا ہے جرمن ہے۔ کیا تم نے اس فقرے کی ساخت پر غور کیا...... ایک فرانسیسی یا روسی کبھی ایسا نہین لکھتا۔ یہ جرمن ہی ہین جو اپنے جملون مین افعال کو متعلقات فعل کے ساتھ بے ترتیبی سے استعمال کرتے ہین۔ صرف وہی اس طرح لکھ سکتے ہین۔ اب صرف یہ باقی رہتا ہے کہ معلوم کیا جاے کہ یہ جرمن کیا چاہتا ہے جو بوہیمیا کے کاغذ پر خط لکھتا ہے۔ اور جو اپنا چہرہ دکھلانیسے نقاب ڈالنا پسند کرتا ہے۔ اور..... دیکھو وہ آرہا ہے اگر مین غلطی نہین کرتا اب تمام شکوک رفع ہوے جاتے ہین۔

وہ یہ جملہ ختم بھی نکرنے پایا تھا کہ گھوڑون کی ٹاپون کی آواز کان مین آئی اور پھر کنکرون پر پہیون کی گڑگڑاہٹ اسکے بعد کسی نے زور سے گھنٹی دی۔ ہومس سیٹی بجانے لگا۔

ش۔ گاڑی کی آواز سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جوڑی ہے۔ ہان دکھڑکی سے جھانک کر) نفیس فٹن اور خوبصورت جوڑی۔ کوئی تین تین ہزار کا ایک گھوڑا ہوگا۔ واٹسن اس معاملہ مین اگر اور کچھ نہین ہے تو روپیہ تو ضرور ہے۔

مین۔ مین خیال کرتا ہون کہ مجھکو چلا جانا چاہیے۔

ش۔ نہین ڈاکٹر۔ ہرگز نہین۔ ٹھہرو۔ بغیر تمھارے مین اچھی طرح کام نہین کرسکتا۔ اور یہ معاملہ بہت ہی دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ تمکو افسوس ہوگا اگر تمھارا ہاتھ اسمین نہوگا۔

مین۔ لیکن تمھارا موکل.....

ش۔ اسکی پروا نکرو۔ مجھکو تمھاری مدد کی ضرورت ہوگی اور ممکن ہے اوسکو بھی۔ وہ دیکھا وہ آگیا۔ ڈاکٹر اس آرام کرسی پر بیٹھ جاؤ اور خوب غور سے سنو۔

زینہ پر ایک بھاری قدم پڑا اور دروازہ پر آکر ٹھہر گیا لو پھر بڑے زور کی اور تحکمانہ کھٹ کھٹاہٹ دروازہ پر ہوئی

ش۔ تشریف لائیے۔

ایک شخص داخل ہوا۔ اوسکا قد کم سے کم چھ فٹ چھ انچ ہوگا اور جسم اتنا جیسے کہ رستم داستان۔ اوس کی پوشاک بہت قیمتی تھی ایسی جیسی انگلستان مین استعمال کرنا مناسب نہین خیال کیا جاتا۔ اوس کے چہرہ پر سیاہ نقاب پڑی تھی اور اسکے ہاتھ ابھی تک اوسمین اولجھے ہوے تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ گاڑی سے اترتے ہی

اوس نے نقاب ڈال لی ہے۔ اسکے چہرہ کے نیچے کے حصّہ دیکھنے سے خیال ہوتا تھا کہ مضبوط کریکٹر کا انسان ہے اور قدرے طبیعت مین ضد کا مادہ بھی ہے۔

نقاب پوش۔ (سخت جرمن لہجہ مین) آپ کو میرا خط ملا ہوگا۔ مین نے لکھ دیا تھا کہ مین ضرور آؤنگا۔

اوسنے ہم دونون کو یکے بادیگرے دیکھا اور حیران تھا کہ کس سے مخاطب ہو۔

ش۔ مہربانی کرکے تشریف رکھیے۔ یہ (میری طرف اشارہ کرکے) میرے دوست ڈاکٹر واٹسن ہین۔ جو اکثر میرے معاملات مین مجھکو مدد دیا کرتے ہین۔ کیا مین پوچھ سکتا ہون کہ مجھے اسوقت کس سے خطاب کرنے کی عزت حاصل ہوئی ہے۔

نقاب پوش۔ آپ مجھکو کونٹ وان کرم کہکر خطاب کرسکتے ہین۔ مین بوہیمیا کا رہنے والا ہون۔ مین قیاس کرتا ہون کہ آپ کے یہ دوست معتمد اور عقیل ہین اور اس اہم معاملہ مین مین ان پر اعتماد کرسکتا ہون۔ اگر ایسا نہین ہے تو بہتر ہوگا کہ آپ مجھکو تنہائی مین بات چیت کرنیکا موقع دین۔

مین جانیکے واسطے اُٹھا مگر ہومس نے میری کلائی تھام لی اور مجھے میری کرسی پر بٹھلا دیا اور کہنے لگا۔

ش۔ دونون قابل اعتماد ہین یا دونون مین سے کوئی نہین۔ آپ ان کے سامنے جو کچھ آپ کو مجھ سے کہنا ہے کہہ سکتے ہین۔

نقاب پوش۔ (کندھے اُچکا کر) سب سے پہلے مین آپ لوگون سے درخواست کرتا ہون کہ آپ عرصہ دو سال کے لئے اسکو پوشیدہ رکھنے کا عہد کرلیجیے۔ اس مدت کے بعد اس معاملہ کی اہمیت باقی نہین رہیگی۔ فی الحال یہ کہنا بیجا نہوگا کہ یہ معاملہ ایسا اہم ہے کہ ممکن ہے اس کا اثر یورپ کی تواریخ پر ہو۔

ش۔ مین وعدہ کرتا ہون۔

مین۔ اور مین بھی۔

نقاب پوش۔ آپ اس نقاب کی بابتہ مجھکو معاف کرینگے۔ جس رئیس اعظم کی طرف سے مین آیا ہون وہ چاہتا ہے کہ اوسکا ایجنٹ نامعلوم رہے۔ اور مین بلا تامل اقرار کرتا ہون کہ وہ لقب جس سے مین نے اپنے آپکو پیش کیا ہے ٹھیک میرا نہین ہے۔

ش۔ (خشک مزاجی سے) مجھکو اس بات سے آگاہی تھی۔

نقاب پوش۔ واقعات بہت ہی نازک ہین اور ہر طرح کی پیش بندی کرلینا چاہیے تاکہ یورپ کے ایک حکمران

خاندان کے نام پر دھبّہ نہ آنے پائے بلکہ صاف تو یہ ہے کہ اس معاملہ سے آرمسٹن کے خاندان گرامی پر جنہیں سے بوہیمیا کے موروثی بادشاہ ہوتے ہیں بدنامی آنیکا خوف ہے۔

ش۔ (آرام کرسی پر بیٹھکر اور آنکھیں بند کرکے) مجھکو اس کا بھی علم تھا۔

ہمارے ملاقاتی نے شرلاک ہومس کو بظاہر تعجب کی نظر سے دیکھا کیونکہ یہ دبلا پتلا سُست سا آدمی جسکی بابت اسکو بتایا گیا تھا کہ یہ سب سے اعلیٰ قیاس کرنیوالا اور یورپ بھر میں سب سے زبردست اور کارکن ایجنٹ ہے۔ مشہور شرلاک ہومس ہو سکتا ہے۔ ہومس نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور اپنے جسیم موکل کو بیچابا دیکھنے لگا اور بولا۔

ش۔ اگر بادشاہ سلامت اپنے معاملہ سے مجھکو آگاہی بخش کر سرفراز کرینگے تو میں بہتر صلاح دینے کے قابل ہونگا۔

نقاب پوش۔ کرسی سے اچھل پڑا اور گھبراہٹ میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ تب عالم نا اُمیدی میں نقاب اُتار کر زمین پر پھینکدی اور زور سے کہنے لگا۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں ہی بادشاہ ہوں۔ اب مجھکو اس بات کے چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

ش۔ حضور کے زبانی الفاظ نکلنے کے قبل ہی میں سمجھ گیا تھا کہ میں ولیم ..... وان آرمسٹن گرینڈ ڈیوک ..... اور موروثی شاہ بوہیمیا سے خطاب کر رہا ہوں۔

شاہ۔ لیکن (کرسی پر بیٹھکر اور اپنی اونچی سفید پیشانی پر ہاتھ پھیر کر) آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے کاموں کے خود کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن معاملہ ایسا ہی نازک تھا کہ میں اسکو اسوقت اپنے کسی ایجنٹ کے سپرد کر سکتا تھا جبکہ خود کو اسکے قابو میں دیدیتا تھا۔ میں محض آپ سے صلاح لینے کیلئے پریگ سے یہاں تک بھیس بدلکر آیا ہوں۔

ش۔ (پھر آنکھیں بند کرکے) تو پھر مہربانی کرکے صلاح لیجیئے۔

شاہ۔ خلاصہ واقعات کا یہ ہے کہ تقریباً پانچ برس ہوئے ہیں وارسا میں گیا تھا۔ دوران قیام میں میری ملاقات اس مشہور رجابباز عورت آئرن ایلڈر سے ہوگئی۔ یہ نام یقیناً آپکو یاد ہوگا۔

ش۔ (بغیر آنکھیں کھولے ہوئے) ڈاکٹر! مہربانی کرکے ذرا میرے رجسٹر کو دیکھیئے۔

عرصہ سے شرلاک ہومس نے ایک رجسٹر بنا رکھا تھا جس میں کہ وہ ہر شخص اور ہر چیز کی بابت معلومات نوٹ کر لیتا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ کوئی ایسا مضمون یا ایسا شخص نہیں ہوتا تھا جسپر وہ معلومات نہ بہم پہونچا سکے

اس عورت کی سوانح عمری ایک یہودی پادری اور ایک جنرل کی سوانح عمری درج تھی۔

ش۔ لاؤ دیکھوں تو۔ اہا ہا۔ ۱۸۵۸ء میں نیوجرسی میں پیدا ہوئی۔ رقص و سرود کا شوق۔ اہا ہا۔ وارسا کے شاہی تھیٹر میں خاص رقاصہ۔ ہاں! اسٹیج سے بعد کو علیحدہ ہوگئی۔ اہو ہو۔ لندن میں رہتی ہے۔ بالکل ٹھیک۔ حضور، جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں آپ نے اس شخص کو چند خطوط لکھے تھے جو حضور کیلئے شایان تھے اور اب حضور انکو واپس لینا چاہتے ہیں۔

شاہ۔ بالکل ٹھیک۔ لیکن کیونکر.......

ش۔ کیا خفیہ طور سے شادی ہوئی تھی؟

شاہ۔ نہیں

ش۔ کوئی قانونی کاغذ یا سارٹیفکٹ تو نہیں؟

شاہ۔ نہیں۔

ش۔ تو پھر میں حضور کی پریشانی کا سبب سمجھنے سے قاصر ہوں۔ اگر یہ نوجوان عورت بدنام کرنے کی غرض سے یا کسی غرض سے بھی وہ خطوط شائع بھی کردیگی تو اسکا ثبوت کیا دیگی کہ وہ آپ ہی کے ہیں؟

شاہ۔ سواد خط تو ہے۔

ش۔ اُنھ۔ جعل بنایا ہے۔

شاہ میرا پرائیوٹ خط لکھنے کا کاغذ ہے۔

ش۔ چرالیا گیا۔

شاہ۔ میری خاص مُہر۔

ش جعلی بنوالی۔

شاہ۔ میرا فوٹو۔

ش۔ خرید لیا گیا۔

شاہ۔ فوٹو میں ہم دونوں۔

ش۔ ارے غضب! یہ روئداد خراب ہے۔ حضور نے بلاشبہ ناعاقبت اندیشی سے کام لیا۔

شاہ۔ میں پاگل ہوگیا تھا۔ بیشک پاگل۔

ش - آپنے اپنی شان کے بالکل خلاف اور بہت بیجا کام کیا۔

شاہ - اُسوقت مین وارث تخت وتاج تھا۔ مین نوجوان تھا - اب میری عمر تیس برس کی ہے۔

ش - فوٹو کو واپس لینا چاہیے۔

شاہ - ہمنے کوشش کی اور ناکامی اوٹھانا پڑی۔

ش - حضور کو قیمت دینا چاہیے - اسکو خرید لینا پڑے گا۔

شاہ - وہ اسکو فروخت نہین کرنا چاہتی ہے۔

ش - تو پھر چُرا لینا چاہیے۔

شاہ - پانچ مرتبہ کوشش کی گئی۔ دو مرتبہ میرا ایما سے چورون نے اوسکے مکان کی تلاشی لی - ایک مرتبہ اسکا اسباب جبکہ وہ سفر کررہی تھی - اُڑوا دیا گیا - دو مرتبہ راستہ مین اس سے مزاحمت کی گئی - مگر ابتک کوئی نتیجہ نہین نکلا۔

ش - کوئی سراغ نہین ملا۔

شاہ - قطعی نہین۔

ش - (ہنسکر) یہ تو بالکل ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے۔

شاہ - (ملامت آمیز لہجہ مین) مگر میرے واسطے یہ بہت ہی سنگین معاملہ ہے۔

ش - بیشک - بہت ہی - اور وہ اس فوٹو کو رکھکر کیا کرنا چاہتی ہے؟

شاہ - مجھکو برباد کرنا۔

ش - لیکن کس طرح؟

شاہ - میری شادی ہونے کو ہے۔

ش - ہان مین نے سنا ہے۔

شاہ - میری شادی شاہ اسکنڈے نیویا کی دوسری دختر سے ہونیکو ہے - آپ اوسکے خاندان کے سخت اصولون سے واقف ہین - وہ خود از حد نازک مزاج اور نفاست پسند ہے - اگر میری چال چلن پر شک کرنیکی ذرا سی بھی گنجائش ہوئی تو معاملہ فوراً درہم برہم ہو جائیگا۔

ش - اور آئرن ایلڈر؟

شاہ - دھمکی دیتی ہے کہ وہ یہ فوٹو اونکو بھیج دیگی - مین جانتا ہون کہ وہ ایسا ہی کریگی - آپ اُس سے واقف نہین

ہین۔ اوسکی روح اسپات کی ہے۔ اوسکا چہرہ خوبصورت عورتون کی مانند ہے اور اسکا دماغ مستقل مزاج آدمیون کا سا۔ قبل اسکے کہ مین کسی دوسری عورت سے شادی کر دن کوئی ایسی بات نہین ہے جو وہ اوٹھا رکھے۔ کوئی نہین۔

ش۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ اوس نے اوسکو ابھی تک بھیجا نہین ہے؟

شاہ۔ مجھکو یقین ہے۔

ش۔ اور کیون؟

شاہ۔ کیونکہ اوس نے کہا ہے کہ وہ اسدن بھیجیگی جسدن نسبت کا پبلک مین اعلان کیا جاوے گا۔ یہ رسم اگلے دوشنبے کو قرار پائی ہے۔

ش۔ اچھا تو ابھی تین دن باقی ہین (جمہائی لیکر) یہ بہت ہی خوش قسمتی کی بات ہے کیونکہ مجھکو ابھی چند ضروری کام سرانجام دینا ہین۔ حضور فی الحال لنڈن مین قیام کرین گے؟

شاہ۔ بیشک۔ مین لینگھم مین کونٹ واَن کرم کے نام سے مل سکون گا۔

ش۔ مین آپ کو بذریعہ خط آگاہ کرونگا کہ ہمین کہانتک کامیابی ہو رہی ہے۔

شاہ۔ مہربانی کرکے ایسا ہی کیجیئے گا۔ مین بہت ہی فکرمند ہون۔

ش۔ اور روپیہ کی بابتہ؟

شاہ۔ آپ کو پورا اختیار ہے۔

ش۔ پورا؟

شاہ۔ مین کہتا ہون کہ مین اپنے سلطنت کا ایک صوبہ اس فوٹو کے ملنے پر دینے کو طیار ہون۔

ش۔ اور فی الحال صرفہ کے لئے؟

شاہ۔ (اپنے لبادہ سے چمڑہ کا ایک منی بیگ نکال کر) تین سو پونڈ سونے کے سکون مین اور سات سو نوٹون مین ہین۔

ش۔ (اپنی نوٹ بک پر رسید لکھکر دیتے ہوئے) عورت کا پتہ؟

شاہ۔ برائنی آلاج۔ سرنٹیاین۔ ایوینیو۔ سنٹ جان وڈ ہے۔

ش۔ (اس کا نوٹ لیتے ہوئے) ایک اور سوال باقی ہے۔ کیا فوٹو کیبنیٹ سائز کا ہے؟

شاہ - ہان -

ش - آداب عرض ہے - مین امید کرتا ہون کہ بہت جلد حضور کو خوش خبری سننا نصیب ہوگی - (اس کے بعد شاہی فٹن کی گھڑگھڑاہٹ سڑک پر سنائی دینے لگی) اور گڈ نائٹ وٹسن - اگر تم مہربانی کرکے کل سہپر کو آؤگے تو تین بجے مین تم سے اس معاملہ کی بابتہ بات چیت کرونگا -

(۲)

تین بجے مین بیکر اسٹریٹ پہونچ گیا لیکن ہومس ابھی واپس نہین آئے تھے - نوکر نے کہا کہ صاحب صبح آٹھ بجے کے گئے ہین - مین آگ کے قریب بیٹھ گیا اور ارادہ کرلیا کہ چاہے جتنی دیر لگے انتظار کرونگا - مجھکو بھی اس معاملہ مین دلچسپی ہوگئی تھی کیونکہ اسمین وہ ڈراؤنی باتین نتھین جو ارتکاب جرائم مین ہوتی ہین تاہم اس معاملہ کی نوعیت اور موکل کے اعلیٰ پوزیشن نے اسکو ایک خصوصیت دے رکھی تھی - حقیقت یہ ہے کہ ان تحقیقات کے سوا جو میرا دوست اس معاملہ مین کر رہا تھا اوسکے موقع محل کی اُستادانہ گرفت اور اسکی تیز زبان دلائل اوسکے کام کرنیکے طریقہ کا مطالعہ کرنیمین مجھکو بڑا لطف دیتی تھین اور جس آسانی سے وہ پیچ در پیچ اور اُلجھی ہوئی گتھیون کو سلجھاتا تھا اوسکی تیزی اور نفاست کو دیکھنے سے طبیعت بہت خوش ہوتی تھی - مین اوسکی کامیابی کا اتنا عادی ہوگیا تھا کہ کبھی ناکامی کا امکان میرے خیال مین بھی نہین گذرا تھا -

تقریبًا چار بجے ہونگے کہ دروازہ کھلا اور ایک نشے مین جھومتا ہوا سائیس کمرے مین داخل ہوا اوسکے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور بڑے بڑے گلمچھے تھے - چہرہ شراب کے نشہ مین سُرخ ہو رہا تھا اور کپڑے بہت ہی خراب حالت مین تھے - مین اپنے دوست کی بھیس بدلنے کی حیرت انگیز قوت سے واقف تھا مگر مجھکو تین دفعہ غور سے دیکھنا پڑا اسکے بعد مجھکو اطمینان ہوا کہ ہان یہ وہی ہے - سر تسلیم خم کرکے وہ سونے کے کمرے مین غائب ہوگیا جہان سے پانچ منٹ کے اندر وہ سوٹ بوٹ سے درست ہوکر آگیا - اسپنے ہاتھ اپنی پاکٹون مین ڈالکر اوس نے آگ کے سامنے پیر پھیلا دئیے اور چند منٹ تک کھل کھلا کر ہنستا رہا - خوب واقعی! اوس نے شروع کیا مگر بارے ہنسی کے الفاظ اوس کے منہ سے نکل نہ سکے - ہنسی سے مجبور ہوکر وہ کرسی پر دراز ہوگیا اور خوب دل کھولکر ہنسا -

مین - کہو کیا بات ہے؟

ش - بڑی دل لگی کی بات ہے - مجھے یقین ہے تم نہین جان سکتے کہ مین نے صبح کا وقت کس کام مین صرف

کیا اور آخر مین مین نے کیا کیا؟۔

مین۔ مین نہین قیاس کر سکتا۔ مین خیال کرتا ہون کہ تم مس آئرن ایلڈر کے اطوار اور شاید اُسکے مکان کی دیکھ بھال کر رہے ہو گے۔

ش۔ بالکل ٹھیک لیکن انجام نسبتاً غیر معمولی تھا۔ خیر مین تمکو بتاتا ہون۔ آٹھ بجے کے بعد مین گھر سے باہر نکلا اور مین نے ایک بیکار سائیس کا بھیس بنا لیا۔ سائیسون مین فری میشنون کی سی ہمدردی ہوتی ہے نکا بھیس بنا لو اور سائیس بن جاؤ اور جو کچھ تم دریافت کرنا چاہتے ہو دریافت کر لو۔ مین نے برائنی لاج کا بہت جلد پتہ لگا لیا۔ یہ ایک بنگلہ ہے جسکی پشت پر ایک باغ ہے۔ لیکن رو کار دو منزلہ ہے اور عین لب سڑک ہے دروازہ مین چیپ اک (قفل) پڑا ہے۔ داہنی طرف بڑے بڑے نشست کے کمرے ہین۔ خوب آراستہ ہین کھڑکیان اتنی لمبی ہین کہ باہر سے فرش تک نظر پڑتا ہے اور اُن مین بڑی بڑی انگریزی شکنیان لگی ہین جنکو ایک بچہ بھی کھول سکتا ہے۔ پشت کی طرف کوئی خاص بات نہین ہے سوائے اسکے کہ بیرونی کھڑکی تک اصطبل کی چھت سے پہونچ سکتے ہین۔ مین نے اُسکے گرد چکر لگایا اور خوب غور سے ہر چیز دیکھی لیکن کوئی مطلب کی بات نظر نہ آئی۔ اب مین سڑک پر گھومنے لگا۔ مین نے دیکھا جیسا کہ مجھکو اُمید تھی کہ ایک گلی مین ایک اصطبل ہے۔ مین اس اصطبل مین گیا اور یہان مین نے سائیسونکو گھوڑے ملنے مین مدد دی۔ صلہ مین مجکو دو آنے پیسے ایک گلاس جسمین آدھی شراب اور آدھا پانی تھا اور دو سگرٹ اور اتنی معلومات ملی جسکی مجکو ضرورت تھی۔ مس ایلڈر اور آدھے درجن دیگر اشخاص کی بابت جنسے مجکو ذرہ برابر دلچسپی نہ تھی تمام قسم کی معلومات مجھکو بتائی گئی۔

مین۔ آئرن ایلڈر کی بابت کیا معلوم ہوا؟

ش۔ تبسے وہ اس جگہ آکر بسی ہے مردونکا دماغ پھر گیا ہے۔ اس زمین پر وہ سب سے خوبصورت اور نفیس چیز خیال کیجاتی ہے۔ یہ رائے سب چھوٹے بڑونکی ہے۔ وہ خاموشی کی زندگی بسر کرتی ہے پارٹیون مین گاتی ہے۔ ہر روز پانچ بجے ہوا کھانے کیو تت واپس آجاتی ہے۔ شاذ ہی کسی اور وقت باہر جاتی ہے۔ ہان اگر کہین محفل رقص و سرود ہوئی تو مضائقہ نہین۔ ایک ہی مرد اُسکی ملاقات کو آتا ہے مگر بہت زیادہ۔ یہ خوبصورت ہے۔ رنگ کا سیاہ ہے اور بڑا چلتا پرزہ ہے۔ اکثر تبسے کم دن مین آتا ہی نہین اور اکثر دن مین دو چکر ہو جاتے ہین۔ اسکا نام مسٹر گاڈفرے ہے۔ یہ بیرسٹر ہے۔ اب دیکھو سائیس

کی ہمرازی کتنے کام آتی ہے۔ انھون نے درجنون مرتبہ اسکو دہانسے پہونچایا تھا اور اُسکی بابتہ پورے معلومات رکھتے تھے۔ جب مین کل سُن چکا مین نزدیک ہی ایکمرتبہ پھر ٹہلنے لگا اور غور کرنے لگا کہ کیونکر کاروائی شروع کیجا دے۔

بظاہر یہ گاڈفرے نارٹن اس معاملہ مین ایک اہم شخص تھا وہ قانون دان ہے۔ یہ ایک فال بد تھا سوچنا یہ تھا کہ اُنکے درمیان کس قسم کا تعلق ہے اور اُسکے متواتر آنیکا کیا مقصد ہے کیا وہ اُسکی دوست یا اُسکی داشتہ ہے ؟ اگر موکل ہے تو فوٹو اُسنے اُسکی حفاظت مین دیا ہوگا اور اگر یہ بات نہین تو گمان غالب تھا کہ ایسا نہوا ہوگا۔ اسکے جواب پر میرا کام کرنے کا طریقہ منحصر ہے پہلی حالت مین مجھکو بیرسٹر صاحب کے بنگلے کیطرف متوجہ ہونا پڑیگا اور دوسری صورت مین مجھکو برائنی لاج ہی مین کام کرنا ہوگا۔ یہ نازک مسئلہ ہے اور اس سے میرے تحقیقات کا دائرہ بڑھتا ہے مجھے خوف ہے کہ مین نے اِن تفصیلات سے تمکو ناحق پریشان کیا ہے لیکن مجھکو اپنی دقتین تمھارے پیش نظر کرنا ہین تاکہ تم حالت کو اچھی طرح سمجھ سکو۔

مین۔ مین ہمہ تن گوش ہون۔

ش۔ مین ابھی اس معاملہ کو اپنے دماغ کی ترازو مین وزن کر رہا تھا جبکہ ایک فٹن برائنی لاج کے پھاٹک پر گئی اور اس مین سے ایک شخص کود پڑا۔ یہ بہت ہی خوبصورت تھا۔ بظاہر یہ وہی شخص تھا جسکی بابت مجھکو معلومات بہم پہونچی تھی۔ وہ بہت جلدی مین تھا۔ اُس نے گاڑی والے سے انتظار کرنے کو کہا اور دروازہ کے کھولتے ہی فوراً داخل ہوگیا۔ وہ مکان کے اندر قریب آدھ گھنٹے کے رہا اور اسی دوران مین مین نشست گاہ کے کمرے مین ٹہلتے ہوئے جوش سے باتین کرتے ہوئے اور اپنے بازو ہلاتے ہوئے اُسکو دیکھ سکتا تھا۔ اُس عورت کو مین نہین دیکھ سکا۔ اب وہ باہر آیا اور پیشتر سے زیادہ گھبراہٹ مین تھا۔ جیسے کہ وہ گاڑی مین سوار ہوا اُسنے سونیکی گھڑی جیب سے نکالی اور اُسکو بڑے غور سے دیکھا۔ اور چلاکر کوچبان سے کہا کہ خوب تیزی سے چلو پہلے .... سے ریجینٹ اسٹریٹ مین اور بعد کو سینٹ مانیکا کے چرچ مین۔ اگر بیس منٹ مین پہونچا دو تو دو روپیہ انعام دین گے۔ غرض گاڑی چل پڑی اور مین اسی کشمکش و پیچ مین تھا کہ اُسکا تعاقب کرون یا نہ کرون۔ ایک نفیس لینڈو گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی۔ کوچبان کے کوٹ کے بٹن آدھے کھلے ہوئے تھے اور اُسکی ٹائی بجائے سامنے کے کان کی طرف تھی اور گھوڑونکے ساز کے تمام بکلس کھلے ہوئے تھے اتنی جلدی مین آیا تھا۔ وہ ٹھہرنے بھی نہ پائی تھی کہ عورت آکر فوراً گاڑی مین سوار ہوگئی۔ مین اُسکو

ایک نظر ہی دیکھ سکا لیکن وہ ایک دلربا عورت معلوم دیتی تھی جسکے حُسن پر اگر انسان اپنی جان تصدق کر دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

اُس نے کہا کہ سنٹ مانیکا کے گرجا گھر چلو اگر بیس منٹ مین پہونچا دگے تو آٹھ روپیہ انعام دیئے جاوینگے

واٹسن یہ موقعہ ہاتھ سے دیدینے والا نہین تھا اور مین اپنے دل مین یہ سوچ رہا تھا کہ مین دوڑ چلون یا لینڈو کے پیچھے بیٹھ جاؤن کہ اتنے مین ایک گاڑی اُودھر سے گذری۔ کوچمین نے مجھکو بڑے غور سے دیکھا۔ لیکن قبل اسکے کہ وہ اعتراض کر سکے مین اندر کود گیا اور مین نے کہا کہ سینٹ مانیکا کے گرجا گھر لیچلو اور اگر بیس منٹ مین پہونچا دگے تو آٹھ روپیہ ملین گے۔ ابھی بارہ بجنے مین پچیس منٹ باقی تھے اور میری گاڑی بہت تیز تھی۔ مجھکو نہین خیال ہے کہ اتنی تیز گاڑی مین کبھی سوار ہوا تھا۔ دونون فٹن اور لینڈو سامنے جا رہی تھین جب مین گرجا گھر کے دروازہ پر پہونچا وہ دونون اندر جا چکے تھے۔ مین نے کرایہ ادا کیا اور اندر داخل ہوا۔ اندر سوائے ان دونون اشخاص کے اور ایک پادری کے جو اُنسے کچھ کہہ رہا تھا اور کوئی بھی نہ تھا۔ پرستش گاہ کے سامنے وہ تینون ایک ساتھ کھڑے تھے۔ مین کنارے کی جگہ پر گیا۔ اور ایک سیلانی شخص کی طرح جو اتفاقاً چرچ مین چلا آیا ہو۔ کھڑا ہو گیا اتفاقاً پرستش گاہ کے قریب تینون اشخاص مجھکو دیکھنے لگے اور مجھکو تعجب ہوا جب گاڈفرے نارٹن میری طرف دوڑتا ہوا آیا

اُسنے کہا۔ "شکر خدا کا! تم سے کام نکل جائیگا۔ آؤ! آؤ!"۔

مین نے پوچھا "کیا بات ہے؟" "آؤ بھلے آدمی آؤ" "صرف تین منٹ باقی ہین ورنہ قانوناً ناجائز ہو جائیگی"۔ مجھے کشان کشان پرستش گاہ تک لیگئے اور قبل اسکے کہ مین جان سکون کہ کہان ہون اور کیا کر رہا ہون مین اُن سوالات کا جواب دے رہا تھا جو میرے کان مین کہے جا رہے تھے اور اُن باتون کی بابتہ ثبوت پیش کر رہا تھا جنسے مین قطعی ناواقف تھا۔ اور عام طور سے آئرن ایڈلر کنواری کی شادی گاڈفرے نارٹن کنوارے کیساتھ ہو جانے مین مدد دے رہا تھا۔ یہ سب بات کی بات مین ہو گیا اور ایک طرف تو جنٹلمین اور دوسری طرف لیڈی میرا شکریہ ادا کر رہی تھی اور پادری میری طرف دیکھکر مسکرا رہا تھا۔ تمام زندگی بھر ایسی بیجا حرکت مجھ سے کبھی نہین ہوئی تھی۔ اسی کے خیال سے مین ابھی ہنس رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی شادی کی قانونی اجازت کی بابتہ کچھ بے قاعدگی تھی اور پادری نے اُنکی شادی کرنے سے بغیر کسی گواہ کے انکار کر دیا تھا اور میرے موقعہ پر آ جانیسے وہ دولہا اس تکلیف سے بچ گیا کہ باہر جائے اور کسی گواہ کو تلاش

کرکے لائے - دُلہن نے مجھے ایک ساورن انعام دیا اور اس واقعہ کی یادگار مین اسکو ہمیشہ اپنی گھڑی کی چین مین پہنے رہونگا -

مین - یہ صورت حال تو بہت ہی خلاف امید ہے - اچھا پھر کیا ہوا ؟

ش - مین نے خیال کیا کہ ممکن ہے کہ میرے منصوبے خاک مین ملجائین - ممکن ہے کہ یہ نیا جوڑا کہین چلدے اور اس حالت مین مجھکو سخت کارروائی فوراً کرنا پڑیگی - مگر گرجا گھر کے دروازہ پر وہ علیحدہ ہوگئے - دولھا نے اپنے گھر کی راہ لی اور دلہن نے اپنے گھر کی - دولہن نے چلتے وقت اتنا کہا تھا کہ مین حسب معمول شام کو پانچ بجے ہوا خوری کو پارک مین آؤنگی - مین اور کچھ نہ سُن سکا - اُنکی گاڑیان مختلف راستون مین گیئن - مین بھی اپنا انتظام کرنے کو روانہ ہوگیا -

مین - یعنی -

ش - (گھنٹی بجاتے ہوے) یعنی کھانا کھانیکے لیے - اتنا مصروف رہا ہون کہ کھانیکا خیال نہ کرسکا اور آج شام کو اور بھی مشغول رہنا ہوگا - ہان ڈاکٹر مجھکو تمھاری مدد کی ضرورت ہے -

مین - مین خوشی سے مدد کیواسطے طیار ہون -

ش - قانون کی خلاف ورزی کرنیسے تو نہین ڈرتے ہو ؟

مین - بالکل نہین -

ش - ممکن ہے حراست مین لے لیئے جاؤ -

مین - خیر - بشرطیکہ کسی جرم مین گرفتاری نہ ہو

ش - اس سے اطمینان رکھو -

مین - تو مین سر آنکھون سے طیار ہون -

ش - مجھکو یقین تھا کہ مین تم پر اعتماد کرسکتا ہون -

مین - لیکن تم چاہتے کیا ہو ؟

ش - کھانا آلینے دو اور تب مین کل باتونکو تم پر ظاہر کردونگا - اب (کھانا آگیا ہاتھ بڑھاکر) مین بتاتا ہون سنو - مجھکو زیادہ وقت نہین ہے اسلیئے کھانا کھاتا جاتا ہون اور بات چیت کرتا جاتا ہون - قریب پانچ کے ہوگیا ہے - دو گھنٹہ مین موقعہ پر پہونچ جانا ہے - مس آئرن باسیڈم ہوا خوری کرکے پلٹتی ہے

ہمکو اسوقت برائٹن لاج مین اُس سے ملنے کو جانا چاہئیے۔

مین - اور پھر کیا؟

ش - اسکو میرے اوپر چھوڑ دو - مین نے سب انتظام کرلیا ہے جو کچھ وقوع پذیر ہوگا - ایک بات ہے جسپر مین اصرار کرتا ہون - چاہے جو کچھ ہو کسی بات مین دخل نہ دینا - سمجھتے ہو؟

مین - مجھکو غیر جانبدار کا پارٹ کھیلنا ہے ؟

ش - کرنا کچھ نہین ہے - غالباً کچھ ناخوشگوار واقعہ ہوگا - اسمین حصّہ نہ لینا - اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ مین مکان مین لیجایا جاؤنگا - چار یا پانچ منٹ بعد نشست گاہ کی کھڑکی کھلیگی - تمکو اس کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب ہی رہنا ہوگا

مین - اچھا -

ش - تم مجھکو دیکھتے رہنا - مین تمکو دکھائی دیتا رہونگا -

مین - پھر -

ش - جب مین اپنا ہاتھ اُٹھاؤن فوراً تم کمرے کے اندر یہ چیز جو مین تمکو دیتا ہون پھینکدینا اور ساتھ ہی "آگ، آگ" کا شور مچادینا - خوب دھیان سے سُن رہے ہو -

مین - ہان -

ش - (سگار کی شکل کی ایک چیز اُسنے اپنی پاکٹ سے نکالکر مجھکو دیتے ہوئے) یہ معمولی دھوئین دارہوائی ہے اوراسمین دونون طرف ٹوپی چڑھی ہے کہ جب پھینکی جائے خودبخود چھوٹ جائے - تمھارا کام صرف اسکو پھینکنا ہے - جب تم "آگ، آگ" کا شور مچاؤگے تو بہت سے لوگ اس آواز کو دہرانے لگین گے پھر تم گلی کے نکڑ پر چلے جانا اور مین دس منٹ کے اندر تم سے ملونگا - مین خیال کرتا ہون کہ مین نے اپنا مطلب واضح کردیا ہے -

مین - بیشک - مجھکو غیر جانبدار رہنا ہے - کھڑکی کے قریب قیام کرنا ہے اور تمکو دیکھتے رہنا ہے - اور اشارہ پاتے ہی اس چیز کو کمرے مین پھینکدینا ہے - پھر "آگ، آگ" کا غل مچادینا ہے - اور پھر گلی کے نکڑ پر تمھارا انتظار کرنا ہے -

ش - بالکل ٹھیک -

مین - تو تم مجھ پر کامل اعتماد کرسکتے ہو

ش ۔ یہ بہت ٹھیک ہے ۔ مین خیال کرتا ہون کہ اب وقت آگیا ہے کہ مین اُس کام کیلیئے جو مجھکو کرنا ہے طیاری شروع کردون

اب شرلاک ہومس اپنے سونے کے کمرے مین غائب ہوگیا اور چند منٹ مین واپس آیا تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک سیدھا سادھا ہر دلعزیز پادری ہے ۔ پوشاک کے لحاظ ہی سے نہین بلکہ اُسکا انداز اور طرز بھی پادریون کا سا تھا ۔ ہنس کھ چہرا اور ہمدردنگاہین اور مدد کرنیکا شوق شاید لاٹ پادری کے چہرے سے بھی یہ اوصاف اس سے زیادہ مترشح نہ ہوتے ہونگے ۔ ہومس کیلیئے محض بھیس بدلنا کافی نہین تھا ۔ ساتھ ہی ہومس کا چہرہ ۔ اُسکی ادا ۔ اُسکا انداز گفتگو ۔ طرز رفتار اور اُسکی روح تک مناسب تبدیلی اختیار کرلیتی تھی ۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب سے شرلاک ہومس نے تحقیقات جرایم مین شہرت حاصل کی اسٹیج سے ایک نایاب ایکٹر کم ہوگیا ۔

(۳)

سات بجنے مین سات منٹ باقی ہین اور ہم سرنٹیا ین ایونیو پہونچ گئے ہین ۔ تاریکی چھاگئی تھی اور لیمپ روشن ہورہے تھے ۔ ہم برائنی لاج کے سامنے ٹہلنے لگے اور اس مین رہنے والے کی آمد کا انتظار کرنے لگے ۔ مکان بالکل ویسا ہی تھا جیسا مین نے شرلاک ہومس کے مختصر بیان سے خیال کیا تھا ۔ لیکن یہ مقام اُس سے کم پرائویٹ تھا جیسا مین نے خیال کیا تھا ۔ برخلاف اسکے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسی چھوٹی سی گلی مین اتنی چہل پہل تھی کہ قیاس سے باہر تھی ۔ ایک کونے مین کچھ بے فکرے پھٹی پرانی پوشاک پہنے سگریٹ نوش کررہے تھے اور ہنس ہنس کر باتین کررہے تھے دوسری طرف ایک چاقو قینچی پر باڑھ رکھنے والا معہ اپنی مشین کے کھڑا تھا ۔ دو خدمتگار ایک دایہ کی لڑکی سے ہنسی مذاق کررہے تھے اور پھر چند خوشپوش نوجوان بھی تھے جو سگریٹ منہ مین دبائے ادھر سے اُدھر ٹہل رہے تھے ۔

ش ۔ (ٹہلتے ہوئے) تم دیکھو کہ اس شادی نے معاملہ کو آسان بنا دیا ہے ۔ اب فوٹو دودھاری تلوار کا کام دیگا ۔ وہ نہین چاہے گی کہ اسے مسٹر گاڈفرے نارٹن کی نظر پڑے جس طرح ہمارا موکل نہین چاہتا کہ اُسکی شاہزادی کے آنکھونکے سامنے آئے ۔ اب سوال یہ ہے کہ فوٹو کہان ملیگا ؟ یہ گمان غالب نہین ہے کہ وہ اُسکو اپنے جسم پر رکھتی ہے کیونکہ اُسکا سایز کیبنٹ ہے اتنی بڑی تصویر عورت کے پوشاک مین نہین سماسکتی ۔ وہ یہ بھی جانتی ہے کہ بادشاہ کو اتنی طاقت ہے کہ اُسکو راستہ سے غائب کرکے اُسکی تلاشی

لے لے دو مرتبہ ایسی کوشش بھی ہوچکی ہے - پس ہمکو یہ بات مان لینا چاہیئے کہ وہ اُسکو اپنے ساتھ نہین رکھتی

مین - پھر کہان ؟

ش - اپنے مہاجن یا اپنے وکیل کے پاس - مگر ذاتی خیال ہے کہ انہین سے کسی کے پاس نہین رکھتی ہے - عورتین قدرتی طور سے اپنا راز سربستہ رکھنا چاہتی ہین - اگر اُنکو کوئی چیز خفیہ رکھنا ہوتی ہے تو خود اسکو چھپا کر رکھتی ہین - پھر وہ اس تصویر کو کسی اور شخص کے پاس کیون رکھائیگی - پھر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ اُسنے چند ہی روز مین اُسکو کام مین لانیکا ارادہ کیا ہے - اسلیئے فوٹو اُسی کے گھر مین ہوگا -

مین - لیکن دو مرتبہ خفیہ طور پر اُسکے مکان کی تلاشی لیجا چکی ہے -

ش - ہان لیکن جس شخص نے تلاشی لی اُسے تلاشی لینا نہین آتا -

مین - تم کیونکر تلاش کروگے ؟

ش - مین تلاش نہین کرونگا -

مین - پھر کیا کروگے ؟

ش - مین ایسا کرونگا کہ وہ خود مجھکو دکھادے گی -

مین - لیکن وہ ایسا کیون کرنے لگی -

ش - تم خود دیکھوگے - لیکن سنو گاڑی کی آواز آرہی ہے - یہ اُسی کی گاڑی ہے - اب میرے احکام کی حرف بحرف تعمیل کرنا -

اُسکے منھ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ اُسے گاڑی کی لالٹینونکی روشنی نظر آنے لگی - اور تھوڑی دیر مین ایک چھوٹی سی نفیس لینڈو برائنی لاج کے پھاٹک پر رُکی - اور ایک مفلس قلاش گاڑی کا دروازہ کھولنے کیلیئے دوڑا آیا تاکہ انعام حاصل کرسکے - لیکن ایک دوسرا اسی مطلب سے دوڑا تھا - اور دوسرے نے پہلے کو دھکا دیا - اور دونون مین جھگڑا شروع ہوگیا - اور اسمین آس پاس کے لوگ بھی شامل ہوگئے لیڈی اب گاڑی کے باہر آچکی تھی مگر دم کی دم مین لڑنے والون کے درمیان آگئی - لوگ گھونسون اور لکڑیون سے ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے - ہومس لیڈی کو بچانے کیلیئے اس بھیڑ مین گھس گیا لیکن جیسے ہی کہ اُسکے قریب پہنچا وہ زور سے چیخا اور دھم سے زمین پر آرہا - اُسکے چہرے سے خون تیزی سے بہ رہا تھا - اُسکے گرتے ہی لڑنے والے ادھر اُدھر ہوگئے - اور کچھ خوش پوش آدمی جنھون نے اس قصہ

کودور ہی سے دیکھا تھا آگئے اور چوٹ کھائے شخص کو دیکھنے اور لیڈی کی مدد کیواسطے آگے بڑھنے لگے۔
آئرن آبلڈر جو کھٹ پر پہونچ گئی تھی مگر یہان کھڑی ہوگئی۔ اور پوچھنے لگی۔
"کیا اس شریف آدمی کو بہت چوٹ آئی ہے ؟"

کئی آوازین۔ وہ مرگیا ہے۔
ایک اور آواز نہین نہین ابھی جان ہے۔ لیکن وہ ختم ہو جائیگا قبل اسکے کہ آپ اُسکو ہسپتال بھجوا سکینگی
ایک عورت۔ یہ بڑا بہادر شخص ہے۔ اگر یہ نہ آجاتا تو لیڈی کی گھڑی چھین اور منی بیگ یہ بدمعاش
چھین لیجاتے۔ اور اب وہ سانس لے رہا ہے۔
دوسری عورت۔ وہ سڑک پر نہین پڑا رہ سکتا۔ اگر اجازت ہو تو ہم اسکو اندر لیجائین۔
لیڈی۔ بیشک نشست گاہ مین لے آؤ۔ بستر لگا ہے۔ اس طرف مہربانی کرکے!
آہستگی اور خاموشی سے اُٹھاکر ہومس کو برائنی لاج کے اندر لیگئے اور خاص نشست کے کمرے مین لیجاکر
لٹا دیا۔ مین یہ سب کاروائی کھڑکی کے پاس کھڑے کھڑے دیکھ رہا تھا۔ لیمپ روشن ہو چکے تھے مگر کھڑکی
پر پردہ نہین پڑا تھا۔ پس مین ہومس کو بستر پر پڑا دیکھ سکتا تھا۔ مین نہین سمجھ سکتا کہ جو پارٹ اسوقت وہ
کھیل رہا تھا اُسکے واسطے وہ پشیمانی محسوس کر رہا تھا لیکن مین جانتا ہون کہ مین اپنی زندگی مین کبھی اس سے
زیادہ پشیمانی نہین محسوس کر رہا تھا جیسا کہ اُسوقت جبکہ مین نے دیکھا کہ وہ خوبرو جسکے خلاف ہم سازش کر رہے
تھے۔ کس مہربانی سے ہومس سے پیش آرہی تھی۔ لیکن میرا خیال ہوا کہ اسکے ساتھ بیوفائی اور دغابازی
ہوگی اگر مین وہ پارٹ چھوڑکر چلا جاؤن جو میرے سپرد کیا گیا تھا۔ مین نے اپنا دل مضبوط کرلیا اور
دھوان دار ہوائی اپنی پاکٹ سے نکالکر ہاتھ مین لے لی۔ بہرحال مین نے خیال کیا کہ ہم اس عورت کو
کوئی گزند نہین پہونچا رہے تھے؛ بلکہ اُسے دوسرون کو گزند پہونچانے سے باز رکھ رہے تھے۔
مین نے دیکھا کہ ہومس کوچ پر اُٹھکر بیٹھ گیا ہے۔ اُسنے اب ایسا اشارہ کیا جس سے معلوم ہوتا
تھا کہ اُسکو ہوا کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ایک خادمہ نے دوڑ کر کھڑکی کھولدی۔ اسکے بعد مین نے
دیکھا کہ اُسنے ہاتھ اُٹھایا۔ اشارہ پاتے ہی مین نے ہوائی کمرہ مین پھینکدی اور آگ! آگ! کا غل
مچادیا۔ میرے منہ سے آواز کا نکلنا تھا کہ ہر ایک نے خواہ اچھے کپڑے پہنے تھا یا برے۔ نوکر تھا یا جنٹلمین
سائیس۔ خادمہ۔ گویا سب نے آگ! آگ! کا غل مچا دیا۔ کمرے مین دھوان بھر گیا اور کھڑکی سے

باہر نکلنے لگا۔ مین نے لوگون کو دوڑتے ہوئے دیکھا اور ایک لحظہ بعد ہومس کی آواز اندر سے سنائی دی یہ کہتے ہوئے کہ الارم کی آواز جھوٹی تھی۔ شور و غوغا ہوتا رہا اور مین گلی کے نکڑ پر جا پہونچا اور دس منٹ کے اندر میرے دوست کا ہاتھ میرے ہاتھ مین تھا۔ چند منٹ تک وہ تیزی سے مگر خوشی سے چلتا رہا۔ یہانتک کہ ہم ایک سنسان گلی مین پہونچ گئے۔

ش۔ ڈاکٹر تم نے اپنا کام بڑی صفائی سے کیا۔ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اب سب ٹھیک ہو گیا ہے

مین۔ تمکو فوٹو ملگیا ہے؟

ش۔ مین جانتا ہون کہ کہان رکھا ہے۔

مین۔ تم نے کیونکر معلوم کیا کہ کہان ہے۔

ش۔ اُسنے دکھلا دیا جیسا کہ مین نے تم سے کہا تھا وہ دکھلا دیگی۔

مین۔ میری سمجھ مین نہین آتا۔

ش۔ (ہنسکر) مین اسکو معمہ نہین بنانا چاہتا۔ یہ معاملہ بالکل آسان تھا۔ تم نے بلاشبہ دیکھ لیا تھا کہ گلی مین ہر شخص اسی سازش مین شریک تھا۔ آج شام کیلیئے اُن سب کو ملازم رکھ لیا گیا تھا۔

مین۔ اتنا تو مین سمجھ گیا تھا۔

ش۔ جسوقت جھگڑا شروع ہوا میرے ہاتھ مین سرخ رنگ کی گیلی پوٹلی تھی۔ مین دوڑ پڑا اور اپنا ہاتھ اپنے منھ پر لگا لیا اور میری حالت قابل رحم ہونے لگی۔ یہ پُرانی حکمت ہے۔

مین۔ اسکی تہ کو بھی مین پہونچ گیا تھا۔

ش۔ پھر یہ لوگ مجھکو اندر لیگئے۔ ضروری تھا کہ وہ مجھکو اندر بلائے۔ وہ اور کیا کر سکتی تھی؟ اور وہ مجھکو اپنی نشست گاہ مین لیگئی اور اسی کمرہ پر میرا اشتباہ تھا۔ اُسکا سونے کا کمرہ اسکے بعد تھا۔ مجھکو یہ معلوم کرنا تھا کہ فوٹو کس مین ہے۔ انھون نے مجھکو ایک کوچ پر لٹا دیا مین نے ہوا کیلیئے اشارہ کیا اور وہ مجبور ہو گئے کہ کھڑکی کھولدین اور تمکو اپنی کارروائی کرنیکا موقعہ ملا۔

مین۔ اس سے تمکو کیونکر مدد ملی۔

ش۔ یہی تو سب سے ضروری کارروائی تھی۔ جب عورت خیال کرتی ہے کہ گھر مین آگ لگ گئی ہے تو قدرتی طور سے اُسکی خواہش اُس چیز کو سب سے پہلے دوڑ کر بچانے کی ہوتی ہے جسکو وہ سب سے

زیادہ عزیز رکھتی ہے۔ یہ خواہش بڑی زبردست ہوتی ہے اس سے مین نے کئی موقعون پر فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک شادی شدہ عورت اپنے بچہ کو لپک کر اٹھا لیتی ہے اور غیر شادی شدہ اپنے زیور کے بکس کیطرف دوڑتی ہے۔ اب اس معاملہ مین یہ صاف ظاہر تھا کہ لیڈی کو اس مکان مین اور کوئی چیز سوائے اسکے جسکی تلاش مین ہم تھے زیادہ عزیز نہین ہے۔ مین جانتا تھا کہ وہ اسکی حفاظت کیلئے پہلے جھپٹیگی۔ آگ کا الارم بڑی ہوشیاری سے دیا گیا تھا۔ دھوان اور شور وغل اسپات کا دل بھی ہلا دینے کیلئے کافی تھا۔ اُسنے کارروائی بڑی خوبصورتی سے کی۔ معلوم ہوا کہ فوٹو ایک چور خانے مین ہے جو گھنٹی بجانے والی رسی کی جگہ کے اوپر داہنی طرف ہے۔ وہ چشم زدن مین وہان پہونچ گئی۔ اور میری نظر اُس فوٹو پر پڑ گئی جیسے کہ اُسنے اُسکو باہر نکالا۔ تب مین نے چلا کر کہا کہ الارم جھوٹا ہے۔ اُسنے اُسکو اپنی جگہ پر رکھدیا۔ ہوائی کیطرف نظر کی۔ کمرے سے باہر چلی گئی۔ تب سے مین نے اُسکو نہین دیکھا ہے۔ مین اُٹھا اور عذر کرکے باہر چلا آیا۔ مین اسی پس و پیش مین تھا کہ فوٹو کو فوراً اپنے قبضہ مین کر لینا چاہیے کہ اتنے مین اُسکا کوچبان اندر آگیا۔ چونکہ وہ مجھکو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اسلیئے مین نے انتظار کرنا مناسب خیال کیا۔ زیادہ چالاکی اور پھرتی ممکن تھا کہ ہم سب کو برباد کر دیتی۔

مین۔ اور اب؟

ش۔ ہماری تلاش فی الواقعی ختم ہو گئی ہے۔ مین کل شاہ سے ملاقات کرونگا اور تمکو بھی ساتھ لے چلونگا اگر تم آنا پسند کروگے۔ ہم نشستگاہ کے کمرے مین بٹھا دیئے جاوینگے۔ اور ہم سے لیڈی کا انتظار کرنے کو کہا جاویگا۔ لیکن یہ اغلب ہے کہ جب وہ آوے گی وہ نہ ہم مین سے کسی کو پاوے گی اور نہ فوٹو کو۔ ہز مجسٹی کو یہ اطمینان ہوگا کہ وہ اسکو اپنے ہی ہاتھون سے اپنے قبضہ مین کرین۔

مین۔ اور ملاقات کیلئے کب جاؤگے؟

ش۔ صبح آٹھ بجے۔ وہ سو کر نہ اُٹھی ہوگی بس میدان صاف ہوگا۔ اسکے علاوہ ہمکو جلدی کرنا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے کہ اس شادی کیوجہ سے اُسکی زندگی اور اطوار مین بالکل رد و بدل ہو جائے۔ مین بغیر انتظار کیئے شاہ کو تار دیئے دیتا ہون۔

ہم اب بیکر اسٹریٹ پہونچ گئے۔ اور دروازہ پر کھڑے تھے میرا دوست اپنے پاکٹ مین کنجی تلاش کر رہا تھا۔ اُسی وقت کسی نے گذرتے ہوئے کہا۔ "گڈ نائٹ مسٹر شرلاک ہومس"۔

سڑک پر اکثر آدمی تھے لیکن سلام ایک لڑکے نے کیا تھا - جو تیزی سے گذر گیا تھا -

ش - مین نے یہ آواز پہلے بھی سُنی ہے - (گلی کی دھندلی روشنی مین غور سے دیکھتے ہوئے) مین متحیر ہون کہ یہ کون ہے -

(۴)

مین اس رات کو بیکر اسٹریٹ ہی مین رہگیا - صبح کو ہم لوگ چائے پی رہے تھے کہ شاہ بوہیمیا کمرہ مین بڑی تیزی سے داخل ہوا

شاہ - (شرلاک ہومس کو کندھون سے پکڑ کر اور اُسکی صورت بڑے متانت سے دیکھکر) تمکو حقیقت ملگئی ہے

ش - ابھی نہین -

شاہ - لیکن تمکو اُمید ہے ؟

ش - مجھکو اُمید ہے -

شاہ - اچھا پھر آؤ - مین چلنے کیواسطے بیتاب ہون -

ش - گاڑی ہونا چاہیئے -

شاہ - نہین میری گاڑی طیار ہے -

ش - تو پھر معاملہ آسان ہے -

ہم نیچے آئے اور ایک مرتبہ پھر برائنی لاج کی طرف روانہ ہوئے -

ش - آئرن آیلڈر نے شادی کر لی ہے -

شاہ - شادی کر لی ! کب ؟

ش - کل -

شاہ - لیکن کس سے ؟

ش - ایک انگریز بیرسٹر سے جسکا نام نارٹن ہے -

شاہ - لیکن وہ اس سے محبت نہین کر سکتی ہے

ش - میری رائے ہے کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے -

شاہ - کیون ؟

ش - کیونکہ حضور اب آیندہ تمام پریشانی سے بچ جاوینگے - اگر لیڈی اپنے خاوند سے محبت کرتی ہے

تو حضور سے محبت نہین کرتی اور اگر حضور سے محبت نہین کرتی تو کوئی وجہ نہین ہے کہ حضور کے معاملات مین دخل دے

شاہ - یہ سچ ہے مگر پھر بھی . . . . خیر! مجھے افسوس ہے کہ میری ہم پلہ نہ ہوئی! وہ کیسی ملکہ ہوتی -

یہان پر شاہ نے افسوسناک خاموشی اختیار کرلی - ہم اب سرنیٹا مین ایونیلیو پہونچ گئے ہین - برائنی آج کا پھاٹک کھلا ہوا ہے اور ایک ادھیڑ عورت چوکھٹ پر کھڑی ہے - اُسنے ہمکو بڑی سختی سے دیکھا جب ہم گاڑی پر سے اُترے -

عورت - مین یقین کرتی ہون کہ آپ مسٹر شرلاک ہومس ہین؟

ش - ہان مین مسٹر ہومس ہون - (میرے دوست کی نظرون مین استفسار اور گھبراہٹ کی علامت تھی)-

عورت - بیشک! میری مالک نے کہا تھا کہ آپکا آنا یقینی ہے - وہ آج ہی صبحکو سوا پانچ بجے معہ اپنے شوہر کے براعظم یورپ کو روانہ ہو گئی ہین -

ش - کیا! (تعجب و تاسف سے پریشان ہو کر شرلاک ہومس زرد پڑ گیا تھا) -

شاہ - کیا تمہارا مطلب ہے کہ وہ انگلستان چھوڑ کر چلی گئی ہین؟

عورت - اور پھر کبھی واپس نہین آئینگی -

شاہ - اور کاغذات! ستیاناس ہو گئے - (اور کچھ شاہ کے منھ سے نہ نکل سکا)

ش - ہم دیکھین گے -

خادمہ کے پاس سے ہو کر میرا دوست نشستگاہ کے کمرے مین پہونچا - پیچھے پیچھے شاہ تھا - اور مین بھی اسباب ہر طرف بکھرا پڑا تھا - الماریان اور درازین کھلی ہوئی تھین - اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لیڈی نے بڑی عجلت مین فرار ہونیسے پہلے سب چیز دیکھ بھال لی ہے - ہومس گھنٹی کی رسی کی جگہ کیطرف دوڑا - اور ایک آپ ہی آپ کھلنے والے چور خانے کو کھینچ لیا اور ہاتھ ڈالکر ایک فوٹو اور ایک خط برآمد کیا - فوٹو خود آئرن ایلڈر کا شام کی پوشاک مین تھا - خط شرلاک ہومس اسکوائر کے نام تھا اس پر لکھا تھا کہ جب آدین دیدیا جاوے - میرے دوست نے اُسکو کھول ڈالا اور ہم تینون نے اُسکو پڑھا - گذشتہ رات کو بارہ بجے یہ خط لکھا گیا تھا - اور جسکی یہ عبارت تھی -

"مائی ڈیر مسٹر شرلاک ہومس" - آپ نے درحقیقت بڑی نفاست سے اپنا کام کیا - مین قطعی دھوکا کھا گئی - آگ کے الارم کے پہلے مجھکو ذرا بھی اشتباہ نہ تھا - لیکن جبکہ مجھکو معلوم ہوا کہ کیونکر مین خود اپنی

آپ گرفت کا باعث ہوئی ہون مین نے غور کرنا شروع کیا - مجھکو مہینون پہلے آپسے خبردار کردیا گیا تھا مجھسے کیا گیا تھا کہ اگر شاہ کسی ایجینٹ کو یہ کام سپرد کردیگا تو بلا شبہہ یہ آپ ہی ہونگے - آپکا پتہ بھی مجھکو بتا دیا گیا تھا - اسپر بھی آپنے مجھہی سے اس کا انکشاف کرایا جو آپ چاہتے تھے - مشتبہ ہونے پر بھی مین ایسے مہربان پادری پر کسی بُرے ارادے کا الزام نہین رکھسکتی تھی - لیکن آپ جانتے ہین کہ مجھکو ایک ایکٹرس کی تربیت ملی ہے - مردانی پوشاک میرے لیے کوئی نئی چیز نہین ہے - جو آزادی اس سے ملتی ہے اسکا مین نے بارہا فائدہ اُٹھایا ہے - مین نے اپنے کوچمین جان کو آپکو دیکھتے رہنے کیلیے بھیجدیا اور مین اپنے کمرے مین ہوا خوری کی پوشاک پہننے کو چلی گئی - (یہ نام مین نے مردانی پوشاک کو دیا ہے) جیسے ہی آپ باہر نکلے مین بھی باہر تھی - مین نے آپکا تعاقب کیا - یہ یقین کر لینے کیلیے کہ مشہور مسٹر شرلاک ہومس کو مجھسے دلچسپی ہے تب مین نے آپکے دروازے پر بیوقوفی کر غلطی سے رخصتی سلام عرض کیا تھا - اسکے بعد مین اپنے شوہر کے بنگلے پہونچی - ہم دونون کی یہ رائے ہوئی کہ بچت اسی مین ہے کہ راہ فرار اختیار کیجائے جب آپ ایسا زبردست حریف تعاقب مین ہے - پس کل جب آپ آئینگے پنجرہ خالی پائینگے - فوٹو کی نسبت آپکے موکل کو اطمینان رکھنا چاہیے - مین ایسے شخص کی محبت اور محبوبہ ہون جو اُس سے بہتر ہے - شاہ جو چاہے کرسکتا ہے مین ہرگز اسکے سنگ راہ نہ ہونگی - گو کہ اس نے میرے ساتھ بہت ہی ظالمانہ اور نامردانہ سلوک کیا ہے - مین محض اپنی حفاظت کیلیے اسکو اپنے پاس رکھے ہون تاکہ میرے ہاتھ مین ایک ایسا ہتھیار رہے جو اُن باتون سے میری حفاظت کریگا - جو ممکن ہے کہ مستقبل مین شاہ کی طرف سے ظہور پذیر ہون - مین ایک فوٹو چھوڑے جاتی ہون - ممکن ہے اُسکو اسکی ضرورت معلوم ہو - آپکی نیازمند آئرن ایڈلر"

شاہ - (جب ہم سب اس خط کو پڑھ چکے) دیکھا کیسی ہوشیار عورت ہے - کیا مین نے تم سے نہین کہا تھا کہ وہ کیسی تیز فہم اور باہمت ہے؟ کیا وہ ایک حیرت انگیز ہمہ صفت موصوف ملکہ نہ بنتی؟ کیا یہ افسوس کی بات نہین ہے کہ وہ میری پوزیشن کی نہین ہے؟ -

ش - سردمہری سے جو کچھ کہ مین اس تھوڑے سے عرصہ مین اس لیڈی کے بارہ مین جان سکا اور جہانتک سمجھتا ہون بیشک وہ حضور کے پوزیشن سے بالکل مختلف سطح پر ہے - مجھے افسوس ہے کہ مین حضور کے کام کو اور زیادہ کامیاب نہ بنا سکا -

شاہ - برخلاف اسکے - جناب - اس سے بڑھکر کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے - مین جانتا ہون کہ اسکا

قول سچا ہے - فوٹو اتنا ہی محفوظ ہے جتنا کہ آگ مین ہو سکتا ہے -
ش - مین خوش ہون کہ حضور ایسا ارشاد فرماتے ہین -
شاہ - مین تمھارا نہایت درجہ ممنون ہون - مہربانی کرکے بتاؤ کہ مین آپکو اسکا کیا صلہ دون - یہ انگوٹھی ...
(اُسنے ایک انگوٹھی جسکی شکل سانپ کی سی تھی اور جسمین بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے تھے اپنی انگلی سے اُتار کر اپنی ہتھیلی پر رکھکر پیش کی) -
ش - حضور کے پاس ایک اور چیز ہے جسکی مین اس سے بھی زیادہ قدر کرتا ہون -
شاہ - صرف کہنے کی ضرورت ہے -
ش - یہ فوٹو !
شاہ - (حیرت سے اُسکی طرف دیکھتے ہوئے) آئرن کا فوٹو! ضرور اگر آپکی یہی خواہش ہے -
ش - مین حضور کا بہت مشکور ہون - اب اس معاملہ مین اور کچھ نہین کرنا ہے - مین حضور کو آداب عرض کرتا ہون
شرلاک ہومس نے سر تسلیم خم کیا اور بغیر یہ دیکھے ہوئے کہ شاہ نے ہاتھ ملانے کیلیے ہاتھ بڑھایا ہے پلٹ پڑا اور میرے ساتھ اپنے کمرے کو واپس ہوا -

اس طرح مسٹر شرلاک ہومس کی بہترین تدابیر ایک عورت کی تیز فہمی سے بارآور نہو سکین - وہ عورتونکی دانائی کا مضحکہ اُڑایا کرتا تھا مگر اُسوقت سے مین نے اُسکو ایسا کرتے نہین سُنا ہے - اب وہ جب آئرن ایڈلر کی بات چیت کرتا ہے یا اُسکے فوٹو کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ ہمیشہ اُسکی غیر معمولی عورت کے لقب سے یاد کرتا ہے -

اقبال بہادر

نوٹ - تجارت کی پہلی کتاب جسکا ریویو رسالہ زمانہ مین کیا جا چکا ہے - مینجر نظامیہ دارالاشاعت و رسالہ دین و دنیا - دہلی سے مل سکتی ہے - نیجر

جمہوری شہزادہ

آجکل دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے وارث شاہنشاہ معظم کے فرزند اکبر شہزادہ ویلز سیاحت ہند میں مصروف ہیں ہم شاہزادہ موصوف کا مختصر تذکرہ ناظرین کی ضیافت طبع کیلیے پیش کرتے ہین۔ "ہزرائل ہائنس ، انومبر کو بمبئی مین رونق افروز ہوئے" اور کامل چار ماہ تک سلطنت ہند کے ہر حصہ کی سیاحت فرما کر ، ارمارچ کو کراچی سے لنکا کیطرف تشریف لیجائین گے تاکہ ہندی مقبوضات کی سیر کے بعد جاپان کی سیر فرمائین۔

ولی عہد بہادر کا پورا نام ایڈورڈ البرٹ کرسچن جارج اینڈریو۔ پیٹرک ڈیوڈ ہے۔ اور اس حیثیت . اسمائے گرامی کیساتھ انگلستان اسکاٹ لینڈ۔ ویلز اور آئرلینڈ کے مرمی اولیا کے نام بھی شامل ہین۔

ہزرائل ہائنس جون ۱۸۹۴ء مین قیصر ابیض واقع قصبہ بلین مین تولد ہوئے تھے۔ اُسوقت ملکہ معظمہ وکٹوریہ سریر آرائے برطانیہ تھین اور ایڈورڈ ہفتم حضور کے دادا ولی عہد کے نام سے مشہور تھے اور والد مکرم اپنے برادر کلان البرٹ وکٹر ڈیوک آف کلیرنس کی وفات حسرت آیات کے بعد اپنے والد کے جانشین شمار ہونے لگے تھے۔ ملکہ وکٹوریہ شہزادہ ایڈورڈ البرٹ کی پردادی تھین۔ اسوجہ سے ننھا سا پڑپوتہ منظور نظر اور دل کی راحت بن گیا۔ سلطنتی کاروبار کی درماندگی رفع کرنے کے لیے قیصرہ معظمہ اپنے پوتے کے فرزند اکبر سے دل بہلایا کرتی تھین۔

یہ بات ظاہر ہے کہ بچپن کی تعلیم و تربیت کا اثر ساری عمر قائم رہتا ہے اور والدین جس راستے پر چاہین اپنی اولاد کو لگا سکتے ہین۔ قیصر معظم اور قیصرہ معظمہ نے آنے والے زمانہ کی رفتار اور میلان کو چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمایا۔ اور یہ قرار دیا کہ ولی عہد بہادر کو زمانہ مابعد کی جمہوریت کے غلبہ مین اپنے فرائض انجام دینے کے قابل بنایا جائے چنانچہ اس مقصد کو ملحوظ خاطر رکھکر پرنس آف ویلز ممدوح کی تعلیم و تربیت شروع کی گئی ۱۹۰۲ء کے موسم گرما کے آغاز مین ایک قابل اتالیق کے زیر نگرانی خواص کے اسکولون کے نصاب کی تعلیم شروع کی گئی۔ فرانسیسی اور جرمن زبانون پر خصوصیت سے زور دیا گیا۔ کیونکہ اول الذکر یورپ کی سفارتی زبان اور مؤخر الذکر علمی اور جنگی فنون کی زبان ہے اور ان کی بہایت

شہزادون ہی کے لیئے ضروری نہین ہو بلکہ اہل علم اور اہل تجارت بھی ان مین دستگاہ بہم پہونچاتے ہین۔ شہزادے کو کھیل کود کا بھی شوق تھا۔ اور اب تک ہو۔ شہ سواری۔ تیراکی۔ شکار۔ کرکٹ۔ ٹینس وغیرہ سبھی کھیلون مین یکسان اظہار دلچسپی کرتے رہے۔ ۱۹۰۷ء مین والدین کے حسب ارشاد آس برن کے بحری کالج مین بحریات کی تعلیم کے لیئے داخل ہوئے۔ قیصر معظم نے کالج کے منتظمین کو خاص ہدایت فرمائی کہ شہزادے ممدوح کیساتھ ولی عہد کا سلوک نہ ہو بلکہ عام طلبا کا سا برتاؤ روا رکھا جائے۔ چنانچہ اس کالج مین ہز رائل ہائینس عام لڑکون کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے اور ان کے ساتھ کھیل کود مین شریک ہوتے آپکی روزانہ زندگی کالج کے باقی طلبا سے مختلف نہ تھی۔ اس قسم کے بے تکلفانہ برتاؤ اور آزادانہ صحبتون کا طبیعت پر بہت گہرا اثر ہوا۔ شہزادہ ممدوح کی طبیعت مین جمہوریت جاگزین ہوگئی۔ اور شاہی نخوت و رعونت نام کو بھی باقی نہ رہی۔ ۲ سال تک اس کالج مین تعلیم پاکر ۱۹۰۹ء مین وارٹ متھ کے کالج مین اعلیٰ تر فنون بحریات کی تعلیم پائی۔ وہان بھی عام لڑکون کی طرح رہتے تھے۔ سب سے بے تکلفانہ میل جول تھا۔ غرض کسی بات مین شہزادہ اور دیگر طلبا مین امتیاز نہ تھا۔ اس کالج سے تحصیل علمی سے فراغت بھی نہ پائی تھی کہ دادا کے انتقال پُر ملال کے بعد والد عالیجاہ سریر آرائے برطانیہ ہوئے۔ اور حضور باقاعدہ پرنس آف ویلز اور ارل آف چسٹر قرار پائے۔ اور ڈیڑھ سال بعد جولائی ۱۹۱۱ء مین قلعہ کرنار ون واقع ویلز مین ولی عہدی کی رسم ادا ہوئی۔ دو سال تک ڈارٹ متھ مین بحری فنون مین اصولی دستگاہ پیدا کرکے جنگی جہاز "ہندوستان" پر عملی تربیت پانے لگے۔ اور مڈ شپ مین مقرر ہوئے ۱۹۱۳ء مین لفٹنٹ اور ۱۹۱۹ء مین کپتان مقرر ہوئے یہ عہدے آپکو اپنے شاہی مرتبہ کے باعث حاصل نہین ہوئے بلکہ عام آدمیون کی طرح ذاتی لیاقت اور محنت شاقہ سے اعلیٰ اعلیٰ مدارج پر فائز ہوتے رہے جب آپ بحری فنون حاصل کر رہے تھے تو جہاز رانی کیطرف خاص میلان تھا اور آخر آپ تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد کے معنوی فرزند ارجمند ثابت ہوئے۔ خدا کے فضل سے یادداشت بھی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ جو کچھ پڑھتے یا سُنتے ہین وہ ذہن مین محفوظ ہو جاتا ہو۔ اس وجہ سے علم و فن مین بھی آپکو آسانی سے کمال حاصل ہوگیا۔

جہاز ہندوستان چھوڑ کر ۱۹۱۲ء پیرس تشریف لیگئے اور ہر طبقے کے لوگون سے بے تکلفانہ میل جول پیدا کرکے اہل فرانس کے درمیان بیحد ہر دلعزیزی حاصل کرلی۔ وہان سے لوٹے اور چند ماہ تک تیاری کرنیکے بعد

میگڈلین کالج آکسفورڈ مین داخل ہوگئے - تاکہ ان علوم مین بھی مہارت پیدا کرین - جو فرمان روا کیلئے بہت ضروری ہین - اس کالج مین ایڈورڈ ہفتم بھی تعلیم پانے گئے تھے مگر دادا اور پوتے کی تعلیم مین بہت فرق تھا اول لذکر کالج مین تعلیم پاتے تھے باہر شہر مین مکان رہنے کا الگ تھا - اور عام طلبار سے راہ ورسم نہ تھا - مگر پوتے کی حالت دگرگون تھی - وہ اپنے والد بزرگوار کے حسب ارشاد کالج کے بورڈنگ مین رہنے لگے عام طلبار کے ساتھ لیکچر سنتے - ان کے ساتھ کھانے کے کمرے مین کھانا کھاتے - اور روزمرہ کے کھیلون مین شریک ہوتے تھے کالج کے والنٹیری دستہ مین بھی بھرتی ہوئے - اور عام سپاہیون کی طرح قواعد چاند ماری وغیرہ سیکھا کرتے تھے - اکتوبر ۱۹۱۲ء مین ولی عہد ممدوح نے پہلا امتحان پاس کیا - دو سال تک اس کالج مین تعلیم پاتے رہے - پروفیسر فیلڈ جرمن اور موسیو برنوم فرانسیسی پڑھایا کرتے تھے - اگر جنگ نہ چھڑ جاتی تو تین سال کا مقررہ کورس ختم کر کے ڈگری حاصل کر لیتے - ماہرین کا یہ خیال ہے کہ پرنس آف ویلز کو سادگی پسند ہے اور عوام کے حالات سے پوری ہمدردی ہے - اس کا اصلی سبب یہی جمہوری تعلیم و تربیت ہے - بحری کالجون مین اور نیز آکسفورڈ مین غیر امتیازی تعلیم کی بدولت شہزادہ ممدوح کی طبیعت شاہانہ تزک احتشام اور تکلف وغیرہ سے ناآشنا ہے - اس لیئے ہز رائل ہائنس کو "جمہوری شہزادہ" قرار دینا نامناسب نہ ہوگا - جب جنگ شروع ہوئی تو پرنس ممدوح گرینے ڈیر گارڈ فوج کی پلٹن اول مین لفٹنٹ دوم مقرر ہوئے - اور پھر تھوڑے ہی دنون مین درجہ اول کے لفٹنٹ بن گئے - ۱۹۱۶ء مین کپتانی اور ۱۹۱۹ء مین میجری کے عہدے پر ممتاز ہوئے - نومبر ۱۹۱۴ء مین سرجان فرنچ سپہ سالار برطانیہ کے ایڈیکانگ مقرر ہو کر فرانس گئے اور اپنے اہم فرائض بڑی تن دہی سے انجام دیتے رہے مارچ ۱۹۱۶ء تک فرانس اور فلانڈرس کے درمیان جنگ کے ہر حصہ مین بے کھٹکے فوجی ڈیوٹی بجا لاتے رہے - مورچون مین جہان دن رات گولہ باری ہوتی رہتی جاتے - سپاہیون سے بے تکلفی سے ملتے - اور ان کی مشکلات اور تکالیف مین برابر کے شریک رہے - کتنی مرتبہ مرتبہ بال بال بچے - مارچ ۱۹۱۶ء مین مصر تشریف لیگئے اور پھر مئی ۱۹۱۶ء مین میدان اٹلی مین ہوائی جنگ آرائی مین نمایان حصہ لیا - ۱۹۱۷ء و ۱۹۱۸ء مین بھی میدان اٹلی ملاحظہ فرمایا - اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے آیندہ کے شہنشاہ نے کن حالات مین ترقی کی اور کیسی تربیت پائی - سچ یہ ہے کہ ہز رائل ہائنس شاہی تکلفات سے بیگانہ ہو کر عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرتے ہین - مارچ ۱۹۲۰ء کو نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کی سیاحت کو تشریف لیگئے آسٹریلیا مین جمہوریت کا

دور اور اہل محنت کی جمعیت کا غلبہ ہے - مگر پرنس موصوف نے وہان پر بھی بے حد ہر دلعزیزی حاصل کی جو اس امر کا ثبوت ہے کہ جمہوریت ولی عہد پر غالب آگئی ہے - اور جب بقول افلاطون اس قسم کا شہزادہ حاکم ہوتا ہے - تو محکوم کی فلاح کا دروازہ کھل جاتا ہے - آسٹریلیا کے ایک وزیر اعظم نے اپنی تقریر مین شہزادہ بہادر کو برطانیہ کا سب سے بڑا سفیر قرار دیا تھا - اور یہ صحیح ہے - سیاحت ہند کے دوران مین ولی عہد ممدوح رعایائے ہند کی ضروریات اور خواہشات سے واقفیت پیدا کرینگے اہل ہند کو بھی حضور کو اپنے دھیان پا کر خوش ہونا چاہیئے

جے - آر - رائے لاہور

شہزادہ ویلز کے دورہ کا نظام اوقات

اعلیٰ حضرت شہزادہ ویلز ۲۶ اکتوبر کو پورٹسموتھ سے جہاز "رینون" مین روانہ ہو گئے - اور ۲۹ اکتوبر کو جبرالٹر مین قدم رنجہ فرمانیکے بعد یکم اکتوبر کو مالٹا مین رونق افروز ہوئے - بمبئی مین ۱۷ نومبر کو نزول اجلال فرمائینگے باب الہند بمبئی مین چھ یوم تک قیام فرما کر آپ برودہ (۲۳ و ۲۴ نومبر) اودیپور (۲۵ تا ۲۷) اجمیر (۲۸) جودھپور ۲۹ نومبر اور یکم دسمبر) بیکانیر (۲ تا ۶ دسمبر) بھرتپور (۷-۸) لکھنؤ (۹ و ۱۲) الہ آباد بنارس (۱۳) بہار تا نیپال (۱۴-۲۱) پٹنہ (۲۲-۲۳) کلکتہ ۲۴-۳۰) رنگون (۲-۱۰ جنوری) مدراس ۱۳-۱۷) بنگلور ۱۸ - میسور (۱۹-۲۴) حیدرآباد دکن (۲۵-۲۸) ناگپور ۳۰-۳۱) اندور (یکم - ۲ فروری) بھوپال ۴-۷) گوالیار (۸-۱۲) آگرہ ۱۳ - علی گڈھ ۱۴ - دہلی (۱۴-۲۱) پٹیالہ (۲۲-۲۴) جالندھر ۲۵ - لاہور (۲۵ تا یکم مارچ) امرتسر سیالکوٹ ۲ مارچ - جموں ۲-۳ جہلم ۳ پشاور ۴-۷ راولپنڈی ۸ - کیمبلپور ۱۲ ڈیرہ دون ۱۳ - گجرات ۱۳-۱۵ - کراچی ۱۷ -

لسان العصر جناب اکبر مرحوم

اکبر مرحوم کے غم میں آج دنیائے ادب کا ذرہ ذرہ ایک دردمند دل کی طرح وقفِ ماتم ہے، ہزاروں آہیں ہیں جو فضاءِ بسیط میں گونج رہی ہیں، سیکڑوں درد بھری آوازیں ہیں جو جذبات خاموش کو جنبش میں لاکے مائل فریاد بنا رہی ہیں، کروڑوں تمنائیں ہیں جو مرحوم کی تربت سے لپٹ لپٹ کے رو رہی ہیں غمزدۂ ذوق اُسکے سرہانے مصروف شیون ہے کہ اُسکا قدرشناس اُس سے جدا ہو گیا اور ایسا جدا ہوا کہ پھر ملنے کی امید نہیں۔

سچ یہ ہے کہ جناب اکبر مرحوم کی وفات ادب اردو کے لیئے ایسا سخت صدمہ اور ایسا نقصان عظیم ہے، جسکی تلافی نہ پُردرد آہوں سے ہو سکتی ہے، اور نہ فلک سوز نالے کچھ کام آسکتے ہیں۔ آنکھیں لمعات اکبر کو ڈھونڈینگی اور نہ پائینگی، دل اُس عارفانہ اور ظریفانہ اندازِ بیان کو تلاش کریگا اور محروم رہیگا۔ زمانہ مرحوم کے حقیقی جانشین کیلیئے سرگرم جستجو ہوگا مگر ناکام رہیگا۔

ممکن ہے کہ آنکھوں میں آنسو نہ رہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ آہیں ساتھ نہ دیں مگر مرحوم کا ماتم پھر بھی کم نہ ہوگا۔ ہر وہ شعر جو عارفانہ اور فلسفیانہ رنگ میں لکھا جائیگا جناب اکبر کی یاد دلاتا رہیگا، ہر وہ کلام جسمیں ظرافت کی جھلک ہوگی، اس بلبلِ شیریں بیان کی نغمہ سنجیوں کا داغ تازہ کرتا رہیگا۔ سازِ ادب کی ہر لَے رگِ جان کیلیئے مضراب ہوگی اور ماتمِ اکبر کے ترانے سنایا کریگی۔

یہ مجسمۂ ادب ازل ہی سے مذاقِ سخن اپنے ساتھ لیکر آیا تھا، فطرت کی فیاضیوں نے اُسے جذباتِ عالیہ اور تخیلاتِ لطیفہ کا سرچشمہ بنا کر پیدا کیا تھا اُسکا دل ایک آئینہ تھا جس میں حسنِ فطرت کی کرنیں منعکس ہو کر اپنا جلوہ دکھاتی تھیں اور جذبات میں ایک نورانی تموج پیدا کر کے اُسکے عارفانہ و فلسفانہ تخیل کو اُبھار دیا کرتی تھیں اور زبان اُسی وجدانی کیفیت کو اپنے سحر بیانی کے سانچے میں ڈھالکر اشعار کی صورت میں جلوہ گر کرتی تھی،

مرحوم کے کلام کو غور سے پڑھو۔ اور اُن آسمانی نغموں کو سنو جو اُسکی تہ میں پنہاں ہیں، تم محسوس

کروگے کہ نے ایک ہی ہے مگر ہر بول کی تاثیریں جداگانہ ہیں، ابھی تصوف کی دُھن تھی۔ ابھی فلسفہ کا راگ چھڑ گیا ابھی فطری ظرافت جھلکنے لگی، تمکو حیرت ہوگی کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں مختلف خیالات کا اظہار کیونکر کر رہا ہے لیکن جناب اکبر مرحوم کی طبیعت، فطرت نے کچھ ایسی ہمہ دان بنائی تھی کہ ایک ہی وقت میں وہ ادیب بھی تھے فلسفی بھی، ظریف بھی تھے صوفی بھی، یعنی وہ ہر قسم کے جذبات کو نہایت خوبی سے ادا کر جاتے تھے۔ اُنکے دل میں دریا کی طرح پے در پے مختلف خیالات کی موجیں اُٹھتی تھیں، اور ہر موج اپنے رنگ و صورت میں دوسری موج سے بالکل الگ ہوتی تھی،

مرحوم کے سوانح زندگی کو اگر شاعری سے الگ کرکے دیکھا جائے تو آپ ایک عارف کامل، ایک عالم باعمل، ایک برگزیدہ واعظ، ایک عالی دماغ حکیم نظر آئینگے لیکن اسوقت مرحوم کی ادبیت ہماری مطمح نگاہ ہے، اسلیئے ہم مختصر طریقہ سے ان باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مرحوم کی ادبی زندگی سے بحث کرینگے،

جناب اکبر کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا، سن کے ساتھ ساتھ یہ شوق بھی ترقی کرتا گیا اور باوجود دوسرے مشاغل کے آپکے اس فطری شغلے میں کبھی کوئی کمی نہ آئی، آپ کو وحید مرحوم الہ آبادی سے فخر تلمذ حاصل تھا، خوش قسمتی سے اُستاد بھی ایسا ملا، جسکے مفید مشوروں نے ہونہار شاگرد کے ذوق ادب کو اُبھارا اُبھار کے ترقی کے راستے پر لگا دیا،

انسان ضروریات زندگی سے مجبور ہو کر ہر قسم کی پابندیاں اپنے اوپر عائد کر لیتا ہے، چنانچہ مجبوراً جناب اکبر کو ابتدا میں چھوٹی چھوٹی ملازمتیں کرنی پڑیں، مگر آپ نے اپنی ذہانت و حسن عمل کی بدولت بڑے بڑے مدارج حاصل کر لیئے مصروفیتیں بڑھ گئیں، لیکن اُس فطری جوش کو جو بارگاہ احدیت سے اُنھیں تفویض ہوا تھا، تنگی وقت سے کوئی ضرر نہ پہونچا اور نہ کثرت کار اُسکو دبا سکی، یہ مجسمۂ ادب برابر اپنا ادبی جوہر دکھا دکھا کے دنیا کو درس ادب دیتا رہا۔

شروع میں عام شعرا کی طرح جناب اکبر بھی اُسی پُرانے رنگ میں شعر کہتے رہے۔ لیکن طبیعت میں اثر پذیری کا مادّہ موجود تھا، رفتہ رفتہ ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہونچ گئے،

اتفاق وقت سمجھو یا خوش قسمتی کہ مرحوم کو سوسائٹی بھی ایسی مل گئی کہ جسمیں ایک سے ایک بڑھکر اہل کمال شریک تھے۔ اُن دنوں اودھ پنچ کی محفل خوب گرم تھی، منشی سجاد حسین مرحوم صدر انجمن تھے، اور آزاد، عاشق (ستم ظریف) برق، شوق، وغیرہ وغیرہ جیسے کہنہ مشق ناظم و ناثر حاضرین محفل میں موجود

تھے، پھر اُس انجمن کی رونق کا کیا پوچھنا، علمی، ادبی، فلسفیانہ نکات ایسے دلچسپ ظرافت آگین پیرائے مین بیان ہوتے رہتے تھے کہ سننے والے دانتون مین اُنگلیان دبالیتے تھے، اُسی بزم ادب کے ایک رُکن اکبر مرحوم بھی تھے، کچھ دنون بعد نہ وہ انجمن فروزی تھی نہ وہ یاران طریقت، ادب اردو کے حقیقی محسن سجاد حسین ضعیفی و کہولت کے سبب معذور محض ہو چکے تھے، اودھ پنچ اپنی وقعت کھو چکا تھا اور سچ یہ ہے کہ اب اودھ پنچ مین رکھا ہی کیا تھا جو کوئی اُسے پوچھتا، یہ بھی خبر نہ تھی کہ محفل سے اُٹھنے والے کہان گئے اور وہ رنگ صحبت کیا ہوا،

اُس انجمن برباد سے نکلتے ہی جناب اکبر کی ہنگامہ آرائیان بڑھنے لگین اور رفتہ رفتہ خود ایک انجمن بنگئے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اپنی فطری ظرافت کے نمایان کرنیکا وہین موقع ملا، اور آپکی ابتدائی مشق وہین ہوئی، اودھ پنچ مین آپ نے بہت سے ظریفانہ مضامین لکھے جنمین سے چند نظمین آج بھی اُتنی ہی مشہور ہین جتنی کہ اُسوقت پسند کیجاتی تھین، اُسی زمانے مین آپ نے قاضی اختر کلکتوی کی مشہور آفاق نظم کو پیش نظر رکھ کے موجودہ حالات کی بنا پر بڑی لطیف نظم کہی تھی جو آپ کی کلیات مین موجود ہے قاضی اختر کی نظم کا پہلا شعر یہ ہے،

نکل بن کے شیخ مجتہد العصر سا قیا   دکھلا کے سبز باغ عذاب و ثواب کا

حضرت اکبر نے ردیف تو وہی قایم رکھی لیکن قافیہ بجائے عذاب و ثواب کے 'بناہ'، تباہ کر دیا نفس مضمون دونو نکا ایک ہے، فرق یہ ہے کہ ایک مجسمہ 'قدامت' ہے اور دوسری مرقع حال' ایکنے صرف تفریح طبع کیلیئے لکھی، دوسرے نے زمانہ کی روش پر نظر ڈالکر انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے میلان طبع کی تصویر کھینچدی، غرض یہ کہ اکبر مرحوم کی مشق کا ابتدائی زمانہ ایسی صحبتون مین گزرا جہان اُنکی معلومات علمی، وسعت نظری، اور ظرافت نگاری مین خاطر خواہ ترقی ہوئی، خصوصیت سے ظرافت کا رنگ غالب رہا اور ہونا بھی چاہیے تھا، کیونکہ وہ سوسائٹی انھین خیالات پر قائم تھی، اُسکے بعد آپنے جو کچھ کہا ظرافت کا رنگ ہمیشہ نمایان رہا۔

جناب اکبر نے عاشقانہ رنگ مین بھی بہت کچھ لکھا ہے اور وہ تمام غزلین اُنکے کلیات مین شامل ہین جنکے مطالعہ سے اُنکی ابتدائی شاعری اور مذاق سلیم کا پتہ چلتا ہے، اُنکی عاشقانہ غزلین عموماً لکھنؤ کے رنگ مین ڈوبی ہوئی ہین، تاہم اُنکی تمیل لکھنؤ والون کی طرح صرف تناسب الفاظ، اور استعارہ محض

ہی تک محدود نہیں بلکہ وہ کچھ نہ کچھ جذبات آفرینی کا بھی خیال رکھتے ہیں اور کوئی نہ کوئی کام کی بات بھی کہتے ہیں، مثلاً اُنکی کسی پُرانی غزل کا مطلع ہے

جفائیں جھیل کر تاثیر الفت ہم دکھاتے ہیں حنا کی طرح جب پس لیتے ہیں تب رنگ لاتے ہیں،

کون کہہ سکتا ہے کہ اسمیں لفظی رعایت کی سوا اور کچھ نہیں، غور کرو شاعر کس طرح اپنی مثال پیش کرکے لوگوں کو سختیاں برداشت کرنیکی ہدایت کرتا ہے اور یہ مژدہ بھی سناتا ہے کہ انجام کار، راحت ہے یعنی اگر اپنا رنگ جمانا چاہو تو حنا کی طرح پسنا گوارا کرو۔ ممکن ہے کہ بعض کوتاہ نظر حضرات اس شعر کو صرف اظہار واقعہ خیال فرمائیں لیکن لوگوں کو سمجھانیکا اس سے زیادہ مؤثر ذریعہ کوئی بھی نہیں کہ شاعر یا خطیب اپنا مافی الضمیر مثال میں ظاہر کردے

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

محروم ہی رہجاتی ہے آغوش تمنا شرم آکے چُرالیتی ہے سارا بدن اُن کا

دیکھو ادائے شرم اور محرومئ شوق کی داستان کس لطیف پیرایہ میں بیان کیگئی ہے، شعر پڑھکر واقعات کی کتنی دلکش تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے، یہی اعلی شاعری ہے، شاعری بھی دراصل مصوری ہے، فرق یہ ہے کہ مصور نظری اور محسوس چیزوں کی تصویر کھینچتا ہے، اور شاعر غیر مرئی اشیا یعنی جذبات وخیالات کو نمایاں کرتا ہے،

اسلیئے حقیقی شاعر وہی ہے جو مناظر فطرت اور واردات قلبی کا مکمل نقشہ اپنے شعر میں کھینچدے، چنانچہ جناب اکبر کے اشعار یا تو کسی واقعے کے متعلق ہوتے ہیں یا اُنمیں کسی صحیح جذبے کی حقیقی تصویر نہاں ہوتی ہے۔

اگرچہ ہم اس مضمون میں مستقل طور پر اکبر مرحوم کی شاعری پر تبصرہ کرنا نہیں چاہتے، تاہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ مرحوم کی جو خصوصیات کا ذکر کیا جائے اُنکے متعلق دو ایک مثالیں بھی پیش کردی جائیں، یہ تو مسلّمہ مسئلہ ہے کہ آپ فطری شاعر تھے اور آپ کی شاعری کا جزو خاص ظرافت تھی، لیکن یہ دونوں چیزیں آپکے جودت طبع کی محتاج نہیں فطرتاً آپکی طبیعت میں ایسی جولانی اور ذہن میں اتنی روانی تھی کہ جب کبھی آپکے سامنے کوئی مشکل سے مشکل مسئلہ پر بحث چھڑگئی تو آپ نے نہایت متین اور لطیف پیرایہ میں اُسے حل کردیا، اور لطف یہ کہ اکثر اُس جواب میں آپکی شاعری اور ظرافت کی شرکت بھی ضرور ہوتی تھی۔ بارہا ایسا ہوا کہ کسی فوری جذبے یا دلکش نظارے سے متاثر ہوکے آپنے فوراً ہی نظم میں اپنی کیفیات قلبی کی تصویر کھینچدی، جسمیں اُس جذبۂ خاص یا منظر نظارہ کی جھلک صاف طور پر نمایاں تھی، کبھی

ایسا ہوا کہ آپکے سامنے کوئی مصرع پیش کیا گیا اور آپنے اس خوبی سے دوسرا مصرعہ چسپان کر دیا کہ پورا شعر اپنا کر لیا۔

مشہور ہے کہ ایکمرتبہ آپ لکھنؤ امین آباد پارک کے کسی بالاخانے مین مقیم تھے، صبح کیوقت ایک نومشق شاعر صاحب ملنے آئے، آپ اسوقت فکر سخن مین مشغول تھے، اتفاق وقت سے اسی وقت یہ مصرع موزون ہوا تھا،

کہون کیا ہستی باری مین شک ہونے کے کیا معنی

آنے والے شاعر صاحب کو آپ نے یہ مصرع سنایا اور فرمایا کہ پہلا مصرع ہوگیا ہے دوسرے مصرعے کی فکر ہے اب آپ قافیہ تجویز فرمائیے، اُن صاحب نے کہا، شک کو قافیہ قرار دیجئے، اکبر مرحوم کا خیال بھی اس قافیے کیطرف نہ تھا مگر مجبوراً آپکو اسی قافیے پر طبع آزمائی کرنی پڑی، دو تین منٹ میں مصرعہ ہوگیا اور پورا شعر آپ نے اُن کو سُنایا۔

کہون کیا ہستی باری مین شک ہونیکے کیا معنی
بھی سمجھا نہین مین آجتک ہونیکے کیا معنی

سخن فہم حضرات اس بلندی ادراک، اور فلسفیانہ تخئیل کا خود اندازہ کر لین جو اس شعر مین موجود ہے۔

شعرائے فارس نے شاعری مین تصوف کا رنگ اسطرح سمویا اور کچھ اس انداز سے اس مسئلہ پر طبع آزمائی کی کہ رفتہ رفتہ تصوف شاعری کا جزو خاص بن گیا، بلاشبہ اکثر شعرائے نازک خیال صوفی مشرب گذرے ہیں، اور انھون نے اشعار مین اپنے مشاہدات باطن کی تصویر اس دلکشی و عمدگی سے کھینچی ہے۔ کہ شعر پڑھتے ہی روح وجد مین آجاتی ہے، اور دلکو ایک غیر محسوس روحانی لذت حاصل ہوتی ہے۔

فارسی کی تقلید میں اردو شعرا بھی اسطرف جھک پڑے اور گل و بلبل شمع و پروانہ کی داستان کے ساتھ ساتھ یہ کہانی بھی دہرائی جانے لگی، بزم نشاط کے ساتھ محفل حال و قال کی بنیاد بھی پڑ گئی، اردو شاعری مین حقیقت شناس صوفیونکی کمی نہ تھی، متقدمین مین خواجہ میر درد جیسے صوفی منش سخن سنج بھی گذرے ہین جو ہر طرح اس لطیف مضمون پر طبع آزمائی کرنیکے مستحق تھے، کیونکہ عارفانہ

مذاق اُن بزرگون کا جزو ہستی بن چکا تھا،

متاخرین مین بھی بعض شعرا اس مذاق کے گزرے ہین، جنکے اخلاق بھی صوفیانہ تھے اور کلام مین بھی یہی رنگ جھلکتا تھا، مگر زمانۂ حال کے شعرانے تو کمال ہی کر دیا، مضامین بازیتہ پر طبع آزمائی کرتے کرتے طبیعت اُکتا گئی تو تصوف اور فلسفے کے میدان مین آگئے، کہین نکات فلسفہ بیان ہو رہے ہین کہین عارفانہ موشگافیون کا اظہار کیا جارہا ہے، شعر کا تو یہ انداز لیکن اگر خود شاعر صاحب کے حالات پر نظر کیجیے تو آپ اُن مسائل سے نا آشنائے محض، گویا آپکو ان باتون کی ہوا تک بھی نہین لگی، بقول جناب اصغر

صوفی کو ہے مشاہدۂ حق کا ادّعا

صدہا حجاب دیدۂ بینا لیے ہوئے۔

سچ پوچھیے تو اکثر شعرا نے تصوف کو اپنی لغویات و مہملات کے چھپانیکا ایک پردہ بنا رکھا ہے شعر کے معنی صاف نہین ہوئے تو اسکے یہ معنی لیے کہ یہ تصوف کی گہرائیان ہین۔ کہین ترکیب اُلجھ گئی تو یہ مطلب نکال لیا گیا کہ مشاہدات باطنی کی بارکیان ہین۔ تعجب ہے کہ عوام نے تصوف کے چند مشہور اور خشک مسائل کو جان تصوف سمجھ رکھا ہے حالانکہ حسن و عشق کی حقیقی کیفیات کا نام تصوف ہے۔ مولانا آسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین۔

دل عندلیب یہ شوق نہین، گل و لالہ کا یہ ورق نہین ۔۔۔ مرے عشق کا وہ رسالہ ہے تری حسن کی وہ کتاب ہے

آنکھین تجھکو ڈھونڈھتی ہین دل ترا اگر ویدہ ہے، ۔۔۔ جلوہ تیرا دیدہ ہے صورت تری نا دیدہ ہے

بیحجابی یہ کہ ہر شے مین ہے جلوہ آشکار، ۔۔۔ اُسپہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آجتک نادیدہ ہے

جناب اکبر مرحوم نے بھی اس مسئلہ خاص پر نہایت ہی گہری نگاہ ڈالی ہے اور جہان کہین تصوف مین کوئی شعر لکھا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مشاہدے کی کیفیات کا اظہار فرما رہے ہین،۔

مضمون مین گنجایش نہین کہ مرحوم کے اس قسم کے تمام کلام کا انتخاب پیش کیا جاسے مثال کی طور پر دو ایک شعر کافی ہین۔

مجھے کیا خبر ہو کہ کیا فنا نہ ہو وجہ ہونہ فنا ہے ۔۔۔ فقط ایک نظر ہے جہان پر نہ خیال ہے نہ زبان ہے

نہ دماغ صرف رہ فنا دلیل باعث درد سر ۔۔۔ وہی جوش لذت دید ہے نہ قیاس ہے نہ گمان ہے

نہ بیان حد کا نشان کہیں نہ محل صرف بیان کہین ۔۔۔ مرا عشق ہے ترا حسن ہے مری آنکھ ہے ترا شان ہے

ان اشعار کے مطالعہ سے جو پاکیزہ اور روح کو تڑپا دینے والا اثر قلب پر پڑتا ہے اُسکا اظہار مشکل ہے۔ ارباب ذوق سلیم سمجھ سکتے ہین کہ شاعر نے کسطرح فلسفۂ تصوف کے ساتھ ساتھ اپنی محویت کا نقشہ کھینچا ہے عام طور پر اُسکا اندازہ مشکل ہے۔ کہ اکبر مرحوم پر ان اشعار کے موزون کرتے وقت کیا کیفیت طاری تھی۔ تصوف کیخصوصیات خاص کے ساتھ ساتھ زبان و بیان مین یہ اثر ہے کہ ہر شعر نشتر کی طرح رگ جان مین اُتر جاتا ہے

دوسرے موقع پر فنا و بقا کے مسئلہ پر ایک شعر ارشاد فرماتے ہین، اور ایک دلکش پیرایے مین واصل اللہ ہونیکے لیئے ترک خودی کو لازمی قرار دیتے ہین۔

چشم خرد سے عار تھا حسن جنون پسند کو　　عقل نے آنکھ بند کی اس نے حجاب اُٹھا دیا

حقیقت یہ ہے کہ اکبر مرحوم کو اپنی عمر کے آخری حصے مین مذاق تصوف سے بہت دلچسپی ہوگئی تھی، اور اس مذاق خاص کا اثر صرف قول ہی تک محدود نہ تھا بلکہ آپ عملاً بھی ایک صوفی صافی تھے، اکثر دوران گفتگو مین اپنے عارفانہ مذاق کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے، کبھی کبھی تصوف کو اسطرح فلسفیانہ رنگ مین پیش کرتے تھے کہ عقل دنگ ہو جاتی تھی۔

کون کیا ہستیٔ باری مین شک ہونیکے کیا معنی
یہی سمجھا نہین مین آجتک ہونے کے کیا معنی

اس شعر مین عجیب و غریب پیرایہ مین ہستی عالم کو وجود باری تعالیٰ کا شاہد بتایا ہے اور لاموجود الا اللہ کے لطیف نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے جناب اکبر فرماتے ہین کہ مین اُن لوگون سے کیا کہون جو ہستی خدا مین شک کرتے ہین، مین تو آجتک یہی نہین سمجھا کہ ہستی کائنات کیا معنی رکھتی ہے میرے نزدیک تو جو کچھ ہے خدا ہی، بلاشبہہ اگر ہستی کائنات کے معنی سمجھ مین آجائین تو وجود باری مین شک نہین رہتا، اور ہستی کائنات جو خالق کی دلیل ہے یہ فلسفی شاعر جہان علم الحقائق سے بحث کرتا ہے، مسئلہ زیر قلم کی تہ تک پہونچ جاتا ہے اور یہی سبب ہے کہ اسکے قلم سے جو اشعار فلسفہ کے رنگ مین ڈوب کر نکلتے ہین۔ اُنمین اثر اور حقیقت کی سچی تصویر پنہان ہوتی ہے

سینے مین دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرو ناشاد سہی　　بیدار تو ہے مشغول تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی
ہرچند بگولہ مضطر ہے اک جوش تو اسکے اندر ہے　　اک وجد تو ہے اک رقص تو ہے بیچین سہی برباد سہی

مرحوم کے کلام کا بڑا حصہ ظریفانہ ہے، لیکن ایسی ظرافت بہت کم ہے جو حقیقت سے دور ہو یا جسکی بنیاد محض لفاظی پر ہو،

مذہبی، قومی، تمدنی، سیاسی، ہر قسم کے خشک اور رتیلے میدانون کو آپنے جولانگاہ ظرافت بنایا تھا۔ پند و نصائح کے تلخ اور ناخوشگوار مضامین کے اظہار مین آپکی شاعری ایک ہنس مکھ واعظ سے زیادہ کام کرتی ہے بڑے بڑے دلچسپ مباحث آپ کی ظرافت کے معمولی سے چٹکلے مین چٹکی بجاتے طے ہوجاتے ہین، کبھی کبھی اس انداز سے ہجو ملیح کرجاتے ہین کہ شاید مشار الیہ کو اس قسم کے اور اشعار سننے کی تمنا رہجاتی ہوگی،

پردۂ نسوان کے متعلق آپنے ساری بحث صرف دو شعرون مین اس انداز سے ختم کردی کہ مخالف و موافق دونون خوش ہوگئے اور حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا سچ کہا، فرماتے ہین،-

بے پردہ کل جو آئین نظر چند بیبیان ، اکبر زمین مین غیرتِ قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو اُن سے آپکا پردہ کہان گیا، کہنے لگین کہ عقل پہ مردون کے پڑ گیا

آپ کا خیال تھا کہ موجودہ پردے کی بیجا مخالفت انگریزی تہذیب کا نتیجہ ہے، اور مسلمانون مین انگریزی تعلیم و تہذیب کی اشاعت علیگڈھ کالج کی بدولت ہوئی جسکے بانی سر سید مرحوم تھے، ان خیالات کو آپ نے دو مصرعون مین نہایت لطافت سے ادا کیا ہے، مگر انداز وہی ظریفانہ ہے،

پردے کا مخالف جو سنا بول اُٹھین بیگم سید کی تجھے مار علیگڈھ کے حوالے

حضرت اکبر مرحوم کے بعض شعرون کو اگر تنبیہ الغافلین کہین تو بیجا نہین، نصیحت کے پیرائے مین عصائے ظرافت کی ضرب کچھ زیادہ ناگوار نہین گزرتی، اور سمجھنے والا پھولون کی چھڑی سمجھتا ہے، کہتے ہین -

شیخ جی گھر سے نہ نکلے اور مجھ سے یہ کہا، آپ بی اے پاس ہین اور بندہ بی بی پاس ہے،

عاشقی کا ہو بُرا اسنے بگاڑے سارے کام ہم تو اے-بی-مین رہے اغیار بی اے ہوگئے،

ممکن ہے کہ سرسری نظر سے دیکھنے والا شخص ان شعرون مین سوائے بی اے اور بی بی پاس اور بی اے کے کوئی خاص بات نہ پائے مگر ظلم ہے اگر اس ظرافت شعار ناصح کے اصلی خیال کی داد نہ دیجائے جس پر ان شعرونکو بنیاد قائم ہے، سچ یہ ہے کہ شاعر نے ان شعرون مین تمدن و معاشرت کا سبق دیا ہے، یون سمجھئے کہ شیخ جی جو (بی بی پاس ہین) پہلے شعر کو تو بہت فخر سے بیان کرتے ہین، اور دوسرے شعر مین خود حیرت کے ساتھ نتیجے کا اظہار کرتے ہین - یعنے اے-بی- مین پھنسکر سارے کام بگڑ گئے۔

اسمین شک نہین کہ جناب اکبر مرحوم واقعات حاضرہ اور مناظر پیش نظر کو نہایت لطیف پیرایہ اور ظریفانہ

انداز سے ادا کر جاتے تھے اُنکی کلیات کے مطالعہ سے اس قسم کی صدہا مثالین ملتی ہین، جو کسی نہ کسی واقعہ سے متعلق ہین، بلکہ یہانتک کہا جا سکتا ہے کہ آپکے ہر ظریفانہ شعر مین عموماً کوئی نہ کوئی واقعہ مضمر ہے، ہان اس پر آشوب زمانے مین آپ نے بہت کم لکھا، حالانکہ ہزارون ایسے واقعات آپکے سامنے تھے، جنپر کچھ نہ کچھ کہا جا سکتا تھا، مگر آپ نے حزم و احتیاط سے کام لیا، اور کبھی کچھ نہ کہا، بقول مولوی عبدالماجد صاحب آپ گورنمنٹ کے خلاف کوئی معمولی سے معمولی شعر بھی شایع کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اور اسکو آپنے ایک شعر مین خود بھی ظاہر فرمایا ہے

مرخولہ گورنمنٹ اکبر اگر نہ ہوتا ∴ اسکو بھی آپ پاتے گاندھی کو بیون ہین

اگرچہ شعر اچھا ہے مگر مرخولہ گورنمنٹ کی ترکیب مذاق سلیم کو زیادہ مرغوب نہین،

مرحوم نظم کی طرح نثر مین بھی خاص ملکہ رکھتے تھے، اودھ پنچ مین اکثر آپ کے مضامین شائع ہوئے ہین، خطوط جو آپ نے اپنے احباب کو لکھے ہین وہ بجائے خود مرقع ادب ہین۔ چنانچہ آخری خط جو آپنے ایک عزیز دوست کو لکھا ہے، اسقدر لطیف جذبات سے مملو ہے کہ قلب پر آپکی ادبی قابلیت کا ایک خاص اثر ہوتا ہے یہ خط مدینہ مین شایع ہوا ہے، ہم اُسکے چند فقرے یہان نقل کرتے ہین۔

"حجاب کفن مین منہ لپیٹا چاہتا ہون۔ تکلیفین اُٹھا رہا ہون ظاہرا وقت آخر قریب معلوم ہوتا ہے بالکل معذور ہوگیا ہون"

عمر و آلام نے کیا پامال ∴ دلمین اب کوئی رگ جہندہ نہین

سانس لینا ہی زندگی ہے اگر ∴ تو مین زندہ ہون ورنہ زندہ نہین

کلیات اکبر کے تین حصے شایع ہو چکے ہین، مرحوم کا ارادہ تھا کہ اُنکی زندگی ہی مین چوتھا حصہ بھی شایع ہو جاتا مگر خدا کو منظور نہ تھا۔ اجل نے مہلت نہ دی، (انا للہ و انا الیہ راجعون ؏) اب خان بہادر سید عشرت حسین صاحب (ڈپٹی کلکٹر) آپکے فرزند رشید کی تمنا ہے کہ اُسکی اشاعت ہو اور مرحوم کی آرزو پوری ہو، خواجہ حسن نظامی صاحب۔ مرحوم کی سوانح عمری لکھ رہے ہین خدا کرے جلد شایع ہو کر بوزافزائے چشم بصیرت ہو

اللہ باقی و من کل فانی

احسن سنبھلی

ناممکن

اے اخترِ آسمانِ خوبی — تابان ہے فرازِ عرش پر تو
تنویر تری محیطِ افلاک — آفاق کا مرکزِ نظر تو

پایہ ہے ترا نہایت اونچا — کرسی ہے بہت بلند تیری
حدِ پرواز سے بھی اوپر — رفعت ہے ہزار چند تیری

المختصر آہ یہ کہ تجھ تک — ممکن ہی نہین مری رسائی
بیکار ہے جد و جہد اس مین — بے سود ہے قسمت آزمائی

پھر چھوڑ دون کیا خیال تیرا؟ — یہ بھی نہین آہ میرے بس مین
رگ رگ مین اثر ہے تیرا ساری — شامل ہے تو میرے ہر نفس مین

ہان دید کی گر ممانعت ہے — مین اسکی سبیل کیا نکالون
اک اِسکے سوا کہ اے مری جان — پتلی تجھے آنکھ کی بنالون

میلا رام وفا

ماتمِ دل

آہ!! اے دلِ کشتۂ بیداد صد حرمان ہے تو
یا شہیدِ دشنۂ درد و غمِ پنہان ہے تو
یا مزارِ آرزو و حسرت و ارمان ہے تو
یا شبابِ عشق خو کی منزلِ ویران ہے تو
سوزِ غم نے کر دیا ہے تجکو اک تصویرِ عشق
ذرّہ ذرّہ مین جھلکتی ہے ترے تنویرِ عشق

گو قیامت خیز تھے (اُف اُف) شب و روزِ فراق
گو خلش انگیز تھا پیکانِ دلدوزِ فراق
تو مگر تھا اے حریفِ آتشِ سوزِ فراق
آہ!! مجھ حسرت زدہ کو صبر آموزِ فراق
بے قراری مین تری مضمر تھی اک شانِ قرار
اور رگ رگ تھی تری گویا رگِ جانِ قرار

تیر اور وہ انبساط افزا تھا درمانِ خلش
اور بے سامانیان تھین تیری سامانِ خلش
گو غمِ فرقت رہا گہوارہ جنبانِ خلش
ضبط نے تیرے مگر توڑا نہ پیمانِ خلش
بے قراری تیری اک جزوِ طبیعت بن گئی
تلخکامی بڑھ گئی اتنی کہ لذّت بن گئی

تو شبِ غم تھا چراغِ دیدہ شب زندہ دار
تجھ سے باتین کرنے سے گھٹتا تھا جوشِ انتظار
تو یہانتک تھا کسی کے درد و غم کا پاسدار
حسرتین قربان کر کے ہو گیا خود بھی نثار
بیکسی کی ہائے اب تو، ہو، بہو، تصویر ہے
جسکو گورستان سمجھتے ہین تری تعمیر ہے

مٹ گیا تو جب سے اے مینائے امید و بیم
ہو گیا آخر تہی پیمانۂ امید و بیم
اے دلِ مغموم!! اے نذرانۂ امید و بیم
ذرّہ ذرّہ ہے ترا افسانۂ امید و بیم

تو مٹا گیا، ہائے اے آرام جانِ حسن و عشق!!

ہو گیا تاریک نظروں میں جہانِ حسن و عشق!!

جلنے والے!! تجھ سے روشن تھا چراغِ زندگی
مٹنے والے!! تیرے دم سے تھا فراغِ زندگی

مرنے والے!! پُر فضا تھا تجھ سے باغِ زندگی
جانے والے!! دے گیا تو مجھکو داغِ زندگی

اُف ری بربادی جوانی کی اُمنگیں مٹ گئیں،

آہ تو کیا مٹ گیا، ساری ترنگیں مٹ گئیں،

گوشۂ خلوت تھا تیرا یادگارِ آرزو،
ریشہ ریشہ تھا ترا گویا مزارِ آرزو!

ہائے روز و شب رہا تو سوگوارِ آرزو،
اب ترا ماتم ہے اے ماتم گسارِ آرزو!

تو مٹے صد حیف ان آنکھوں سے میں دیکھا کروں

کیا کروں۔ کوئی بتا دے ہائے اب میں کیا کروں؟

تسکین قریشی (سوردنی)

کلام اکبر

خرد کے ساتھ کہاں تک وفا کرے کوئی
حواس ہی نہ بجا ہوں تو کیا کرے کوئی

بتوں کا قول یہ اب ہے خدا کے بندوں سے
ہمیں ضرور ہے جینا مرا کرے کوئی

کسی سے فتنۂ قامت کا ظلم ہے اے حشر
تری طرف سے بھی اُٹھے خدا کرے کوئی

بھلائی یہ ہے کہ فتنے کو تم خرد کر دو
یہ کیا کہ فتنے میں فتنہ بپا کرے کوئی

ظلمت ٹپک رہی ہے اس دور میں فلک سے
آنکھیں جھپک رہی ہیں شیطان کی چمک سے

طالب ہوں میں تو اپنے ہی دل کی نگاہ کا
سودا نہیں ہے مجھکو حریفوں کی واہ کا

شہنشاہ معظم کا پیغام

بمبئی کارپوریشن کے خیر مقدمی ایڈریس کی پذیرائی کے قبل ہزرائل ہائنس شہزادہ ویلز نے شہنشاہ معظم کا پیغام پڑھکر سنایا

آج کے روز جبکہ میرے فرزند ارجمند آپکی سرزمین پر قدم رکھتے ہین مین اُنکے توسط سے ہندوستان کے والیان ریاست اور رعایا کو سلام بھیجتا ہون۔ اُنکا دورہ ہندوستان اُن محبتانہ وعدون کا ثبوت اور اُنکی تجدید ہے جنکا ہمارے شاہی خاندان کی طرف سے اکثر اعادہ کیا گیا ہے میرے پدر بزرگوار نے شہزادہ ویلز کی حیثیت سے اس امر کو باعث فخر سمجھا تھا کہ وہ مشرق کی عظیم الشان سلطنت کو جسپر وہ حکومت کرنیوالے تھے دیکھین اور سمجھین اور مین بھی اُس زمانہ کو فخر اور شکر گذاری کے ساتھ یاد کرتا ہون کہ جب میرے والد ماجد تخت سلطنت پر بیٹھے تو مجھکو اُنکی شاندار مثال کی تقلید کرنیکا موقع ملا۔ میرے دل مین بھی وہی امیدین ہین اور میرے بیٹے بھی اُسی اسپرٹ مین آج آپکے ملک مین آتے ہین۔ شہزادہ ویلز کے ورود ہندوستان کا خیال مسرت افزا جذبات کے ساتھ میرے دل مین اُن واقعات کی یاد دلاتا ہے جو مین نے ذاتی طور پر ہندوستان مین دیکھے تھے یعنی ہندوستان کے دلفریب نظارے اُسکی خوبصورتی، اُسکی قدیم ترین تاریخ۔ اُسکے شاندار روضے اور سب سے زائد ہندوستان اور اُسکے باشندون کی عقیدتمندی اور وفاداری جسکی آزمائش اسطرح ہو چکی ہے گویا آگ کے ذریعہ کیونکہ سلطنت کی سب سے بڑی ضرورت کے موقع پر اُنھون نے نہایت مستعدی سے ہماری بہترین توقعات پوری کین اُنکی یاد مجھکو ہمیشہ رہے گی۔

جب مین شہزادہ ویلز کے دورہ کا خیال کرتا ہون تو میرا دل اور اُسکے ساتھ ہی ساتھ ملکہ معظمہ کا دل بھی آپلوگون کے درمیان شاہزادہ کے نقل و حرکت کے دوران مین اسکے ساتھ رہیگا اور ملکہ معظمہ کو بھی ہندوستان سے اُسی قدر محبت ہے جسقدر کہ مجھکو۔ اُن احباب کیلیے جنکی

وفاداری کی ہمنے اور ہمارے بزرگون نے توقیر کی ہے شاہزادۂ ویلز اعتماد اور امید کا یہ پیغام لیے جاتے ہین مجھکو آپلوگون کی زندگی کے تمام مسائل کے ساتھ میری ہمدردی قائم و دائم ہے گذشتہ چند برسون مین میرے خیالات مسلسل طور پر آپ لوگون کے ساتھ رہے ہین۔ تمام مہذب دُنیا کے نظارون کی بنیادون کی جنگ اور انقلاب نے سخت آزمائش کی ہے جہان کہین ملکی اختیارات حاصل ہین وہان لوگون کو اس آزمائش سے دوچار ہونا پڑا ہی اور دوسرے ملکون کی طرح ہندوستان کو بھی اس امر سے سامنا ہو رہا ہی کہ وہ اپنے جدید اور خاص مسائل کا مقابلہ کرے اس کام کیلیے ہندوستان کا حربہ وہ نئی طاقتین اور ذمہ داریان ہین جو اُسے دی گئی ہین انکی مدد اور اُس رہنمائی سے جو لارڈ ریڈنگ میری گورنمنٹ اور اُسکے افسرون کی کرتے ہین آپلوگ ان معاملات کو ایسی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینگے جو آپکی شاندار روایات کے شایان شان ہی۔ اور جس سے آپکی آیندہ خوشی وابستہ ہی۔ میری زبردست خواہش ہی اور مجھکو پورا بھروسہ ہی کہ تمام شکایتین اور پریشان کُن معاملات اس ترقی کے دور مین مفقود ہو جائینگی آپلوگو نکے تفکرات اور خوشی کو اپنے تفکرات اور خوشی سمجھتا ہون اُن تمام معاملات مین جنکا آپکی مسرت سے تعلق ہی اور اُن امور مین جو آپکے ارمان اور اُمیدین ہین آپکی بہبودی کو ترقی بخشنے مین مین نہایت ہمدردانہ اسپرٹ مین آپ کے ساتھ ہون۔

میرے فرزند ارجمند دور دراز سے آپکے معاملات پر غور کرتے رہے ہین۔ اب شاہزادہ ویلز کی یہ آرزو اور خواہش ہی کہ آپکے ملک مین جاکر باہمی خوشنودی کو مزید مستحکم بنائین مجھکو یقین اور بھروسہ ہی کہ جب شاہزادۂ ویلز آپکے ملک سے رخصت ہونگے۔ آپکے دل اُنکے ہمراہ ہونگے۔ اور اُنکا دل آپکے یہان رہجائیگا۔ اور ہمدردی کی اُس طلائی زنجیر مین ایک لڑی اور جوڑی جائیگی جو میری سلطنت اور ہندوستان کو عرصۂ دراز سے منسلک کیے ہوے ہی۔ مین دست بدعا ہون کہ دانشمندی اور قناعت کے ساتھ ساتھ ہندوستان ایک آزاد سلطنت مین روز افزون قومی عظمت حاصل کرے۔ یہ وہ سلطنت ہی جسکے لیے مین محنت کرتا ہون اور اگر خداوند تعالی کی مرضی ہوئی تو میرے بعد میرے فرزند ارجمند سلطنت کرینگے۔

زمانہ

جلد ۳۷ — دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء — نمبر ۲۲۵

اُردوئے مرحوم

۱۸۵۷ء کے بعد زمانے کا رُخ بدلا - انگریزی کا پڑھنا لازم ہوگیا - ملازمت کے
شوق نے اور زیادہ انگریزی حاصل کرنے پر مجبور کیا - جب خوبیِ تقدیر سے بی - اے اور ایم - اے
کی سند حاصل کی اُردو کا مُنھ لگانا خلاف تہذیب سمجھا گیا جب تک اُردو انگریزی کے انداز پر
نہ آجائے بات کا کرنا دشوار - نوبت بجائی رسید کہ بے آمیزشِ الفاظ و محاورۂ انگریزی اداے مطلب
پر قدرت نہ رہی - طرفہ تر یہ کہ انگریزی مین بی - اے یا ایم - اے تک پڑھ کر خواہ مخواہ اُردو
کامل بن گئے - کوئی پوچھے کہ انگریزی مین لیاقت مسلم مگر اُردو مین آپکو یہ مرتبۂ کمال کب
ہوا کہ آپ نے اہلِ زبان کے طریقے سے منحرف ہوکر ایک زبانِ تازہ ایجاد کی
زبان کو خراب کر دیا جو انگریزی کا انداز بیان ہے وہ بے شبہ بلکہ اردو مین ادای
غلط کا لینا عیب ہے -
مگر اُردو مین بالکل بد نما -
زبان کے واسطے ضروری ہے
بہت عرصہ ہوا - مگر مجھے خوب یاد سیکری آف سٹیٹ فار انڈیا جو ایک
عورتون نے فرمایش کی انگریزی غزل گاؤ - غرض وہ اپنی زبان مین مستعمل ہوتا ہے -
کیسی ہی خوش انگریزی غزل گائی گئی جسکا اسوقت فقطے احتراز واجب ہے - اور الفاظ کا
رلتر محکمۂ زراعت وغیرہ بالکل غلط ترکیب ہے -

(۲) صفت کی تقدیم موصوف پر - اسکا استعمال انگریزی خوان اُردو نویس اسقدر کرتے ہین کہ زبان بدلجاتی ہے اور اُردوے قدیم اُردوے جدید معلوم ہوتی ہے - گاہے گاہے اس ترکیب کا استعمال چندان بدنما نہین مگر زیادتی جسطرح ہر امر مین ممنوع ہے یہان بھی اُسکو ناجائز سمجھنا چاہیے مثالین ملاحظہ ہون -

انتہائی کوشش - موجودہ حالات - مزید توسیع - کاروباری اصول - طولانی تجربہ مذہبی حیثیت - ذہنی حالت - نفسانی جوش - ذاتی مفاد - شاعرانہ لیاقت - فلسفیانہ خیالات عالمانہ تقریر - جابرانہ حکم - وحشیانہ طریقہ - ڈاکٹری امداد وغیرہ -

(۳) الفاظ فارسی وغیرہ کا بیموقع اور غلط استعمال کرنا - یہ تیسری مصیبت ہے جو ۱۸۵۷ء کے بعد سے اردوے کمبخت کی جان پر نازل ہوئی - عربی و فارسی سے نابلد علم و عمل سے ناواقف مگر بجاے خود فخر سقراط اور رشک ارسطو جو اس زمانہ کے اہل قلم ہین وہ سب سے زیادہ اس خطا کے ذمہ دار ہین اکثر اوقات یہ حضرات الفاظ عربی و فارسی کا ایسا غلط استعمال فرماتے ہین کہ مطلب خبط ہوجاتا ہے مطلق سمجھ مین نہین آتا کہ مقصود اصلی کیا ہے - مثلاً

جذبات - بقاعدۂ عربی جذبہ کی جمع ہے - جذب و جذبہ عربی مین کشش کا مرادف ہر جَذْبَۃٌ رُوحَانِیَّۃٌ - یعنی کشش روحانی فلسفۂ عربی کی اصطلاح ہے - اس وجہ سے جذب دل اور جذبۂ محبت کہتے ہین - مگر غصہ - شرم و خوف وغیرہ کیفیات نفسانیہ کے واسطے جذبات کا استعمال کرنا قطعاً ناجائز ہے - مگر وہ حضرات جو بخیال خود فلسفہ نظم فرماتے ہین - اس لفظ کا اس کثرت سے استعمال کرتے ہین کہ بے اختیار ہنسی آجاتی ہے یہ بھی لکھدینا ضرور ہے کہ کشش محبت کو جذب و جذبۂ محبت کہتے ہین نہ کہ خود محبت کو جو ایک کیفیت نفسانی ہے اُسکو جذبہ ہرگز نہین کہتے - خواہشات - خواہش مصدر فارسی خواستن کا حاصل ہے - بقاعدۂ عربی ات کا اضافہ کرکے جمع بنانا بالکل درست ہے قدرت اسکو نیچر کا مرادف سمجھتے ہین - یہ بھی غلطی ہے بلکہ طبع اور طبیعت نیچر کے مقام پر فلسفہ عربی مین مستعمل ہے چنانچہ فلسفۂ مادیات کو عربی مین طبعیات کہتے ہین - قدرت کا لفظ بمعنے طبیعت خدا جانے کیونکر اور کہان سے آگیا - اعلیٰ ترین - ادنیٰ ترین - یہ دو لفظ بھی اس عہد

کے کملاے فن نظم و نثر بکثرت استعمال فرماتے رہتے ہین - آشنا نہین سمجھتے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ خود صیغہ افعل التفضیل ہین ترین کا اضافہ بالکل غلط جو فارسی مین افعل التفضیل کی علامت ہے۔ معشوقی بمعنی متعارف فصحا نہین کہتے۔ صاحبانِ ممبران۔ مالکان وغیرہ حالتِ ندا یا حالت اضافت وغیرہ مین متروک ہے۔ کیونکہ اُردو مین اس موقع پر صاحبو کہتے ہین۔ زمین کے مالکان۔ انجمن کے ممبران کہنا بھی خلاف محاورہ ہے زمین کے مالک انجمن کے ممبر کہنا چاہیے اغلبًا تنوین (دو زبر) کے ساتھ غلط محض ہے۔ علی الاغلب یا غالبًا صحیح ہے۔ یکسانیت بالکل غلط ہے کیونکہ یکسان فارسی کا لفظ ہے اور فارسی کے مصدر کی علامت تن یا دن ہوتی ہے جسطرح خواستن اور رسیدن یاے تحتانی اور تاے مصدری فارسی کے لفظ کے آخر مین بڑھاکر بقاعدۂ عربی مصدر بنانا جائز نہین لوازمات یہ نئی ترکیب ہے۔ لازم کی جمع لوازم پھر اس کی جمع الجمع لوازمات بالکل غلط۔ معافی بمعنی عفو جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس موقع پر معاف فرمائیگا طلب عفو کہتے ہین۔ معافی مانگ لو کی جگہ خطا معاف کرا لو کہنا چاہیے مُعافی عربی مین خدا کا نام ہے جسکے معنے مین معاف کرنیوالا۔ چونکہ خداوند کریم معاف فرماتا رہتا ہے اس لحاظ سے اسکو معافی کہتے ہین۔

اس قسم کے الفاظ بکثرت اہل زمانہ استعمال کرتے رہتے ہین۔ مین نے بطور مشتی نمونہ از خروارے چند الفاظ کے لکھنے پر قناعت کی۔ پھر محض اس خیال سے کہ اردو خراب نہو۔

(۳) محاورات انگریزی کا ترجمہ میری سمجھ مین نہین آتا کہ اس عہد جدید کے اہلِ قلم اُردو کے کیون دشمن ہوگئے؟ باوجودیکہ ہم معنے محاورہ موجود ہوتا ہے مگر نہین انگریزی کی لیاقت کے اظہار کیواسطے خواہ مخواہ محاورات انگریزی کا ترجمہ کرنا فرض سمجھتے ہین اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُردو اُردو نہین رہتی اور مطلب اُلجھکر رہجاتا ہے۔

چند محاورے اس مقام پر مثالاً لکھتا ہون۔ جن کملاے فن کے مؤلفات سے یہ محاورے مین نے لیے ہین۔ مین اُن حضرات سے معذرت خواہ ہون۔ غور کیجیے کہ جبتک مثال نہ پیش کیجاے مطلب کی توضیح کیونکر ہوسکتی ہے۔ اور بے توضیح مطالب افہام و تفہیم بیکار ہے۔

سطحی ادراک ۔ یہ حضرات اُس ادراک کو فرماتے ہین کہ جو بادی النظر ہین حاصل ہوتا ہے۔ غدر کے بعد انگریزی کے ماہرین ہندی نژاد وں نے یہ محاورہ ایجاد فرما کر اردو کی جان پر احسان کیا ہے۔

روشنی ڈالنا محاورۂ انگریزی کا ترجمہ ہے۔ کسی مطلب دقیق کی توضیح یا کسی مضمون کیطرف اشارہ کرنیکے استعمال فرمایا جاتا ہے۔

شہادت کا وزن

بڑے پیمانے پر

علم کی روشنی مین

مذہبی نقطہ خیال سے

کسی بات پر زور دینا

اس قسم کے محاورے بکثرت اس عہد کے مؤلفات مین نظر سے گذرتے رہتے ہین۔ جو انگریزی ہین اُردو نہین ہین۔ اب وہ جملے ملاحظہ ہون جنکا انداز بیان بالکل انگریزی ہوتا ہے۔

(۱) "سیالکوٹ میونسپلٹی نے ممبران مین اختلاف راے ہونے سے شہزادہ ویلز کے خیر مقدم کی تجویز رد کر دی"۔ سیالکوٹ میونسپلٹی بے حرف اضافت انگریزی ہے۔ اُردو مین سیالکوٹ کی میونسپلٹی کہتے ہین۔ ممبران کی جگہ ممبرون کہنا چاہیے۔ خیر مقدم اس جملے مین بمعنے خاطر مدارات استعمال کیا گیا ہے جو بالکل انگریزون کا تتبع ہے۔

(۲) "ہر امکانی کوشش کے بعد مین نے اپنی زبردست خواہش کو مؤثر بنایا"

ہرامکانی کوشش

زبردست خواہش

مؤثر بنایا

یہ سب انگریزی سے ترجمہ کئے گئے ہین۔

اب اسکا نعم البدل ملاحظہ کیجیے۔

جسطرح ممکن ہوا مین نے اپنی تمنا پوری کی

ان دونون جملون کا مطلب بالکل ایک ہر ادائے مطلب کیواسطے بھی کسی لفظ یا کسی محاورہ انگریزی کی ضرورت نہین ہوئی بیوجہ زبان مین الفاظ غیر مانوس کا لانا کون خوبی کی بات ہے

(۳) " مین اِس عہدے کی ذمہ داریون کو محسوس کرتے ہوے یہ اُمید رکھتا ہون کہ آیندہ اداے فرائض مین سارا ہاوس میرے ساتھ پورے طور پر اتحاد عمل کریگا "

جس لفظ یا جس محاورہ کو مین نے جلی حرفون مین لکھدیا ہے .. وہ ہندوستان کی زبان نہین بلکہ انگریزی بصورت اُردو ہے۔ اِس قسم کے صدہا جملے ہین، کہان تک لکھون۔

انداز بیان کے لحاظ سے اس اُردوے جدید نے پھر تین صورتین اختیار کین:

(۱) ناولون اور کتابون کی زبان۔ ناول کی عبارت مین الفاظ خطاب گفتگو کا طریقہ اظہار مدعا کی شان۔ نوک جھوک۔ صبح و شام۔ شکوہ و شکایت مختصر یہ کہ جو کچھ ہے وہ انگریزی کا رنگ لیے ہوے ہے مگر حق یہ ہے کہ پنڈت رتن ناتھ سرشار اور منشی سجاد حسین اودھ پنچ کے مدیر مؤلف نے باوجودیکہ فسانۂ آزاد۔ دسیر کہسار، اور حاجی بغلول وغیرہ ناول لکھے مگر کبھی اردو کے انداز بیان اور طرز نگارش کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یہی سبب ہے کہ لطف زبان کے لحاظ سے اسوقت تک یہ ناول بمثل و بے نظیر ہین۔

جو کتابین ۱۸۵۷ء کے بعد معرض تالیف مین آئین اُنکے مؤلف کچھ وہ ہین۔ جو

زمانہ شاہی کے خو یافتہ تھے مگر زمانہ حال کے اثر سے بھی متاثر ہو چکے تھے - مثلاً سر سید احمد خان - مولوی الطاف حسین صاحب حالی - مولوی محمد حسین صاحب آزاد - حافظ نذیر احمد صاحب - ان سب حضرات نے وقتاً فوقتاً عند الضرورت انگریزی الفاظ استعمال کیے - مگر اس پابندی کے ساتھ کہ ہرگز زبانِ اُردو کو نقصان نہ پہونچا - کیونکہ یہ سب اُردو کے اندازِ بیان کو جان کے برابر عزیز سمجھتے تھے -

مگر وہ مؤلفین جو بغاوت ہندوستان کے بعد رونق افروز کاشانہ ہستی ہوئے اُن کی کتابین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان نے کیا صورت اختیار کی اور اُردو کیا سے کیا ہوگئی -

(۲) اخبار کی زبان - مُدیر (اڈیٹر) اخبار کو اُن معاملون سے کوئی تعلق نہین ہوتا جو ناول کے مؤلف کو پیش آتے رہتے ہین - یہ لوگ جو سُنتے ہین یا جو کسی روزنامہ انگریزی مین پڑھتے ہین اُسکا ترجمہ لفظی لکھ کر علٰحدہ ہو جاتے ہین - یہ ترجمہ نقلی انداز بیان کو خراب کر کے اُردو کو برباد کر دیتا ہے - چند جملے جو اوپر مین لکھ آیا ہون اخبار کی زبان کے ہین - اگر یہ حضرات پیشتر انگریزی عبارت کا مطلب سمجھین بعد ازان نفس مطلب کو اپنے انداز سے بیان کرین تو یہ خرابی پیدا نہو -

(۳) مضامین (آرٹکل) کی زبان :-

اس زبان کو ناول و اخبار کی زبان کا مجموعہ سمجھنا چاہیے - خصوصاً جب مضامین علمیہ یا مطالب فلسفیہ سے روبکاری ہوتی ہے اُسوقت جسقدر مضمون نگار کوشش کرتا ہے کہ مین مطلب سُلجھا کر بیان کرون اُسیقدر بیان ژولیدہ ہوتا جاتا ہے - اسوقت جسقدر جذبات - ذوات - اثرات - زبردست قوت - مناظرِ قدرت وغیرہ غیر مانوس اور غلط لفاظ سے بے موقع کام لیتے ہین - اُسیقدر نفس مطلب فوت ہو جاتا ہے - اور ہرگز سمجھ مین نہین آتا کہ آخر مطلب کیا ہے ؟

میرے خیال مین غدر کے بعد سے اُردو نے فقط اُسیقدر ترقی کی جسکا نمونہ سر سید احمد خان - پنڈت رتن ناتھ سرشار - مولوی الطاف حسین حالی وغیرہم کی مولفات مین موجود ہے

اگر آیندہ یہی زبان رہتی اور اسی زبان مین جملہ مضامین و مطالب بیان ہوتے تو البتہ زبان اُردو معراج کمال تک پہونچ جاتی - مگر افسوس اس عہد کے اہل قلم نہ اُردو کے انداز بیان سے واقف ہوسے نہ عربی و فارسی مین کما حقہ کمال پیدا کیا - مگر اُردوے معلی کی ترقی پر آمادہ ہو گئے جسکا نتیجہ خرابی اور بربادی زبان کے سوا اور کچھ نہوا -

شعراے اُردو نے شمس الدین ولی دہلوی کے عہد سے داغ و امیر کے زمانہ تک شعراے عجم کا تتبع کیا - مضامین عاشقانہ - بے ثباتیِ عالم - تصوف و فلسفہ وغیرہ سے کام رکھا - تصوف جو فلسفۂ روحانی کا دوسرا نام ہے اسکا رنگ جسقدر اور جس لطف و خوبی سے مرزا غالب مرحوم کے کلام مین پایا جاتا ہے غالبا اور کسی کے کلام مین نہو گا -

خلاصہ مضامین فلسفہ کو کنایۃ ادا کرنا بے مبالغہ مرزا کا حق تھا اور درحقیقت یہی خوبی ہے کہ فلسفہ کے مضامینِ دقیقہ اسطرح ادا ہون کہ سننے والا - اگر صاحبِ فہم ہو بے تکلف سمجھ لے

کچھ مرزا غالب کی تخصیص نہین متقدمین و متاخرین مین اکثر تصوف کے رنگ مین شعر کہتے تھے مگر دہلی کے بیان مین یہ رنگ زیادہ ہے اور دلی والون مین غالب نے اس رنگ کو سب سے زیادہ اختیار کیا - مثلاً

میر تقی میر	بدنام ہو گے جانے بھی دو امتحان کو	رکھیگا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
مرزا سودا	دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار	وان کوئی خریدار نہین جنس گران کا
مومن خان مومن	تم میرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہین ہوتا
مرزا غالب	ملتی ہے خوی یار سے نار التہاب مین	کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین
ایضاً	ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود	ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین
ناظم	شوق دیدار مین بیخود ہون کہ مجھسے حجاب	اٹھ گیا بیچ سے جب مین ہی تو پردا کیا
میر انیس	وصفِ گلِ تر ظلم کے خار زمین ہو لے	محبوب کو تلوار کی دھار زمین ہو لے
میرا شعر ہے	ہر دل مین نیا درد ہوا جلوۂ جانان	جو جسکو نظر آئے اُسکو نظر آئے
ایضاً	جب تفرقہ پڑا تو کہان زندگی کا لطف	اپنے کو چاہتا ہون تمھارے گمان سے

اس عہد مین زبان کے ساتھ فلسفے کا رنگِ قدیم بھی خراب ہوا - کبھی علوم جدیدہ جن کو

سائنس کہتے ہین ان کے مضامین کبھی فلسفے کی اصطلاحاتِ انگریزی کا اپنی سمجھ کے مطابق اُردو مین ترجمہ کرنے کا نام فلسفہ قرار پایا - اس طریقے نے بھی زبان کو نقصان پہونچایا - ہان اگر فلسفۂ جدید کے وہ مضامین جنکا تعلق نفس وبقاے نفس وجود باری تعالی - اخلاق ونصائح وغیرہ مضامین اعلی سے ہوتا ہے اور انکا خلاصہ اُردو مین نظم کرتے تو البتہ اُردو کی ترقی ہوتی -

بہرصورت ۱۸۵۷ء کے بعد سے نظم اُردو نے تین نئے رنگ اختیار کیے -

(۱) اخلاق وواقعات تاریخ کا نظم کرنا مولوی الطاف حسین صاحب حالی کے حصے مین آیا.

(۲) خان بہادر اکبر حسین خانصاحب نے واقعات زمانہ اور اُنکے نیتجے ظرافت کے ساتھ اس خوبی سے نظم کیے جو اُنھین کا حصہ ہوگیا - مگر ان دونون صاحبون کی تقلید مین کسی نے قلم نہین اُٹھایا -

(۳) اس رنگ مین ہمہ تن انگریزی نظمونکا تتبع کیا جاتا ہے - شمع - پروانہ - بلبل - بادل اجل - خوشی - کوئی شئے منتخب کیجاتی ہے اور اُسکے صفات ومتعلقات اُردو مین نظم کیے جاتے ہین - اسطرح کی نظمین زبان کے لحاظ سے خوب ہوتی ہین - کیونکہ یہ طرز جدید وغیرمانوس ہے اسکے واسطے انداز بیان مین تغیر کا واقع ہونا لابدی اور انداز بیان کے بگڑ جانے سے اُردو کا بگڑجانا ایک امر یقینی ہے -

ہرچند مولوی حالی اور اکبر حسین خان بہادر متقدمین کے خلاف طرز جدید کے موجد ہوے خواہ رنگ قدیمانہ کے قدردان اس طرز جدید کو پسند کرین خواہ نہ کرین مگر اسمین شبہ نہین کہ یہ دونون باکمال اپنے اپنے رنگ مین کامل ہوے اور اُردو کے انداز بیان کو خراب نہونے دیا.

یہ ارادہ تھا کہ ایسی نظمون کا انتخاب بھی اثبات مدعا کے واسطے پیش کرون مگر معاصرانہ بخیال دلشکنی فقط نفس مطلب سے کام رکھا اور کسیکی دل آزاری گوارا نہین کی - جو کچھ لکھ آیا ہون اہل فہم کے واسطے کافی ہے -

منت انچہ حق بود گفتم تمام
تو دانی - دگر بعد ازین والسلام

خاقان حسین عارف

صابن

صابن کی درآمد — جنگ کے قبل کچھ مدت سے ملک مین غیر ملکی صابن کی درآمد ترقی پر رہی ہے - چھ برس (جسمین جنگ کا زمانہ بھی شامل ہے) کا اوسط اگر نکالا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۰-۱۳ کے مقابلہ مین ۷۹۹ ٹن کی زیادتی رہی اور ۱۹۱۳-۱۴ کے مقابلہ مین ۳۹۳ ٹن کی - فوج مین اسکی طلب بقدر تین سو ٹن سالانہ تھی موجودہ رسد کا اوسط ۱۸ ہزار پانسو ٹن ہے -

عمدہ صابن کی قیمت سنہ ۱۹۱۲ء و سنہ ۱۹۱۵ء کے درمیان ۷۵ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ رہی معمولی اقسام کے صابن کی قیمت ۱۶ سے ۲۰ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ تھی - درآمد کے اعداد حسب تفصیل ذیل ہین -

سال	مقدار	قیمت	نرخ فی ہنڈرڈ ویٹ		
	ہنڈرڈ ویٹ	پونڈ	پنس	شلنگ	پونڈ
۱۹۱۲-۱۳	۳۵۱۰۰۰	۴۷۶۰۰۰	۲	۷	۱
۱۹۱۳-۱۴	۳۶۳۰۰۰	۵۰۰۰۰۰	۶	۷	۱
۱۹۱۴-۱۵	۴۰۴۰۰۰	۵۵۵۰۰۰	۵	۷	۱
۱۹۱۵-۱۶	۷۴۳۰۰۰	۵۶۴۰۰۰	۱	۱۰	۱
۱۹۱۶-۱۷	۳۸۰۰۰۰	۶۷۳۰۰۰	۵	۱۵	۱
۱۹۱۷-۱۸	۳۲۵۰۰۰	۷۵۶۰۰۰	۱۱	۲	۲
اوسط تین سال [illegible]	۳۷۳۰۰۰	۵۱۰۰۰۰	۴	۷	۱

جنگ کے قبل درآمد شدہ صابن کا تین فیصدی سے کچھ زیادہ حصہ انگلستان کے علاوہ دیگر ممالک سے آتا تھا - اب جاپان اور ممالک متحدہ امریکہ سے صابون زیادہ مقدار مین آنے لگا ہے - دوران

جنگ مین ہندوستان صابون کی تجارت اپنے ہاتھ مین لے سکتا تھا مگر صنعتی ترقی نہونے کی وجہ سے وہ جنگ سے کوئی فائدہ نہین اُٹھا سکا - اکثر چیزین اُن ممالک سے آئین جو برسرِ پیکار نہ تھے - اور جنمین جاپان اور امریکہ خصوصیت سے شامل ہین - ۲۱-۱۹۲۰ء مین جتنا صابون باہر سے آیا اسمین ۶۰ فیصدی اعلیٰ قسم کا صابون تھا - اسمین سے آسٹریا نے ۳۴ فیصدی مہیّا کیا تھا - فی الحال جاپان کی تجارت اس معاملہ مین سب سے بڑھ چڑھکر ہے -

ہندوستان مین صابون کی صنعت ہندوستان مین چھوٹی بڑی ملاکر صابون کی کُل ۶۵ فیکٹریان ہین - ان کی نکاسی کا اندازہ اٹھائیس ہزار ٹن کا ہے - اسمین ترقی ہوکر نکاسی پنتیس ہزار ٹن تک پہونچ سکتی ہے ہندوستان کے بورڈ اسلحہ کو صابن کی بھی ضرورت ہوئی - اسنے ۸ سے ۲۵ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ کے دام دیئے - آخر الذکر بہترین قسم کا صابون ہے جو اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے انگریزی صابون کا مقابلہ کرتا ہے - اور اول الذکر ادنیٰ درجہ کا صابون ہے جنکو برائے نام صابن کہا جا سکتا ہے - ہندوستان مین جتنا صابون بنتا ہے اس مین ۱/۴ حصہ اعلیٰ قسم کے صابون کا ہوتا ہے - ہندوستان کے بنے ہوئے صابون مین ۷۷ فیصدی ایسا ہوتا ہے جسکی قیمت دس سے بیس روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ ہوتی ہو - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ہندوستان کو صابن سازی مین کتنی ترقی کرنا ہے - اس مضمون مین ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ ہندوستان مین صابون سازی کی ترقی کرنیکے لیے کیا کیا وسائل اور کیا کیا مشکلات ہین اور مشکلات پر ہم کس طرح عبور حاصل کر سکتے ہین -

مقابلہ ہندوستان مین باہر سے آئے ہوئے صابون کی قیمت کا اوسط کچھ عرصہ پہلے ۱۷ سے ۱۸ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ تھا - (یہ نرخ تھوک فروشی کا تھا) - مگر چونکہ اس قسم کے صابن کی بھی درآمد ہوئی جنکی قیمت بیس سے تیس روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ ہے - اسلیئے دیگر ممالک سے آئے ہوئے صابون کی قیمت بحیثیت مجموعی ۱۴ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ ہوئی جس مین ۱۰۰ پونڈ ہوتے ہین - عمدہ ترین ٹائلٹ صابون کی قیمت کا اوسط آٹھ آنہ فی پونڈ ہوتا ہے - ان اعداد سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہندوستانی صنعت صابون سازی کو کتنا مقابلہ کرنا ہے -

اگرچہ وہ چیزین جن سے صابون طیار ہوتا ہے ملک مین ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہین اسکی قیمت کے لحاظ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ عمدہ صابون اس قیمت پر نہین بِک سکتا جن داموں باہر سے آکر فروخت ہوتا ہے -

ہندوستان مین صابون کی کم سے کم قیمت ۸ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ ہے اور چربی یا تیل جن سے صابون بنتا ہے اوسطاً ۱۶ روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ فروخت ہوتے ہین مگر اب اس قیمت مین عام گرانی کیوجہ سے بہت کچھ اضافہ ہو گیا ہے

کیونکہ مالک مین ہر چیز کی قیمت گران ہوگئی ہے ان چیزون کے علاوہ اور بھی بہت سے اجزا ہین جنکی قیمت بھی صابون کی قیمت مین شامل ہے مثلاً کاسٹک سوڈا - ایندھن - مزدوری - فیکٹری مین دیکھ بھال کرنیوالے کی اُجرت - سود - پیکنگ - اور آفس کے مصارف وغیرہ وغیرہ - غرض اسی نسبت سے صابون سازی کے مصارف مین اضافہ لازمی ہے -

صابُن کی ساخت مین مختلف چیزین ہوتی ہین - یہان باہر سے جو صابون آتے ہین اُنکی ساخت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ بظاہر ادنیٰ درجہ کے ہونیکا گمان بھی نہین ہوتا، اسکے علاوہ اُنکی صورت اور رنگ مین بھی ایک عرصہ تک تغیر نہین ہوتا - بعض دیگر ممالک مین جو باہر بھیجنے کیلیئے خاص طور سے صابن بنتا ہے اُسمین جانچ کرنے پر صرف ۱۱ فیصدی چربی اُسی فی صدی سے زائد پانی شامل ہے - وزن بڑھانیکے لیئے اُنمین معدنی اشیار کا برادہ بھی ملادیا جاتا ہے - موجودہ حالات کے مشاہدے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دیگر ممالک کے صابون کی تجارت کے مقابلہ ہندوستان کا کامیاب ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے - کیونکہ نہ ہندوستان ہین کاریگر ممالک غیر کی طرح فریب دینے کے عادی ہین اور نہ صابون کا وزن بڑھانے و ظاہری نمائش کیلیئے اس قسم کی نمائشی اور وزنی اشیا استعمال کرتے ہین - گورنمنٹ کو مناسب ہے کہ عام رعایا کو دھوکہ سے بچانیکے لیئے اُس قسم کا انتظام کرے جس سے ادنیٰ درجہ کے کم قیمت "برائے نام صابن" ہندوستان مین نہ آسکین - یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہر برآمد کرنیوالے فرم پر یہ فرض عائد کردے کہ اگر وہ اپنا مال ہندوستان بھیجین تو بکس پر لکھدے کہ اسکی ساخت مین کیا کیا چیزین کس کس اوسط سے ملی ہین - یہان انکی جانچ ہوجایا کرے - اگر فرم کے اظہار کے مطابق ساخت نہو تو اُسکی درآمد قطعی مسدود کردیجائے، اور سے بھی جواب طلب کیا جائے تاکہ وہ آیندہ سستے دام کے مضرت رسان صابون نہ منگائین -

صابون سازی کے حل طلب مسائل - اگر ہندوستان کے صابون مین بغیر دام بڑھائے ہوئے عمدگی مین اضافہ ہوجائے تو مقابلہ مین کامیابی یقینی ہے - اس صنعت مین اُسوقت ترقی ہوسکتی ہے جب کہ ہندوستان اپنے ملک کی ضروریات کو پورا کرکے باہر بھی بھیج سکے - لیکن یہ ترقی تیل اور چربی کی صنعتون کی ترقی پر منحصر ہے - مثلاً اگر تیل کی صنعت مین ترقی ہو تاکہ تیل عمدہ - صاف اور کم قیمت پر فروخت ہونے لگے تو صابن کی بھی لاگت کم آویگی - تیل مختلف قسم کے ہوتے ہین جنمین بعض کھائے جاتے ہین - انکی ترقی سے صابن سازی کے علاوہ اور بہت سی صنعتون مین مدد مل سکتی ہے اور عوام کو فایدہ پہونچ سکتا ہے - اسکے علاوہ گلیسرین کا تعلق بھی صابون سازی سے ہے

لیکن ہندوستان مین اسکے بنانیکا رواج نہین - صابون سازی کے ساتھ ساتھ گلیسرین بھی نکل سکتی ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ چربی سے پہلے ہی گلیسرین نکال لیجاتی ہے - گلیسرین بنانیکے لیے مزید سائنس اور سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اگر صابون سازی مین اسکا بھی انتظام ہوسکے تو صابن سے کہین زیادہ قیمتی چیز ہاتھ آئیگی - اور اسکا منافع صابون کی قیمت کو کم کرسکتا ہے - یعنی اگر گلیسرین سے زیادہ دام وصول ہون تو کارخانہ دار صابن کو کم دامون پر فروخت کرسکتا ہے - اسی طرح موم بتی کی صنعت (یہ غالبًا سبکو معلوم ہو کہ جسکو عوام موم بتی کہتے ہین - اسمین موم قطعی نہین ہوتا - اسکو ہم چربی کہہ سکتے ہین - چربی سے مراد جانورون کی چربی سے بالکل نہین ہے بلکہ چربی سے مراد وہ شے ہے جسکے ہونیسے ایک چیز چربی کہلاتی ہے - یہ چربی حیوانی اور نباتاتی دونون اشکال مین ہوتی ہے) روغن اور وارنش کی صنعت اور تیل یا چربی کو منجمد کرنیکی صنعت یہ کل صنعتین صابون سازی مین ممد و مددگار ہوسکتی ہین کیونکہ اسکی ترقی سے صابون کیلئے خام مال بکفایت اور بہت ارزان مل سکیگا - اسی کے ساتھ ساتھ زراعت مین بھی ترقی ہونیکی ضرورت ہے - کیونکہ بغیر اسکے وہ اجناس زیادتی کے ساتھ فراہم نہین ہوسکتین جس سے تیل اور کھلی ارزان قیمت پر دستیاب ہوسکے جب تیل نکالنے کی صنعت ترقی پر ہوگی تو صابون کے علاوہ اور بھی فوائد ہوسکتے ہین - کھلی سے کھیتون کی زرخیزی مین اضافہ ہوگا - اور ہر قسم کے علیحدہ تیل نکلتا ہے سستے دامون ملینگے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ صابون سازی کی صنعت اسوقت تک ترقی نہین کرسکتی اور نہ مقابلہ مین آگے بڑھ سکتی ہے جب تک زراعت ترقی پاکر سستے سے سستا تلہن نہ مہیا کرسکے اور جب تک تیل نکالنے کی صنعت مین ترقی دادہ طریقے اور اصول نہ برتے جائین -

اب ہم صابون سازی کے موافق اور مخالف پہلو پر غور کرتے ہین - ہندوستان مین صابون سازی کے موافق حسب ذیل باتین ہین -

(۱) کارخانون مین عمدہ تیل اور چربی دستیاب ہوسکتی ہے - اور اس سے سخت اور نرم دونون طرح کے صابون طیار ہوسکتے ہین -

(۲) ناریل کا تیل کثرت سے ملتا ہے جسمین یہ وصف ہے کہ اس سے بہت سے سستے دامون کے صابون بہت آسان طریقہ سے طیار ہوسکتے ہین -

(۳) مزدوری زمین اور عمارت دوسرے ملکون کے مقابلہ مین ہندوستان مین چیزین ارزان ہین -

(۴) دوسرے ملکون کے مقابلہ مین یہان ٹیکس بھی کم ہے خاصکر اگر کارخانے میونسپل حدود کے باہر ہون -

(۵) درآمد شدہ صابون پر ۱۱ فیصدی کا محصول۔
(۶) لوکل ضروریات کے لیئے چھوٹے چھوٹے کارخانے قائم ہو کر بآسانی چل سکتے ہین۔
(۷) ان کارخانونکا مال چونکہ کارخانہ ہی مین بک جائیگا لہذا سستا بکتا رہیگا کیونکہ اسکے دامون مین نہ تو باربرداری ہوگی اور نہ پیکنگ وغیرہ جسمین کم صرفہ ہوگا۔ صابون کے ٹکیہ کاغذ مین لپٹی اور دیدی۔ فینسی بکسونکی کوئی ضرورت نہین ہوگی۔
(۸)۔ لوکل کارخانونکو ایک اور فوقیت ہوگی کہ وہ اپنا مال جیسی لوکل ضروریات ہون اُسی خاص قسم کا طیار کر سکتے ہین۔
(۹) ہندوستان مین جتنے صابن ولایتون سے آتے ہین اُن مین حیوانی چربی ضرور ہوتی ہے۔ ہندوستانی صابن ایسے بن سکتے ہین اور بنتے ہین جنمین حیوانی چربی مطلق نہین ہوتی کیونکہ یہان تیل مین جو چربی ہے وہ حیوانی چربی کا کام دیتی ہے۔
(۱۰) ولایتون مین اکثر خاص ضرورت کیلیئے مچھلی کی چربی سے بھی صابن بنایا جاتا ہے۔ یہان بھی اس قسم کے صابن بن سکتے ہین کیونکہ مچھلی کا تیل مدراس مین سستا ہے۔ اور رقیق اور منجمد دونون حالتون مین مل سکتا ہے۔

انکے برخلاف صابون سازی کے مخالف حالات حسب تفصیل ذیل ہین۔

(۱) ہندوستان مین بہت سی وہ چیزین جنکو مغربی صابن ساز صابن مین شامل کرتے ہین کام مین نہین لائی جاتین مثلاً باورچی خانون کی بچی کھچی چیزین۔ پگھلی ہوئی چربی۔ ہڈی کے اندر کی چکنائی۔ جہازون یریلون یا کارخانون کی ضایع شدہ چیزین۔
(۲) کاسٹک کے کھار ہندوستان مین نہین بنتے۔ انکو باہر سے منگانا چاہیئے۔
(۳) ہندوستانی کارخانون کے پاس سرمایہ بہت کم ہے۔ برخلاف اسکے مغربی صابون کے کارخانے بڑے امیر ہین۔ انکے سرمایہ کی انتہا نہین انکے پاس ذاتی کھیت ہین اور اپنے خاص جہاز ہین جنسے سیاسی چیزین کم دامون پر انھین دستیاب ہوتی ہین اور طیار شدہ مال کی لاگت بھی کم آتی ہے۔ یہ باتین ہندوستانی کارخانہ دارونکو کہان نصیب۔
(۴) معلومات کی کمی۔ صابون بنانے والونکو اپنے دور متعلقہ اور فرائض منصبی سے پوری واقفیت نہین ہوتی

(۵) سرمایہ کی کمی۔ اس سے جو نقصان ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہین - یہ سرمایہ کی کمی ہی کی وجہ ہے کہ عمدہ مال نہین طیار ہوسکتا اور نہ اُسکو عمدہ طرح سے بکسون مین بند کیا جاسکتا ہے اور نہ اوپر رنگ برنگ کے بیل لگائے جاسکتے ہین - اس کے علاوہ اگر کوئی مقابلہ پر آجائے اور اپنا مال لاگت سے کم پر فروخت کرنے لگے تو دیوالہ نکل جائے - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بڑا سرمایہ دار کچھ نقصان اُٹھا کر بھی اپنے حریف کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور خالی میدان پاکر پھر حسب دلخواہ قیمت پر اپنا مال بیچتا ہے (ہمارے شکر کی صنعت کو اسی طرح سے زوال ہوا۔)

(۶) ہم مین نئے طریقے نکالنے اور نئی باتون کے سیکھنے اور نئے کام کرنے کا مادہ کم ہے - یہ ایک بڑا نقص ہے - اور بظاہر اس کمی کی تین وجوہات ہوسکتے ہین -

(الف) علم اور معلومات کی کمی - جب کسی کام مین ناواقفیت ہوتی ہے تو صنعت و تجارت اکثر جواب دیتی ہے -

(ب) سرمایہ کی کمی - تھوڑا سرمایہ طبیعت کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے اکثر خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ بھی جاتا رہا تو کیا ہوگا ایسی صورت مین کسی کام کا کامل تجربہ نہین ہوسکتا - کیونکہ ناکامی کے خوف سے ہر ہر قدم پر بربادی کا خوف لگا رہتا ہے -

(ج) طریقہ معاشرت، اسمین آب ہوا - کھانا پینا - رہنا سہنا - رسم و رواج سب کچھ شامل ہے - یہ وہی چیزین ہین جو انسان کے قلب مین ولولہ پیدا کرتی ہین اور ہر قسم کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہین، اور یہی اشیا رہین جو بڑھی ہوئی طبیعتون کو روک دیتی ہین -

(۷) صابون سازی کی متعلقہ صنعتون کی کمی - مثلاً بکس بنانا - رنگین بیل بوٹے بنانا وغیرہ

(۸) گلیسرین نکالنے کی مشکل، اسوجہ سے کہ علیحدہ علیحدہ کارخانون مین اسکی نکاسی بہت کم ہوسکتی ہے - اسکے لئے مشینون کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر یہ انتظام کیا جاوے کہ گلیسرین جمع کرکے ایک مرکزی کارخانہ مین بھیج دیجائے جہان اسکے صاف کرنیکا بندوبست ہو تو دقت یہ رہے گی کہ سیسہ کی ضرورت بہت زیادہ ہوگی تاکہ اسکے پارسلون پر پیٹا جائے ورنہ یہ بھک سے اُڑ جانیوالی شئے ہے -

مشکلات پر بحث ۱ - مغرب مین عمدہ چربی کے مقابلہ مین ضایع شدہ چربی ارزان ہے - ہندوستان مین بھی بہت سے تیل ہین جنکی قیمت ضائع شدہ چربی یا ہڈی کی چکنائی کے مقابلہ مین نہین ہے - تیل کے استعمال مین یہ فائدہ ہے کہ اُنکو صاف کرنے کی ضرورت نہین - ہندوستان مین بھی بڑے شہرون اور بندرگاہون سے اس قسم کی ضائع شدہ چربی بہم پہونچ سکتی ہے جیسے مغرب مین - مگر اسکا انتظام کرنے کی ضرورت ہے -

کالیکٹ مین جہان ہڈی کے کارخانہ ہین یہ تحقیقات ہو رہی ہے کہ یہ ہڈی کی چکنائی کیونکر آسانی سے نکل سکتی ہے۔ بنولہ کی کھلی سے بھی صابون بن سکتا ہے۔ بمبئی مین اسکی رسد فی الحال تھوڑی ہے مگر جیون جیون تیل کی صنعت ترقی کریگی اسکی رسد مین اضافہ ہوگا۔ پس یہ ظاہر ہے کہ مختلف اقسام کے صابون کیلئے ہندوستان مین مختلف اشیا حسب ضرورت موجود ہین اور انکی رسد مین اضافہ ہوسکتا ہے۔ انتظام شرط ہے اور اسکے مکمل ہونے کی ضرورت ہے

۲- کاسٹک کھار کی مقدار صابون مین دس فیصدی کے حساب سے شامل ہوتی ہے۔ یہ ظاہر یہ کوئی بڑی مقدار نہین اور انکی فراہمی مین چندان دشواری نہین کیونکہ کاسٹک سوڈا دونون ہندوستان مین بن سکتے ہین اور اسکی صنعت مین ترقی ہوسکتی ہے۔ کاسٹک پوٹاش لوکل ضرورتون کیلیئے مل سکتا ہے۔ جہان فیکٹریان ہین جنمین لکڑی جلائی جاتی ہے وہان بھٹی کی راکھ سے طیار ہوسکتا ہے۔

۳- سرمایہ کی کمی کوئی اہم نقص نہین خاصکر صابون سازی کی صنعت مین۔ یورپ مین بھی چھوٹے چھوٹے صدہا کارخانے ہین جو لوکل ضروریات پورے کرتے ہین۔ چھوٹے کارخانہ دار خود ہی اکسپرٹ ہوتے ہین انکا صرفہ دفتر۔ کمیشن یا اشتہار بازی مین بمنزلہ صفر ہوتا ہے۔ عمدہ اعلیٰ درجہ کے صابونون مین انکا کوئی مقابلہ نہین کرسکتا۔ بشرطیکہ کہ اُنکو صابون سازی مین پوری مہارت ہو۔

۴- سے ہکم جتنے نقایص ہین تجربہ۔ تیل اور چربی کی صنعتون مین ترقی سے خود بخود رفع کردیگا۔

۵- اسکے متعلق یہ خیال کرنا چاہیئے کہ چھوٹے کارخانے تو اُن طریقون سے کام کرینگے جن مین گلیسرین علیحدہ نہین کیجاتی بلکہ صابون ہی مین رہنے دیجاتی ہے۔ (یہ واقعی ایک نقصان ہے کیونکہ نا تمام گلیسرین بھی صابون کی قیمت سے دوچند قیمت کی ہوتی ہے لیکن اس نقصان کے تلافی اس طرح ہوجاتی ہے کہ صابون آسانی سے اور جلد طیار ہوجاتا ہے۔ اور لاگت مجملاً کم آتی ہے اور صابون کی عمدگی اور وزن مین اضافہ ہوتا ہے) بڑے کارخانے البتہ علیحدہ اپنے آلات لگا سکتے ہین۔ تجربہ بتاتا ہے کہ گلیسرین یہان کی آب وہوا مین بھی کم لاگت پر نکالی جاسکتی ہے اور یہان ایسے آلات کی ضرورت ہین جسمین معمولی طور پر خلا ہونیکی ضرورت ہے
ترقی کی اُمیدین مغرب مین ٹیلو یا چربی ایک ضروری عنصر ہے خاصکر سخت صابون مین۔ لیکن ہندوستان مین اسکی ضرورت نہین کیونکہ یہان سے صابون کی مانگ ہے جسمین حیوانی چربی شامل ہو۔ پھر یہان تیل نباتاتی چربی یا نیم نباتاتی چربی کافی مقدار مین ارزان مل سکتی ہے۔ انگلستان مین چربی آسٹریلیا اور ارجنٹائن

سے آتی ہے۔ آسٹریلیا ہندوستان سے بہ نسبت انگلستان قریب ہے۔ پس کوئی مشکل نہین کہ آسٹریلیا سے یہان ارزان چربی آنیکا بندوبست کر لیا جاوے بشرطیکہ ہم حیوانی چربی سے صابون بنانا پسند کرین۔

ہندوستان مین چربی کی کمی کا ایک بہت عمدہ علاج ہے کہ تیل کو ہائڈروجن کی مدد سے منجمد کر لیا جائے مدراس کے علاقہ مین اندازہ کیا گیا ہے کہ مچھلی کے تیل کو منجمد کرنے مین چربی کی قیمت کے مقابلہ مین نصف کا اضافہ ہوگا۔ یعنی منجمد کرنیکا صرف چربی کی قیمت کا نصف ہوگا۔ نباتاتی تیل بھی اسی طریقہ سے منجمد کیے جا سکتے ہین اور سخت صابون بنانیمین کام مین لائے جا سکتے ہین۔ پس ظاہر ہوتا ہے کہ ہائڈروجن کی مدد سے چربی کی دقت رفع ہو جاویگی۔ اب سوال ہے کہ ہائڈروجن کہانسے آئیگی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ بعض صنعتین بجلی کی مدد سے ترقی کرین گی۔ یعنی ان مین بجلی استعمال ہوگی مثلاً بعض دھاتون کے گلانے مین یا جسمی بنانے مین۔ ان طریقون مین ہائڈروجن بطور ایک فضول چیز کے نکلیگی۔ اسکو نکالکر کام مین لا سکتے ہین۔ اگرچہ اُسکے ساتھ اسکا بھی اعتراف ہے کہ "ہنوز دلی دور است"

کالیکٹ مین گورنمنٹ صابون فیکٹری ہے جسمین صنعت متعلقہ کے مسایل پر غور ہو رہا ہے اور انکے حل کی تکمیل ہو رہی ہے۔ مثلاً صابون کی شکل و صورت و وزن۔ خوشبو۔ رنگ۔ چمک۔ پیکنگ وغیرہ۔

ممکن ہے کہ اگر ہندوستان مین کامل غور اور محنت سے صابون سازی کے متعلق کام کیا جائے۔ ممکن ہے کہ وہ دن بھی آجائے کہ یہ صنعت یہان مغربی پیمانہ پر پہونچ جائے اور خاطر خواہ منفعت ہو،

اقبال بہادر سکسینہ
(سکسینہ)
ریڈر
اقبال بہادر



مسعود سعد سلمان

ان کا اصلی نام مسعود تھا۔ مگر رسم کی مجبوریون نے سعد و سلمان کا اس مین اضافہ کردیا کیونکہ اس ملک کا دستور یہی تھا کہ لڑکے کے نام کے ساتھ باپ یا دادا کا نام ضرور ملایا جائے۔ جیسے محمود سبکتگین، ناصر خسرو، بوعلی سینا وغیرہ اس لئے ان کا نام مسعود سعد سلمان قرار پایا۔ ان کی جاے ولادت کی نسبت اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے جرجان ہے۔ اور کوئی ہمدان بتاتا ہے۔ لیکن خود ان کے کلام سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ لاہور کے رہنے والے تھے۔

اے لاہور ویحک بے من چگونہ ‌‌ ‌‌ ‌‌ بے آفتاب تابان روشن چگونہ

تو مرغزار بودی و من شیر مرغزار ‌‌ ‌‌ ‌‌ با من چگونہ بودی و بے من چگونہ

اور اشعار بھی ہین جو اسکی تائید مین پیش کیئے جاسکتے ہین۔

رسید عید و من از روے حور دلبر دور ‌‌ ‌‌ ‌‌ چگونہ باشم و بے روے آن بہشتی حور

چہ یاد شہر لہاور و دیار خویش کنیم ‌‌ ‌‌ ‌‌ مباد کس کہ شد از شہر و دیار خویش نفور

اس لئے جن لوگون نے جرجان و ہمدان کو ان کا موقع ولادت قرار دیا ہے وہ غالبًا راستی پر نہین۔ البتہ وہ ہمدان مین رہے ضرور تھے اور شائد اسی لئے لوگون نے انھین ہمدانی تصور کر لیا تھا۔ ان کی پیدائش کا زمانہ سنہ ۴۳۸ھ اور سنہ ۴۴۰ھ کے درمیان ہے۔ دوسرے علوم و فنون مین کامل و فاضل ہونے کے باوجود ذوق شعر وادب بھی بدرجہ اتم تھا۔ اور پانچ بادشاہون کا ذکر ان کے دیوان مین خاص طور سے پایا جاتا ہے۔ اوّل سلطان ابوالمظفر جو سنہ ۴۵۱ھ سے سنہ ۴۹۲ھ تک حکمران رہے۔ دوسرے سلطان علاؤالدولہ جنکی حکومت سنہ ۴۹۲ھ سے سنہ ۵۰۸ھ تک رہی۔ تیسرے عضد الدولہ شیرزاد جنھون نے صرف ایک سال حکومت کی۔ چوتھے ابوالملوک ارسلان جنکا زمانہ سلطنت سنہ ۵۰۹ھ سے سنہ ۵۱۱ھ تک رہا اور پانچوین سلطان غازی جو سنہ ۵۱۱ھ سے سنہ ۵۵۲ھ تک رہے۔ ان کے علاوہ سیف الدولہ کے ساتھ خاص شغف تھا۔ ان کی مدح مین بھی بہت سے قصائد ہین۔ کیونکہ جب

سیف الدولہ کو اپنے والد سلطان ابراہیم کی طرف سے حکومت ہندوستان ودیعت ہوئی۔ تو مسعود سعد سلمان لاہور ہی مین تھے۔ مگر ان کی سحر نگاری کا شہرۂ کمال دور تک پہونچ چکا تھا۔ چنانچہ جب سیف الدّولہ ہندوستان آیا۔ تو یہ اُن کے ندیم و مصاحب خاص ہو گئے۔ اور خلوت کدۂ فقر کی طرح میدان رزم مین بھی اُن کی دلبستگی و وابستگی کا ذریعہ یہی رہے۔ ان کے ایک قصیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ ۴۶۹ھ کا تھا۔ اور اس وقت ان کی عمر ۳۰۔ ۳۱ برس کی تھی۔ قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے۔

چو روئے چرخ شد از صبح چون صحیفۂ سیم　　　ز قہر شاہ مرا مژدہ داد باد نسیم

اور جس شعر سے تاریخ نکلتی ہے یہ ہے۔

کہ پادشاہی صاحبقران شود بجہان　　　چو سال ہجرت بگذشت تے و سین و جیم ۴۶۹

یہی زمانہ ان کے ابتدائی ترقی و ظہور کا بھی تھا۔

۴۸۰ھ مین جب سلطان ابراہیم سیف الدّولہ سے اس بات پر بدگمان ہو گئے کہ وہ ملک شاہ سلجوقی سے عراق مین ملنا چاہتا ہے تو سیف الدّولہ کو گرفتار کرا کے قید خانہ بھجوا دیا۔ اور اُن کے جسقدر مشیر و مصاحب تھے وہ بھی محبوس ہو گئے۔ مسعود سعد سلمان بھی ان ہی گرفتار شدہ لوگون مین تھے۔ چنانچہ دس سال تک قید رہے اس دس سال ہین۔ سات سال قلعہ سو دھک مین بسر ہوئے۔ اور تین سال نائے مین جیسا کہ وہ خود کہتے ہین۔

ہفت سالم بکوفت سو دھک　　　پس از انم سہ سال قلعہ نائے

جب یہ اپنے قید سے بہت پریشان ہو گئے۔ تو اسی عالم مین انھون نے ایک رباعی لکھکر بادشاہ کے پاس بھیجی۔

در بند تو اے شاہ ملک شہ باید　　　تا بند تو پائے تاجداری ساید
آن کس کہ ز پشت سعد سلمان آید　　　گر زہر شود ملک ترا نہ گزاید

بادشاہ نے اس رباعی کو سنا۔ لیکن مطلق کوئی اثر نہین لیا۔ جو مصاحب و ندیم اس وقت اس کے پاس موجود تھے وہ اس عدم حس سے سخت متاثر ہوئے حالانکہ رباعی اپنے کیفیات کے اعتبار سے اتنی مؤثر ہے کہ مسعود سعد سلمان کا علو مرتبہ ان کی فضیلت و قابلیت کے لحاظ سے جس شخص کے ذہن مین ہے وہ اب بھی لرزہ بر اندام ہو سکتا ہے۔ اور آخر کو ابوالقاسم جو سلطان ابراہیم کے ارکان دولت مین سے تھے۔ بغیر کچھ اثر لئے ہوئے نہین رہے اور سلطان سے سفارش کر کے ان کو رہا کرا دیا۔ اس عرصہ مین سلطان ابراہیم کا انتقال

ہو گیا اور سلطان مسعود تخت نشین ہوا۔ تو اس نے اپنے لڑکے امیر عضد الدولہ شیر زاد کو حکومت ہندوستان سپرد کی۔ اور ابو نصر ہبۃ اللہ فارسی الاصل کو ان کا پیشکار بنایا۔ چونکہ ابو نصر اور مسعود سعد سلمان مین بہت ربط وضبط تھا اس لئے ابو نصر نے ان کو جالندر کا والی بنا دیا۔ جو مضافات لاہور مین تھا اس افاعنت کا ذکر بھی مسعود سعد سلمان نے کیا ہے۔

پس شگفتی نباشد ار باشد ما دحت قہرمان جالندر

تھوڑے دن ہی گذرے تھے کہ ابو نصر خود معتوب ہو گئے اور سلطان مسعود نے پھر ان کو قید خانہ بھیجتے ہوئے مسعود سعد سلمان کو بھی گرفتار کر لیا اور دوبارہ آٹھ نو برس تک قید خانہ مرنج مین رہے۔ ۵۰۰ھ کے قریب طاہر بن علی کی سفارش سے رہا کئے گئے۔ اب یہ زمانہ ان کی ضعیفی کا تھا۔ اس لیے بقیہ عمر گوشہ گزینی مین بسر کی۔ ان کی مقبول و مطبوع شاعری کو عراق عجم، طبرستان اور دارالمرزمین بہت خاص قدر و عزت حاصل ہوئی۔ عربی مین شاعری کرتے تھے اور آخر مین شیوۂ مداحی سے نفرت بھی ہو گئی تھی اور انکی اس زمانہ کی شاعری تمام تر توحید و معارف مین ہے۔ ان کے معتقدین مین بھی اکابر و افاضل شامل تھے۔ فلکی شروانی اپنی منقبت کرتے ہوئے مسعود سعد سلمان کا بھی ذکر کرتے ہین۔

گر این طرز سخن در شاعری مسعود را بودی بجان صد آفرین کردی او ان سعد سلمانش

عثمان مختاری غزنوی نے بھی لکھا ہے۔

شریف خاطر مسعود سعد سلمان را مسخر است سخن چون پری سلیمان را
زنثا دی ادب و عقل او بدار سلام ہمہ سلامت مسعود است سعد سلمان را
اگر دلیل بزرگی است فضل پس عجب کہ او دلیل بزرگی ست فضل یزدان را

ایک اور قصیدہ ان ہی کا ہے۔

در مجلس بزرگان خالی مباد ہرگز پیرایۂ بزرگی مسعود سعد سلمان
آن شاعر سخنور۔ کز نظم او نکو تر کس در جہان کلامے نشنید بعد قرآن

مسعود سعد سلمان کا دیوان سب سے پہلے سنائی غزنوی نے مرتب کیا تھا۔ سنائی غزنوی خود بڑے پایہ کے شاعر اور بہت زبردست عارف کامل تھے لیکن مسعود سعد سلمان کے دیوان کی ترتیب مین ایک بڑی غلطی ان سے یہ ہوئی کہ اور دوسرے شعراء کے اشعار بھی دیوان مین جمع کر دئے۔ اور اس

غلطی کا علم ان کو اسوقت ہوا۔ جب طاہر بن علی نے کہا۔ سنائی اس سے سخت شرمندہ ہوے اور بہت پر لطف انداز بیان مین مسعود سعد سلمان سے معذرت کی۔

چون بدیدا این رہے کہ گفتہ تو　　کافران راہمی مسلمان کرد
کرد شعر جمیل تو جملہ　　چون نبی راگزیدہ انسان کرد
چونکہ لوح جہان بشعر تو دید　　عقل او گرد طبع جولان کرد
شعرہا را بجملہ در دیوان　　چون فراہم نہاد دیوان کرد
تاچو دریائے موجزن سخنت　　در جہان در و گوہر ارزان کرد
چون یکے درج ساخت پر گوہر　　عجز دزدان بر و نگہبان کرد
طاہر این حال پیش خواجہ بگفت　　خواجہ یک نکتہ گفت و برہان کرد
گفت آری سنائی از بر جہل　　بانبی جمع تر از طیان کرد
در و خر مہرہ در یکے رشتہ　　جمع کرد آن سگے پریشان کرد
خواجہ طاہر چو این بگفت رہیت　　سجلے شد کہ وصف نتوان کرد
لیک معذور دار از آنکہ مرا　　معجز شعر ہات حیران کرد
زانکہ بہر چو از سشعر ترا　　شعر ہر شاعرے کہ دستان کرد
بہر عشق پدید کردن خویش　　خویشتن در میانہ پنہان کرد
من چہ دانم کہ از برائے فروخت　　آن کہ خود را نظیر حسان کرد
پس چو شعرے بگفت و نیک آمد　　داغ مسعود سعد سلمان کرد
شعر چون در تو حسود ترا　　جگر و دل چو لعل و مرجان کرد
سخن عذب سہل ممتنعت　　بر ہمہ شعر خواندن آسان کرد
چہ دعا گویت کہ خود ہنرت　　مر ترا پیشوائے دو جہان کرد

مسعود سعد سلمان کے مناظرات و مشاعرات۔ رشیدی سمرقندی کے ساتھ خاص اہمیت رکھتے ہین۔ افسوس ہے کہ ان کی زندگی کا صرف اسقدر حال محض ان کے اشعار سے مستنبط ہوتا ہے

۱؎ نبی تضمن ذکر یا سے مراد قرآن مصحف ہے۔

اور کسی تذکرہ نویس نے ان کے اس فضل و کمال کے باوجود۔ جس کا اعتراف ہر تذکرہ نویس کو ہے۔ کوئی کاوش و جستجو نہین کی۔

مسعود سعد سلمان کا ایک قطعہ جو غالبًا ان کے اواخر عمر کا ہے اور اس زمانہ کا جب وہ تقریبًا ترک دنیا کر چکے تھے۔ تذکرہ دولت شاہ مین لکھا گیا ہے اور صرف اس قطعہ سے اُن کے علم و کمال پر کافی روشنی نہین پڑ سکتی۔ تاہم نمونتًا پیش ہے۔

چون بدیدم - بدیدۂ تحقیق — کہ جہان منزل فناست کنون
زاد مردان نیک محضر را — روئے در بر قع خفاست کنون
آسمان چون حریف نامنصف — بر رۂ عشوۂ و دغاست کنون
طبع بیمار من ز لبستر آز — شکر یزدان درست و خاست کنون
وز عقاقیر حانہ توبہ — نوشش داروی صدق خواست کنون
وین زبان ہمان خدیو سرائے — مادح حضرت خداست کنون
لہجہ نو نوائے خوشش زحمہ — بلبل بازغ مصطفاست کنون
عزت جامہ و قصب برمن — چون فزون شد بجز و بکاست کنون
ستر آسودۂ و تن آزادم — پنج گز پشم و پنبہ راست کنون
مدتے خدمت شما کردم — نوبت خدمت خداست کنون

امیر عند المعالی منوچہر بن قابوس نے بھی ان کے فضل و کمال کی وجہ سے ان کی بہت عزت کی تھی کیونکہ وہ خود بھی بڑا زبردست عالم و عادل تھا۔ اور حکماء و علما کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔ خود شاعر بھی تھا اور عربی و فارسی دونون زبان مین شاعری کرتا تھا۔ لیکن چونکہ فخرالدولہ دیلمی کو اس سے خصومت ہوگئی۔ اسی لئے جرجان سے اخراج کر دیا گیا تھا۔

مسعود بن سعد بن سلمان نے ۵۱۵ھ مین وفات پائی ان کی عمر تقریبًا ۸۰-۹۰ سال کی تھی۔

نیاز فتحپوری

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

مولانا کے علم و فضل کا حال تو غالباً ہر شخص کو معلوم ہی وہ ایک نہایت ہی مشہور عالم و محدث ہین مگر آپکے مذاق شاعری سے اکثر اشخاص نا واقف ہین اسلیئے کہ وہ صاحب دیوان نہین اور نہ اُن کا کلام اخبار و رسایل مین دیکھنے مین آیا۔ لیکن مولانا علمی فضل و کمال کیساتھ شاعرانہ مذاق بھی اعلیٰ درجہ کا لطیف و ناصحانہ رکھتے ہین کلام درد اور متصوفانہ جذبات سے مملو ہی مجھے ان کے کچھ متفرق اشعار فارسی ایک کتاب مین نظر آئے لہذا سخن فہم حضرات کی ضیافت طبیعت کیلیئے ان کو لکھتا ہون۔ اصل یہ ہے کہ علمی تبحر کے ساتھ فطری سوز و گداز بھی ہو تو کلام مین عجیب دلاویزی پیدا ہو جاتی ہے۔ شعرگوئی کے لیئے علم حسن و اخلاق اور تزکیہ نفس کی ضرورت ہے اور ایسے ہی شعر سے سامعین کا قلب متاثر ہو سکتا ہے۔

دلے دارم ز خود خالی حبابش مے توان گفتن — درو کیفیت موج شرابش مے توان گفتن
وجود بے نمود معنے ما دید نے دارد — درین نیرنگہا بوئے گلابش مے توان گفتن
فرو پاشید از ہم کثرت موہوم چون شبنم — ز فیض معنی ما آفتابش مے توان گفتن
سویدائے دل ما یابی اندر ہیچ تاب او — نقوش عالم ام الکتابش مے توان گفتن

اول شعر۔ دلے دارم الخ۔ کہتے ہین میرا دل مثل حباب کے خودی سے خالی ہے۔ حباب کیا چیز ہے؟ ایک قطرہ آب ہے جو ہوا بند ہو جانیسے متشکل ہو گیا ہے اور یہ فیضان دریا ہے۔ اور وہ دل جو خودی سے خالی ہے اسمین موج شراب توحید اُٹھ رہی ہے۔ دوسرا شعر بھی شعر اوّل کے مضمون سے ملتا ہوا ہے مگر اسکو بیان اور ہے۔ فرماتے ہین ہماری بے نمود ہستی دیکھنے کے قابل ہے اور اُس کی نیرنگیان بوئے گلاب سے مشابہ ہین۔ تیسرے شعر مین اشارہ ہے طرف فنائے انا کے۔

وَلَہٗ

بزلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را — خرد شے در دل شبہا کہ گردم چہ میکردم

اس شعر کو عشق مجاز و حقیقت دونون طرف لیجا سکتے ہین مگر مصنف کا اشارہ حقیقت کی طرف ہے

اسی زمین مین یہ دو شعر بہت معنی خیز ہین -

ولے پر درد جان افگار و یار تند خو دارم — جہان را پر ز یار یہا نے کردم چہ میکردم

غم تحصیل و بار شغل و درد عزل مے بینم — جنون ترک منصبہا نے کردم چہ مے کردم

پہلے شعر مین اشارہ اس گرفتاری کی طرف ہے جو صوفی کو دقایق غیب الغیب سے متحیر کرتی اور قلق مین ڈالتی ہے - دوسرے شعر مین تنفیر مناصب و جاہ و دنیا کی طرف اشارہ ہے -

کسے با مُل ہمی سازد کسے با گل ہمے بازد — اگر من یاد آن لبہا نمی کردم چہ میکردم

کہتے ہین کہ اہل مجاز مُل گل سے دلاویزی رکھتے ہین مگر مین لب یار کی یاد مین مست ہون -

وَلَہ

حجاب وصل مطلوب است دل بستن ز مطلبہا — اگر من ترک مطلبہا نمی کردم چہ مے کردم

وَلَہ

من ندانم بادہ ام یا بادہ یا پیمانہ ام — عاشق شوریدہ ام یا عشق یا جانانہ ام

غافل از خود ماند از صورت چو پر شد آئینہ — تا ترا بشناختم جانانہ خود بیگانہ ام

مبتلاے حیرتم جان گو منت یا جان جان — اصطلاح شوق بسیار است و من دیوانہ ام

با جمال ذاتیش حسن دگر در کار شد — چشم اورا سرمہ ام یا زلف اورا شانہ ام

مطلع مین اپنی ہستی پر حیرت و استعجاب ظاہر کیا ہے اور یہ حیرت مقامات خفیہ سے ہے سالک اس مقام مین کوئی تفرقہ وجودات خاصہ مین نہین کرتا - یعنی گو انسانی ہستی کی مختلف صورتین ہون مگر وہ سب مظہر شان خدا ہین - اسکے بعد کے دو شعر بھی اسی مضمون کے قریب قریب ہین - آخری شعر عاشقانہ ہے یعنی گو اُس کا ذاتی جمال بے مثل ہے مگر مین حسن ازل کی آنکھ کا سرمہ اور زلف کا شانہ ہو گیا ہون

(وَلَہ)

دوائے درد من بر جمع اضداد تو مے نازم — نمک را بر دل مجروح من بستی و مرہم ہم

کدامے طرفہ نیرنگی درین کاشانہ سر داری — کہ عالم پاے کوب از دست غمت گشت و آدم ہم

پہلے شعر میں کہتے ہیں کہ میرے درد کی دوا جمع اضداد سے کی ہے میرے دل کو زخمی کرکے پہلے اُس پہ نمک باندھا یعنی درد کو بڑھایا (آزمایش سخت وابتلا) اور پھر اُسپر مرہم لگایا - فایز المرام کیا - دوسرے شعر میں شورش عشق کی طرف اشارہ ہے کہ تمام عالم پاکوب (بیقرار) ہے -

ولہ

اندرونم بے حبالش تارشد ∴ کے شود یارب بوصلش ستیز ∴

رباعیات

علی کہ نہ ماخوذ زمشکوۃ نبی است ∴ واللہ کہ سیرابی ازان تشنہ لبی است

جائے کہ بود جلوہ سہی حاکم وقت ∴ تابع شدن حکم خرد بولہبی است

ایضاً

در مذہب ما ہست زاسباب غرور ∴ ذکرے کہ بود غافل از انوار حضور ∴

در حاشیہ نفی شو از خلق نفور ∴ درجانب اثبات برو سوے غفور

ایضاً

مستی دولہ شرط طریق افتاد است ∴ بے مست شدن کار کسے نکشاد است

در ذکر خفی جہر تخیل کردن ∴ شرط است ز اُستاد طریقم یاد است

اس رباعی کے پہلے شعر میں مستی سے مراد ذوق عبادت وعرفان ہے دوسرے شعر میں ذکر جہر (باواز بلند یاد خدا کردن حسب معمول عرفا) لازمی ہے بغیر اسکے کشود کار نہیں ہوتا -

ایضاً

خواہی کہ مے صرف محبت نوشی ∴ باید کہ بہ تقلیل علایق کوشی

دل را ز خیالات جہان صرف کنی ∴ چشم از صور جملۂ عالم پوشی

اس رباعی کا مفہوم ترک ماسوی اللہ ہے - اللہ بس باقی ہوس -

ایضاً

تحصیل عدم اگر ندانی کردن ∴ باید نظر اہل فنا راجستن ∴

این دار عمال را دواے بہ ازین ∴ در حکمت اہل دل خواہی دیدن ∴

فرماتے ہین کہ اگر تم فنا فی اللہ ہونے کی استعداد نہین رکھتے ہو تو اہل فنا (درویشان کامل) کی نظر توجہ سے فیض حاصل کرو بغیر اسکے فائز المرام نہ ہوگے۔

ایضاً

آن ذات کہ از قید جہت بیرون است | از حیطۂ ساد صنف بیرون است
ہر مرتبہ زان ذات نشان دارد و ہر چند ز تعیین جہت بیرون است

فرماتے ہین کہ ذات واجب الوجود جہت سمت و صنف سے مبرا ہے زمین و آسمان حیطہ مین نہین سکتے مگر اسکے واجب الوجود ہونے کی بے شمار نشانیان ہین۔ تمام مذاہب صادقہ کا یہی اعتقاد ہے اور یہی اصل ایمان ہے۔

از۔ ا۔ ز

ہندوستان کے تعلیمی اخراجات:۔ ہندوستان بحیثیت مجموعی ایک غیر تعلیم یافتہ ملک ہے اس کے تعلیمی اخراجات دنیا کے دیگر تمام مہذب ممالک کے تعلیمی اخراجات سے کئی درجے کم ہین۔ ذیل مین ایک نقشہ درج کیا جاتا ہے جس سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مختلف ممالک کے فی کس تعلیمی اخراجات کیا ہین۔

نام ملک	تعلیمی خرچ فی کس	نام ملک	تعلیمی خرچ فی کس
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۱۶ شلنگ	سوئزرلینڈ	۱۳ شلنگ ۸ پنس
آسٹریلیا	۱۱ شلنگ ۳ پنس	انگلستان و ویلز	۱۰ شلنگ
کینیڈا	۹ شلنگ ۹ پنس	اسکاٹ لینڈ	۹ شلنگ ½۷ پنس
جرمنی	۶ شلنگ ۱۰ پنس	ہالینڈ	۶ شلنگ ½۴ پنس
سویڈن	۵ شلنگ ۷ پنس	بلجیم	۵ شلنگ ۴ پنس
ناروے	۵ شلنگ ایک پنس	فرانس	۴ شلنگ ۱۰ پنس
آسٹریا	۳ شلنگ ½۴ پنس	سپین	ایک شلنگ ۱۰ پنس
اٹلی	ایک شلنگ ½۴ پنس	جاپان	ایک شلنگ ۲ پنس
روس	½۷ پنس	ہندوستان	ایک پنس

فرانسیسی مؤرّخ گیزو

(از مسٹر رام سروپ کوشل - بی - اے - ایم - آر - اے - ایس)

اٹھارھوین صدی کے آخری حصہ مین فرانس کی تاریخی حالت نہایت افسوسناک تھی ۱۷۷۴ء مین لوئی شانزدہم (LOUS XVI) فرانس کے تخت پر بیٹھا - اس کی بے انصافی - بدنیتی اور طمع کی وجہ سے رعایا کو سخت تکلیف ہوئی اور نقصان عظیم اٹھانا پڑا - نتیجہ یہ ہوا کہ غریب کاشتکار اور متوسط درجہ کے لوگ بے انصاف ظالم و مغرور سرکار کو سبق سکھانے کی غرض سے بغاوت پر آمادہ ہو گئے یہ حالت دیکھکر لوئی بہت گھبرایا اور طرح طرح کی ترغیبین دیکر رعایا کو خوش کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن رعایا اس کے وعدہ ہاے وعید سے خوب واقف تھی اسلیے بجاے امن و امان کے بدظنی اور بےچینی پھیلتی گئی - حکام رعایا کے رہناؤن اُن کے رفیقون نیز دیگر مشتبہ اشخاص کو پکڑ پکڑ کر سزائین دینے لگے - اسی گروہ مین ایک مشہور محب وطن بھی پکڑا گیا اور اُسکے لیے پھانسی کی سزا کا حکم سنایا گیا - یہ سُنکر فرانس کے تمام بڑے بڑے خاندانون مین ایک تہلکہ سا مچگیا - اس کی بیوی بھی بڑی محب وطن تھی - اس لیے وہ بھی بار بار یہی دعا مانگتی تھی کہ " اے کل جہان کے مالک" ہمین صبر جمیل عطا کر تاکہ ہم ایک بڑی مصیبت برداشت کرنے کے قابل ہو سکین " - اس نے کبھی یہ خواہش نہین کی کہ اسکا خاوند اپنے ملک کے لیے اپنی جان قربان کرنے سے باز رہے بلکہ اُسکی دعا یہی تھی کہ اس کے دل پر تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کی طاقت آجائے -

یہی قابلِ تعظیم عورت مشہور مورخ گیزو کی ماں تھی -

فرانس مین انقلاب عظیم سے پہلے مذہبی اختلاف اور جھگڑون کی وجہ سے ملک کا بہت نقصان ہوتا رہتا - پروٹسٹینٹ لوگ کیتھولک مذہب کے پیرون کو ہر قسم کی تکلیف دینے مین کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے تھے - گیزو کے والدین پروٹسٹینٹ تھے - ان کی شادی پوشیدہ طریقہ سے ہوئی تھی - مادر اسلیے بے قاعدہ سمجھی گئی تھی - اس لیے گیزو کی

غریب ماں پر دو مصیبتیں نازل ہوئیں ایک تو اسکے خاوند کی موت اور دوسرے اُس کے خلاف قانون شادی -

خاوند کی وفات کے بعد گیزو کی والدہ جنیوا کو چلی گئی - چونکہ وہ تعلیم یافتہ عورت تھی اس لیے اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھتی تھی - صنعت و حرفت اور دستکاری کو تعلیم کا ایک خاص اور ضروری جزو سمجھکر اسنے گیزو کو بڑھئی کا کام سکھانا شروع کیا - گیزو بہت جلد اس کام مین ماہر ہوگیا - اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی ایک میز اب تک فرانس مین موجود ہے

اوائل عمر ہی سے گیزو کو تحصیل علم کا حد سے زیادہ شوق پیدا ہوگیا تھا - چار ہی سال کی متواتر محنت کے بعد اس نے اتنی لیاقت اور قابلیت پیدا کرلی کہ ڈیموستھنیز - سسرو شکسپیر - شیلر - گیٹے - ٹیسیٹس اور گور وغیرہ مشہور اور مستند مصنفین کی تصانیف کو اُن کی اصلی زبانون مین پڑھ سکتا تھا - گیزو کی طبیعت کا رجحان تاریخ کے مطالعہ کی طرف زیادہ تھا - تیز طبع ہونے کی وجہ سے اٹھارہ سال کی عمر مین ہی اُس نے مضامین لکھنے شروع کردیے جن کی علمی اور ادبی رسالون نے کافی قدر کی -

گیزو کی شادی کی کہانی نہایت عجیب ہے - "پولن میولسن" نام کی ایک لڑکی جسکے والدین انقلاب فرانس کیوجہ سے مفلس ہوگئے تھے اپنی بسر اوقات کرنے کیلیے مضامین لکھا کرتی تھی تھوڑے دنون بعد پولسن نے ایک اخبار نکالنا شروع کیا - جسکو گیزو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا - ایک مرتبہ پولسن بیمار ہوگئی - اور اس کی حالت دن بدن بگڑنے لگی اجراے اخبار مین رکاوٹ دیکھکر گیزو نے پوشیدہ طور سے مضامین اور نوٹ لکھکر اس عورت کی مدد کرنا شروع کردیا - مضامین اور نوٹون مین جن خیالات کا اظہار گیزو کرتا وہ رنگ ڈھنگ مین پولسن کے خیالات سے ملتے جلتے تھے اسلیے وہ بڑی خوش ہوئی اور اپنے مہربان مضمون نویس کا پتہ لگانے لگی چونکہ کسی مضمون مین بھی گیزو اپنا نام اور پتہ درج نہ کرتا تھا - اس لیے پولسن نے اخبار کے ذریعہ درخواست کرکے اسکا پتہ اور حال جاننے کی خواہش کی - گیزو بدستور مدد کرتا رہا لیکن اپنا نام بتلانے پر رضامند نہوا - اُدھر پولسن بھی اپنی کوشش مین مصروف رہی اور آخر کار اپنے ارادہ مین کامیاب ہوئی - اس کے بعد دونون نے مل کر علم و ادب کے میدان مین

کام کرنا شروع کردیا - اس ملاپ نے فرانس کے علم وادب میں ایک نئی روح پھونک دی -
کچھ عرصہ کے بعد دونوں کی شادی ہوگئی -

گیزرو کو علم وادب سے بہت محبت تھی - اُسکی لیاقت اور قابلیت سے متاثر ہوکر یونیورسٹیوں کے پریسیڈنٹ پہانسٹے نے اسکو بوربن یونیورسٹی میں تاریخ کا پروفیسر مقرر کیا -

گیزرو کی تحریروں اور تقریروں کی دن بدن ملک میں زیادہ قدر ہونے لگی - اور یہی وجہ تھی کہ اسکو سلطنت فرانس کے مختلف عہدہ وزیر کام کرنے کا فخر حاصل ہوا - جسکو اُس نے نہایت خوبی سے انجام دیا -

مختلف کاموں میں مشغول رہتے ہوئے بھی گیزرو کا سلسلہ تصانیف ہمیشہ جاری رہا - متعدد تصانیف میں ہسٹری آف ریفارمیشن ان یورپ بہترین خیال کیجاتی ہے - یہ کتاب نہایت ہی عالمانہ طرز سے لکھی گئی ہے - اور اس کی اتنی قدر ہوئی ہے کہ یورپ کی تقریباً تمام زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں - اور اب ہندوستانی زبانوں میں بھی اسکا ترجمہ کیا جارہا ہے -

گیزرو کی زندگی سے ہر فرد و بشر کو کوشش کرتے رہنے کا سبق ملتا ہے - علم وادب کے سچے خادم کو ان کی زندگی سے ایک یہ بھی سبق ملتا ہے کہ اُسے نام کیلیے جان دینے کی ضرورت نہیں - جو لوگ بغیر محنت کیے دُنیا میں شہرت اور عزت حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں - انکو گیزرو کی سوانحعمری یہ بتلائے گی کہ ان کے حصول کے لیے کس قدر ریاضت اور ایثار کی ضرورت ہے -

(رام سروپ کوشل)

بعض آدمی ہمیشہ شاکی رہتے ہیں - اگر وہ باغ عدن میں پیدا ہوے تھے تو بھی ان کا شکوہ نہ جاتا - بعض ایسے ہیں کہ انھیں ہر جگہ مسرت حاصل ہوتی ہے خوش طبعی سے اخلاق کو تقویت حاصل ہوتی ہے جسطرح سورج کی روشنی سے پھول نکل آتے اور پھل پکتے ہیں اسیطرح خوش مزاجی سے حسین زندگی اور آزادی کا راز مضمر ہے - ہمارے اطوار حسنہ کی تکمیل ہوتی ہے اور ہمارے تمام محاسن ظہور پذیر ہوتے ہیں -

پرنس آف ویلز

چند خصوصیات

(۱) طرز معاشرت

ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز نہایت سادہ اور با مشقت زندگی بسر کرتے ہین - آپ بستر خواب سے علی الصباح اٹھ بیٹھتے ہین اور ناشتہ تناول فرمانے سے پیشتر کافی ورزش کرتے ہین اسکے بعد اپنے سکرٹریون سے گفتگو کرتے ہین جنکے سپرد یہ خدمت ہے کہ آپ کے پیشمار نجی اور کاروباری خطوط کے جواب لکھین اُنکے مختلف اصولون مین سے ایک اصول یہ بھی ہی کہ ہر ایک خط کا جواب دیدیا جاتا ہی - اُنکے رہنے کے کمرے نہایت سادہ اور صرف دو ہین جنمین سے ایک ملاقات کا اور دوسرا نشست کا ہی نشست کے کمرے مین ایک چھوٹی میز رکھی ہوئی ہے جو ہمیشہ کاغذون سے پُر رہتی ہی - ہز رائل ہائنس مین برداشت کی قوت غیر معمولی ہے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ دور تک پیادہ پا چل سکتے اور سواری کرسکتے ہین - آپ ہر وقت جسمانی تربیت مین محو رہتے ہین -

(۲) سیاحت

ہندوستان کی سیاحت کرنے سے پیشتر ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز مختلف ممالک کی سیاحت کرچکے ہین ۱۹۱۹ء مین آپنے چار ماہ تک کینیڈا کا دورہ کیا جہان ہر طبقہ کے لوگون نے عموماً اور سپاہیون نے خصوصاً آپ کا نہایت پرجوش اور شاندار خیر مقدم کیا - سپاہیون کی طرف سے خصوصیت کا اظہار ہونیکی وجہ یہ تھی کہ آپ دوران جنگ مین اُنکے دوش بدوش مختلف قسم کی فوجی خدمات سرانجام دیچکے تھے اور اس بنا پر اُنکو آپ سے ایک نسبت خاص ہوگئی تھی - کینیڈا کا دورہ ختم کرنیکے بعد آپ امریکہ تشریف لیگئے - امریکہ مین آپکو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی اور امریکہ کے باشندے جو طبعی طور پر شہنشاہیت کے زبردست مخالف ہین - بہت جلد آپ کے پرستار

بن گئے۔ امریکہ کے جس جس شہر مین آپکے جانے کا اتفاق ہوا آپکا خیر مقدم اسی شان کے ساتھ کیا گیا جیسا اس سے پیشتر کینیڈا مین ہو چکا تھا۔ دسمبر ۱۹۱۹ء مین آپ امریکہ کے دورہ سے انگلستان واپس آئے اور گلڈ ہال مین ایک نہایت پر مغز تقریر فرمائی جسکے دوران مین مختلف امور کے علاوہ آپنے یہ بھی فرمایا کہ اس ملک کے باشندون پر واضح ہو کہ نوآبادیون کی قومون کی حب الوطنی قومی حب الوطنی ہے۔ انکی حب الوطنی کو محض برطانیہ کے ساتھ وفاداری سے منسوب نہین کرنا چاہئے وہ برطانوی انسٹی ٹیوشنون۔ برطانوی طرز معاشرت حکومت اور سب سے زیادہ برطانوی سلطنت کے وفادار ہین جسکا برطانیہ عظمیٰ ایک حصہ ہے۔ ہماری سلطنت مین آزاد قومین شامل ہین جو ایک ہی قسم کے قانون کے تابع اور ایک ہی قسم کے مقاصد کے حامی ہین۔ اس لحاظ سے سلطنت برطانیہ کی اہمیت لفظ "سلطنت" کے پرانے اصطلاحی معنون کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اب کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ نیوزیلینڈ۔ جنوبی افریقہ اور ہندوستان کا قومی مین شمار ہوتا ہے کیونکہ انھون نے عہدنامہ صلح پر دستخط کیے ہین ان قومون مین ہندوستان کا رتبہ ممتاز ہے۔ نوآبادیون کی طرح اسنے جنگ مین بہادرانہ حصہ لیا اور ہم اسکے سپاہیون۔ گورنمنٹ اور رعایا کے ممنون ہین انھون نے مشترکہ مقاصد کے حصول کیلیئے تکلیفات برداشت کین مجھے امید ہے کہ مین عنقریب اس حیرت خیز ملک (ہندوستان) کا دورہ کرونگا۔ اسکے بعد آپ جہاز "رینادن" مین سوار ہو کر نیوزیلینڈ کے سفر کے لیے روانہ ہوے اور نہر پنامہ سے گذر کر ہونو لولو پہونچے۔ وہان سے چلکر آپنے خط استوا کو عبور کیا اور جہاز رانون کی پر مذاق رسمون مین حصہ لیا۔ نیوزیلینڈ مین ہر طبقہ نے آپکا شاندار خیر مقدم کیا اور لوگ آپ کے حسن اخلاق کے گرویدہ ہو گئے۔ نیوزیلینڈ سے آپ اوہائی کو آسٹریلیا کے لیے روانہ ہوئے جہان آپ کو سب مقامات سے زیادہ ہر دلعزیزی حاصل ہوئی۔ ۱۹۔ اگست ۱۹۲۰ء کو انگلستان واپس آ گئے اور انگلستان پہونچکر اپنی جاگیر کے انتظام اور پبلک لائف مین مصروف ہو گئے۔ اب آپ ہندوستان تشریف لائے ہین۔ آپکا جہاز "رینادن" ۱۷ نومبر کو ساحل ہند پر لنگر انداز ہو گیا۔

(۳) جنگی خدمات

ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز جو یورپ کی "جنگ عظیم" کا آغاز ہونیسے پیشتر بحری کالج مین

تعلیم پا چکے تھے۔ جنگ شروع ہونیکے پورے تین دن بعد گرینڈر گارڈین ،، مین سکینڈ لفٹنٹ کے عہدہ پر مقرر کیے گئے۔ آپ نے میدان جنگ مین لڑنے والی فوج کی صف اول مین شامل ہونیکی خواہش کی مگر لارڈ کچنر نے آپ کو روک دیا۔ آپ فوج مین اپنے فرائض منصبی کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ جسکا تجربہ کار اعلیٰ افسرون نے کئی بار اعتراف کیا۔ ۱۹۱۴ء مین آپ لارڈ فرنچ کے ،، ایڈیکانگ،، بنکر انکے عملہ کے ساتھ فرانس گئے۔ جہان آپکو خندقون مین رہنے اور عام سپاہیون کے ساتھ سخت ترین جانی خطرات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ۱۹۱۵ء کے آغاز مین آپ کو ایک نہایت ہولناک حادثہ پیش آیا یعنی آپ کی موٹر پر جسمین سوار ہوکر آپ میدان جنگ مین جارہے تھے بم گرا جس سے آپکا جا فر،، ہلاک ہوگیا۔ آپ نے ۱۹۱۶ء تک فلینڈرز اور فرانس مین مختلف فوجی خدمات سرانجام دین جسکے سلسلہ مین آپ کو بیشمار سختیان اٹھانی پڑین۔ اس زمانہ مین آپ کی شکل مین اسقدر تبدیلی ہوگئی تھی کہ کوئی شخص آپ کو شناخت نہین کرسکتا تھا مارچ ۱۹۱۶ء مین آپ نے مصر اور خرطوم مین جاکر زخمی سپاہیون کا معائنہ کیا۔ مئی ۱۹۱۶ء مین آپ اٹلی کے میدان کارزار مین گئے اور ہوائی جہازون کی جنگ مین نمایان حصہ لیا۔ جنگ کے خاتمہ پر آپکے عہدہ مین ترقی کی گئی اور آپ کپتان بنا دیے گئے۔

ج۔ آر۔ را ے

ڈیڑھ سو برس کا اخبار

انگلستان کے مشہور و معروف اخبار ،، مارننگ پوسٹ کی عمر اس مہینے کی ابتدا مین پورے ڈیڑھ سو برس کی ہوگئی۔ اس اخبار کا پہلا پرچہ ۲۔ نومبر ۱۷۷۲ء کو شہنشاہ جارج سوم اور لارڈ نارتھ وزیر اعظم کے زمانہ مین نکلا تھا۔ اس ڈیڑھ سو برس کے اندر یکے بعد دیگرے اسکے سترہ ایڈیٹر ہوچکے ہین۔ ہندوستان مین اتنی عمر کا کوئی انڈین اخبار نہین۔ فقط ایک انگلشمین کلکتہ ہے جسکی صد سالہ سالگرہ اسی سال ہوئی ہے۔ دیسی زبان کے اخبار کی عمرون کا کیا ذکر جن مین غالباً اودھ اخبار لکھنؤ و اخبار عام لاہور کی عمر سے کسی کی عمر زیادہ نہ ہوگی۔

شہزادہ ولیعہد بہادر

نوشتہ خان بہادر قاضی عزیزالدین احمد۔ او، بی، ای، آئی، ایس، او، ایف
اے، جوڈیشل منسٹر دھولپور

حضور شہزادہ ایڈورڈ پرنس آف ویلز اعلیٰحضرت شہنشاہ جارج پنجم قیصر ہند کے فرزند اکبر اور وارث تاج وتخت ہین اور آجکل ملک ہندوستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمارہے ہین۔ ۱۷ نومبر ۱۹۲۱ء کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ آپ بمبئی مین رونق افروز ہوے۔ اور مارچ کے مہینہ مین کل ہندوستان کی سیروسیاحت ختم فرماکر انگلینڈ واپس تشریف لیجائینگے۔

اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب ۱۸۷۵ء مین شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم بہ حیثیت پرنس آف ویلز ملکہ آنجہانی کے وقت مین سیر ہندوستان کو تشریف لائے تھے اور کل ملک مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک غلغلہ شادمانی برپا تھا اور جہان جہان شہزادہ کا ورود ہوتا تھا کل دنیا دیکھنے کو امڈی چلی آتی تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کو تاج ہندوستان اپنے سر پر رکھے ہوے بہت زمانہ نہ ہوا تھا لیکن سمندر پار والی مہارانی کے ساتھ اہل ہندوستان کو جو محبت تھی اُسکے اثر سے ہر شخص دل وجان سے شاہی خاندان کے ہرایک ممبر کے دیکھنے کو ذریعۂ افتخار سمجھتا تھا۔ جب شہنشاہ جارج بحیثیت پرنس آف ویلز و نیز ۱۹۱۱ء مین تاجپوشی کے واسطے ہندوستان تشریف لائے کل ملک مین وفاداری اور محبت کی موج دوڑ گئی۔ یا ایک زمانہ اب ہے کہ۔

یار اغیار ہوگئے اللہ ؎ کیا زمانے کا انقلاب ہوا

جس طرف دیکھئے سردمہری کے آثار نمایان ہین تعلیم یافتہ گروہ مین بکثرت ایسے لوگ پائے جاتے ہین جو دل سے یا دکھانے کو شہزادہ کی آمد کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہین دیکھتے اور جو دھوم دھام یا شان وشوکت شہزادہ کے استقبال ودعوت وتواضع مین صرف کیجارہی ہر

اُسکو روکنا چاہتے ہین اور بزبان حال یہ شعر پڑھتے ہین۔

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لے اپنی
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

دُنیا ایسی ہنگامہ پسند ہوگئی ہے اور جنگ عظیم کے تلخ تجربون نے شیشہ ہاے دل کو ایسا چور چور کر دیا ہے کہ صلح آمیز بات کسی کو بھلی نہین معلوم ہوتی اور اسلیے یہ کسی کی مجال نہین کہ خواب خیال مین بھی سوال کرے۔ کہ بیچارے شہزادے نے کیا قصور کیا ہے جو اُس سے اسقدر خفگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان مین ایسے آدمیون کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جو ٹھنڈے دل سے اب سمجھنے لگے ہین کہ جو لطف امن وسکون مین ہے وہ شور وشر مین نہین ہے۔ اور نظر انصاف سے جب زمانۂ ماضیہ کی حالت کو ہندوستان کی موجودہ حالت سے مقابلہ کرتے ہین اسوقت انکو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انگلستان نے ہندوستان کی ترقی اور تہذیب مین پچھلے سو برس مین جو کچھ کیا وہ بہت قدر ومنزلت کے قابل ہے اور ہر منصف مزاج آدمی کے مُنھ سے یہ بے اختیار نکل جاتا ہے کہ باوجود تیری بہت سی خطاؤن کے اے انگلستان ہم اب بھی تجھکو عزیز رکھتے ہین۔ اس گروہ کے لوگ خواہ انکو ماڈریٹ کہیے یا قدامت پسند ہندوستان اور انگلستان کے تعلق کو ناقابل انقطاع سمجھتے ہین۔ اور اسلیے انکو وارث تخت انگلستان کے ساتھ دلی محبت اور قدرتی وفاداری ہے۔ اور شہزادہ بہادر کی تشریف آوری ہندوستان کو نعمت غیر مترقبہ خیال کرتے ہین اور دل وجان سے شہزادہ کی خاطر وتواضع کیواسطے تیار ہین۔ بقول غالب

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم انکو کبھی ہم اپنے گھر کو دیکھتے ہین

شہزادہ بہادر گو ابھی صرف ستائیس برس کے ہین لیکن مثل اپنے پدر بزرگوار اور جد امجد کے قریب قریب کل دُنیا کی سیر کر چکے ہین اور آیندہ شہنشاہ سلطنت برطانیہ کو جس قسم کی تعلیم اور تجربہ کی ضرورت ہے وہ سب حاصل کر چکے ہین شروع عمر مین آپ کی تعلیم وتربیت ملکہ میری نے جنکی خداداد قابلیت اور ہمدردی ومتانت مشہور زمانہ ہے اپنی آنکھون کے سامنے کی

اُسکے بعد آپ ایٹن کالج گئے پھر فوجی کالج مین آپ کی تربیت ہوئی۔ ابھی پورے طور پر بری وبحری فوجی تربیت ختم نہ ہوئی تھی کہ جنگ عظیم چھڑ گئی اور آپ نے اپنے پدر نامور سے شرکت جنگ کی درخواست کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہر گھر سے انگلستان مین فوج کی بھرتی شروع تھی شہنشاہ معظم اور ملکہ معظمہ نے بادل ناخواستہ شاہزادہ کو میدان جنگ مین جانیکی اجازت دی اور یہ فرمایا کہ جب میری رعایا کے سارے نوعمر لڑکے فوج مین بھرتی ہو رہے ہین تو ایسی حالت مین شہزادہ کا بھی یہی فرض ہے کہ اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرے اور آزادی اور سچائی قائم رکھنے کو دشمن کا مقابلہ کرے۔

شہزادہ بہادر بڑی خوشی وخرمی سے اپنے والدین سے رخصت ہوکر فرانس گئے اور مثل ایک معمولی سپاہی کے خندقون مین رہے اسٹاف مین کام کیا اور قریب قریب ہر ایک رزمگاہ مین جاکر ہر قسم کے تجربات حاصل کیے مصر اور اٹلی مین بہت نمایان خدمات انجام دیے اور فرانس مین اپنے حسن خدمات کے سبب فرنچ گورنمنٹ کی طرف سے اعلی اعزاز حاصل کیے۔

زمانۂ جنگ مین آپ کی سادگی۔ مستعدی۔ بہادری۔ اور ہمدردی کی خاص تعریف تھی اور اعلی جنرلون اور افسرون سے لیکر ادنی سپاہی تک آپ کے دوستانہ برتاؤ اور ملنساری کی وجہ سے آپ کے جان نثار اور مداح تھے جب آپ فرانس گئے تو جنرل افواج نے آپ کو محفوظ مقام پر رکھنا چاہا اور خاص انتظامات آپکے واسطے کیے مگر آپ نے بہت مضبوطی مگر شکر گذاری کے ساتھ انکار کیا اور جسطرح دیگر افسران خطرناک مقامات پر گولہ کی زد مین رہتے تھے اور خندقون مین کام کرتے تھے آپ نے بھی تکلیفات وخطرات جنگ کو گوارا کیے۔ آپ کی وضعداری اور دوست نوازی وقدامت پسندی کا ایک ادنی نمونہ یہ ہے کہ جنگ کے زمانہ کے شناسا سپاہی جہان کہین مل جاتے ہین آپ بڑے تپاک سے ملتے ہین اور بڑی خوشی سے اُنکے حالات دریافت کرتے ہین۔

جنگ کے اختتام کے تھوڑے ہی عرصہ بعد شہنشاہ معظم نے آپ کو امریکہ اور سمندر پار کے مقبوضات کے دورہ کا حکم دیا اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ آپ نے ممالک کنیڈا۔ اسٹریلیا۔ سوتھ افریقہ وغیرہ تمام مقامات کی سیر کی۔ جہان جہان گئے اپنے اخلاق اور ہمدردی سے سبکو تسخیر کرلیا

آپ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ایک ایک مقام پر پانچ پانچ ہزار آدمیون سے آپ نے ہاتھ ملایا اور اسقدر زحمت اُٹھائی کہ دوسرے روز شانون مین درد کی تکلیف ہوگئی۔ تمام ملکون کے وزرا۔ افسران اور باشندگان سے ایسا برتاؤ کیا کہ کل رعایا آپ کی گرویدہ ہوگئی اور امریکہ مین آپ کے برتاوے ہر شخص کے دل پر آپکی خوبیون کا سکہ جم گیا۔ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے آپ کی واپسی کے وقت جو دعوت دی اُسمین خاص طور پر آپکی خدمات کا تذکرہ فرمایا اور یہ کہا کہ سلطنت برطانیہ کو جو مضبوطی اور فوائد شہزادہ کے دورہ اور سفر سے پہونچے ہین وہ تاریخ مین سُنہرے حرفون مین لکھنے کے قابل ہین۔ آپ دستوری سلطنت کے بڑے حامی ہین اور جہان جہان پارلیمنٹ اور کونسلین کھولین یا دیگر تقریبات ادا کین آپ نے یہی فرمایا کہ انگلستان کے زیر اثر جسقدر ملک ہین اُنکو آزادی اور انصاف مین انگلینڈ کی پوری تقلید کرنا چاہیے۔ آپکی دلی خواہش ہے کہ کل ممالک تاج برطانیہ سے مضبوط رشتۂ محبت رکھین اور انگلینڈ کی تہذیب اور ترقی کے اثر سے بہرہ اندوز ہون اور ہر طرح سر سبز و شاداب رہین۔

شہزادہ بہادر نے جزیرہ فجی مین ہندوستانیون کو دیکھکر خاص طور پر اظہار مسرت فرمایا تھا اور اُسنے یہ کہا تھا کہ مین عنقریب ہندوستان جاکر تمھارے اہل ملک سے ملونگا۔ سال گذشتہ مین جب آپ علالت طبع کی وجہ سے ہندوستان نہ آسکے تو بہت مایوس تھے لیکن امسال جب آپکے دورہ کا پروگرام بنگیا اور آپکا تشریف لانا مصمم طور پر طے ہوگیا تو آپ کو بہت خوشی ہوئی۔ ولایت مین ہندوستانی راجگان و والیان ملک و دیگر معززین سے آپ خاص طور پر بے تکلفانہ ملتے تھے اور ہندوستان کی تاریخ و سوشل زندگی کے متعلق بڑی توجہ سے حالات دریافت فرماتے تھے۔

ہندوستان مین تشریف لاتے ہی آپنے اُن تمام خوبیون کا جو آپکی نسبت مشہور تھین پورا پورا ثبوت دیدیا۔ آپ خدا کے فضل سے بہت خوبصورت۔ ذہین۔ طباع اور ہنس مکھ نوجوان ہین۔ قدرت نے اخلاق کریمانہ آپ مین کوٹ کوٹ کر بھر دیے ہین۔ کبر و نخوت سے کوسون دور ہین مین نے خود شہزادہ بہادر کو اچھی طرح دیکھا ہے اور مین بلا خوف و تردید کہہ سکتا ہون کہ آپ

اخلاق اور ملنساری مین اپنی نظیر نہین رکھتے جس شخص کو ایک مرتبہ بھی آپ کے دیکھنے کی عزت نصیب ہوگی وہ آپ کو ہمیشہ ادب ومحبت سے یاد کرتا رہے گا جس سے ملتے ہین بہت ہی انبساط اور اخلاق سے ملتے ہین۔ آپنے تھوڑے ہی زمانہ مین ہندوستانی الفاظ بکثرت یاد کرلیے ہین اور آپکی خواہش ہے کہ ہندوستانیون سے انھین کی زبان مین گفتگو کرسکین۔ پونہ مین گھوڑدوڑ دیکھنے تشریف لیگئے سرکاری انتظام کی روسے ایک خاص جگہ آپکی نشست کی مقرر تھی مگر آپ فوراً اپنی جگہ چھوڑکر عوام الناس کے گروہ مین پہونچ گئے اور خندہ پیشانی سے جم غفیر مین سب سے ملنے لگے۔ اسی طرح تمام گارڈن پارٹیون مین آپ بڑی مسرت کے ساتھ سب سے ہاتھ ملاتے ہین اور جہان تک موقع ملتا ہے باتین کرتے ہین کوشش کرتے ہین اور دو چار کلمات شفقت آمیز کہکر سب کے دل مسخر کرلیتے ہین۔

آپ کا طرز گفتگو نہایت سادہ اور طریقہ تقریر بہت دلفریب ہے۔ گھوڑے کی سواری۔ پولو اور اس قسم کے مردانہ کھیلون کے بہت شائق ہین۔ جن لوگون سے آپکو گفتگو کا موقع ملا ہی ہندوستان کی اُس کشمکش پر جو اسوقت پیدا ہوگئی ہے بیحد افسوس فرماتے ہین۔ آپ نے بہت مرتبہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مین چاہتا ہون کہ ہندوستان مجھسے واقف ہوجائے اور مین ہندوستان کو جان جاؤن ہندوستان کے ساتھ آپ کو پوری ہمدردی ہے اور ہندوستان کے جائز توقعات کے ساتھ گہری دلچسپی ہے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ ہندوستان مین گرانی ہے اور رعایا پریشان ہے آپنے فوراً تار دیا کہ میرے استقبال اور مہمانداری مین بے ضرورت روپیہ صرف نہ کیا جائے اور جو روپیہ بچ سکے وہ غربا و مساکین کی پرورش مین صرف کیا جائے۔

مین نے اجمیر مین دیکھا کہ حضور نے چھوٹے چھوٹے آدمیون سے خود پیشقدمی فرماکر مصافحہ کیا اور حالات دریافت فرمائے۔ مزاج مین ظرافت بھی ہے اور ہمیشہ بے تکلفی سے ملنے کو بہت پسند کرتے ہین۔ ہندوستان مین تشریف لائے ابھی بہت زمانہ نہین ہوا مگر ہندوستانی روسا۔ امرا۔ اور معززین جو آپ سے ملتے ہین اُنسے آپ خاص طور پر التفات فرماتے ہین۔ اجمیر مین ہزہائنس مہاراج رانا صاحب دھولپور کے ساتھ آپنے ٹینس کھیلا اور بیحد لطف انکے ساتھ ونزمین سوار ہوئے۔ جودھپور مین سور کے شکار اور پولو مین داد شہسواری دی۔

میرا خیال ہو کہ ہندوستان کے دورہ سے آپکا مقصد صرف سیر و شکار نہین ہی بلکہ ہندوستان اور اہل ہندوستان کی اصلی ضروریات دریافت فرمانا چاہتے ہین اور واپسی پر انگلستان مین ہندوستان کی ترقی اور بہبودی کے واسطے پوری کوشش فرمائین گے۔ مجھکو بیحد افسوس ہے کہ ایسے نیک نیت ہمدرد اور خلق مجسم شہزادہ کے ساتھ بعض حضرات کی سرد مہری اور بے اعتنائی کسقدر بیموقع اور خلاف انسانیت ہے ہندوستان ازل سے اپنی مہمان نوازی شرافت اور نیکدلی کے واسطے مشہور اور ممتاز رہا ہے۔ دوست اور دشمن کے ساتھ یکسان مہمانداری ہمارا شیوہ رہا ہے۔

برین خوان یغمان چہ دشمن چہ دوست

کیا قیامت ہے اور کسقدر افسوس کے قابل یہ امر ہے کہ ہملوگ اپنے شہنشاہ کے نور نظر اور اپنی پیاری ملکہ وکٹوریا کے لخت جگر کی خاطر و مدارات مین آج دریغ کر رہے ہین اور اُس مہمان کو جو محبت بھری آنکھون اور ہمدردی بھرے دل سے ہماری طرف جھک رہا ہی ہم اُس سے دور ہٹ رہے ہین۔ دوستو اسکا کیا جواب دوگے؟

اے خدا تو اب بھی توفیق دے۔ ملکی ضروریات کے اظہار اور قومی مطالبات کے اصرار کو کوئی نہین روکتا پولٹیکل جدوجہد جو اخلاق اور قانون کے اندر ہو شوق سے کیجئے مگر اپنی مہمانداری اور تواضع کی روایات کو خدا کے واسطے فراموش نہ کیجئے۔

قاضی عزیز الدین احمد

جناب محوی لکھنوی

آخر نگاہ شوق نے رسوا کیا مجھے — اک پیکر جمال پہ شیدا کیا مجھے
غمگینی فراق ہو یا حسرت وصال — دونون نے محو لذت ایذا کیا مجھے
کی یاس نے امید کی پھر شکل اختیار — پھر مائل حصول تمنا کیا مجھے
مدت کے بعد آج جو نظرین ہوئین دوچار — وہ بھی کس اشتیاق سے دیکھا کیا مجھے
محوی یہ کہہ رہا ہے کسی کا غرور ناز — اپنے فروغ حسن نے یکتا کیا مجھے

(الناظر)

رانچی کا آبشار

جب سے مین رانچی مین آیا ہون، ہڑو گھاٹ کے دلکش اور نظر فریب مناظر کی تعریف سنتا ہون یہان کے باشندے اس مبالغے کیساتھ اُسکی تعریف و توصیف مین تشبیہات کے طومار باندھ دیتے ہین کہ سننے والے کا دل اُس کے شوق دید مین بیتاب ہوجاتا ہے۔ چنانچہ میری بھی یہی حالت ہوئی اور ہڑو گھاٹ کے مناظر مجھے اپنی طرف کھینچنے لگے،

رانچی صوبہ بہار و اوڑیسہ کا گرمائی دار الامارت ہونے کی وجہ سے حکّام صوبہ کا مستقر ہے اس کے علاوہ یہان کی خوشگوار اور صحت بخش آب و ہوا، دور دور سے مایوس مریضون کو بھی آرزوئے صحت مین کھینچ بلاتی ہے۔

اب چاہے رانچی کو ہان کی اصلی آبادی سمجھو، یا مسافرون کی بستی کہو، مگر سچ یہ ہے کہ اُسکی آبادی مین زیادہ حصّہ مسافرون کا شامل ہے جنکا قیام عارضی قیام ہے۔ موسم گرما اور برشگال مین رانچی کی رونق بڑھجاتی ہے اور وہان سیر و تفریح کے شیدائیون کی بھیڑ لگجاتی ہے اور اسوجہ سے اُسکی آبادی مین ایک چہل پہل پیدا ہوجاتی ہے۔ رانچی اوڑیسہ کی پہاڑیون پر آباد ہے اسوجہ سے یہان کے مناظر کا خاص طور پر اندازہ ہوسکتا ہے۔ انسانی صناعیون سے یہ خطہ بالکل خالی ہے۔ اور تمدن کی برکات جدیدہ کے نہونے سے شہری زندگی بسر کرنیوالون کے اوقات اُتنی مصروفیت اور دلچسپی کے ساتھ نہین گذرتے جیسے ہندوستان کے بڑے شہرون مین گذرتے ہین۔ جو شخص تمدن کی برکات جدیدہ کا گرویدہ ہوتا ہے۔ اُسکی نگاہ شوق کے لیئے یہان سامان نشاط بہت کم ہین، یہان مناظر قدرت کے سوا رکھا ہی کیا ہے، اسکے لیئے بھی دو چار ارد گرد کی پہاڑیان مخصوص ہین جنکو دیکھنے کے بعد رانچی کا قابل دید ذخیرہ خالی ہوجاتا ہے۔ اور انھین قابل دید مناظر مین جو رانچی کے لیئے طغرائے امتیاز ہین۔ ہڑو گھاٹ یا آبشار رانچی بھی ہے،

اس آبشار کو رانچی کے باشندے افریقہ کے آبشار نیگرا کے برابر بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ دنیا

مین ایسے ایک دو ہی آبشار ہونگے - مجھپر بھی اُنکی لفاظیان اور مدح سرائیان غالب آگئین، اور غائبانہ اس آبشار کی تصویر اپنے دماغ مین کھینچنے لگا، بار بار دل چاہتا تھا کہ اپنے تصور کے خاکے کو جاکر ہڑرو گھاٹ کے اصلی اور حقیقی تصویر سے ملاؤن - لیکن میرے علمی مشاغل اور دفتر کی مصروفیتین ہمیشہ سد راہ ہوئین - بالآخر دیوالی کی تعطیل مین اس دیرینہ آرزو کے پورا کرنیکا موقع مل گیا -

گیارہ بجے ہم چار پانچ احباب ایک موٹر کار مین بیٹھکر ہڑرو گھاٹ روانہ ہوئے - اسوقت مطلع بالکل صاف تہا اور ہوا کی خنکی دلمین سرور اور سورج کی چمک آنکھون مین نور پیدا کر رہی تھی - وہان کے کھیتونکا دلفریب نظارہ اور اُنکی دلکش لہلہاہٹ طبیعت مین ایک جوش پیدا کر رہی تھی،

شہر سے نکلکر منزل مقصود تک یہی منظر پیش نظر رہا - البتہ کہین کہین کٹی ہوئی فصل کے انبار اور کہین چھوٹی چھوٹی پہاڑیان ہماری نگاہون کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تھین - اسطرح یہ خوشگوار سلسلہ کہین کہین ٹوٹ جایا کرتا تھا - راستہ مین ایک پولیس اسٹیشن پڑا، وہان ہم لوگ ذرا ٹھہرے، پھر وہان سے ہڑرو کی گانون کیطرف روانہ ہوگئے یہان پہونچکر موٹر رک گیا، آگے ہموار راستہ نہ تھا - گانون کے لوگ دیوالی مین خوشیان منا رہے تھے - اُنکے گانے بجانے کی آوازین برابر سنائی دیتی تھین - دو چار گائین ہمارے سامنے چر رہی تھین اُنکے جسم کا سُرخ نشان اور سینگون کا ارغوانی رنگ، دیوالی کے پوجا کا نتیجہ تھا -

ہمارے سامنے گانون کے دو چار آدمی دُہائی دیتے ہوئے آئے اور کہنے لگے!

کہ گاندھی مہاتما ہنڈیا پینے کو بھی منع کرتے ہین - سو ہم نے ہنڈیا تو پی ہے کیونکہ ہمکو یقین ہے کہ ہنڈیا پینے کو گاندھی جی منع نہین کرتے - اب آپ جو کہین سو سچ ہے!

مین نے اپنے دوستون سے پوچھا کہ ہنڈیا کیا چیز ہے اُنھون نے مجھے بتایا کہ چاول کی شراب کو ہنڈیا کہتے ہین - اگرچہ وہ تند شراب تو نہین ہوتی لیکن تھوڑا سا نشہ اُس مین ضرور آجاتا ہے،

میرے ہمسفر احباب اُن لوگون کی زبان سمجھتے بھی تھے اور گفتگو بھی کر سکتے تھے، خاصکر ایک ڈپٹی مجسٹریٹ تو خوب ہی بولتے تھے اُنکی "ہو ہو" میری سمجھ مین تو آتی نہ تھی - لیکن دو چار ہندوستانی الفاظ جو اُنکی زبان سے ادا ہوتے تھے وہ سمجھکر مطلب پر عبور حاصل کر لیتا تھا - آخر مین میرے دوستون نے اُن دیہاتیون کو ہنڈیا پینے کی اجازت دیدی - اور وہ لوگ گاندھی کی "جے" لگاتے ہوئے چلے گئے،

ہم نے اس گانون سے ایک آدمی رہنمائی کے لیئے ساتھ لیا - یہ آدمی ایک کلہاڑی کاندھے پر رکھے

ہوئے آگے آگے چلا اور ہم اُسکی پیروی کرنے لگے۔ دیہات کے نشیب و فراز سے گذرتے ہوئے ہم ایک نالے کے کنارے پہونچے جسمین بڑے بڑے پتھر پانی کی روانی کا مقابلہ کر رہے تھے، ہم اس نالے سے پار ہوکر اور ایک تنگ راستہ سے باہر نکلکر ہموار کھیتون مین جانکلے۔ آگے ہمکو ایک گھنا جنگل ملا جسمین بڑے بڑے تناور درخت ایک مین ایک ملے ہوئے کھڑے تھے، یہ سمجھ مین نہ آتا تھا کہ جنگلی جانور اسمین سے کیسے گذرتے ہونگے نصف میل سے زیادہ چلکر ہم پھر چٹانون کے جھنڈ مین پہونچے، یہان ایک کسیقدر اونچی زمین پر بہت سے درخت سلیقے سے کھڑے ہوئے تھے، انکو دیکھکر ہمنے اپنے دیہاتی رہنما سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اُسنے کہا کہ مین بچپن سے اسکو ایسا ہی دیکھتا ہون لوگ کہتے ہین کہ کسی انگریز نے اس جگہ اپنا بنگلہ بنایا تھا اور درختون کے نیچے جو در و دیوار شکستہ نظر آتے ہین وہ اُسی کے نشان ہین۔ یہ مختصر گفتگو ہونےکے بعد ہم کو اونچی نیچی مگر صاف ستھری چٹانون پر چلنا پڑا اور ہم خاموشی سے آگے بڑھنے لگے۔ تقریباً دو سو قدم چلکر ہم اُس کنارے پر پہونچے جہان ہمارے رہنما نے کہا کہ یہی ہرڑ گھاٹ ہے۔ ہم اس فقرے پر چونک پڑے اور ہماری پر شوق نگاہین گرد و پیش کے مناظر کیجانب بیتابانہ اُٹھنے لگین، ہمارے سامنے دو پہاڑیان تھین جو سرتاپا قدم سبز درختون اور جھاڑیون سے ڈھکی ہوئی تھین پہاڑیان اتنی قریب قریب تھین کہ دونون کے درمیان ایک گلی سی نکلی تھی جسمین کہین کہین درخت بھی نظر آتے تھے، اُس سے صاف پانی بہہ رہا تھا جس پر سورج کی شعاعین پڑ رہی تھین اور اُس دلچسپ منظر کو خوشنما بنا رہی تھین دوسری طرف ہمارے سامنے پانی بڑے شور سے آبشار کی صورت مین کوئی ڈیڑھ سو گز نیچے گرتا تھا اور اُسکی گرنے کی آواز تقریباً چوتھائی میل تک پہونچتی تھی۔ یہ پانی کی سفید چادر روئی کے گالے کی طرح معلوم ہوتی تھی اور تقریباً بیس گز چوڑی ہوگی، ہمنے پیچھے پھر کر دیکھا تو چٹانون کے نشیب و فراز مین پانی بہتا ہوا دکھائی دیا اور ہمنے دیکھا کہ یہی پانی چٹانون کے ایک کنارے پر پہونچکر نیچے گرتا ہے جسکو ہمارا رہنما ہرڑ گھاٹ کے نام سے پکارتا ہے یہ دیکھنے کے بعد ہم لوگون نے رہنما سے کہا کہ ہمکو اس گھاٹ کے نیچے لیچلو جہان سے ہم پانی گرنیکا نظارہ بخوبی دیکھ سکین چنانچہ وہ آگے آگے ہولیا اور پھر ہم اُسی ٹوٹے ہوئے بنگلے کے پاس سے گذرتے ہوئے قدرے ہوکر جنگل مین چلنے لگے۔ دو سو قدم چلکر راستہ پہاڑی کے اوتار سے ہوکر گذرنے لگا۔ یہ راستہ بہت تنگ تھا اور تنگی کے علاوہ گھسان جنگل نے راستہ کو اور دشوار گذار بنا دیا تھا جا بجا درختون کی آڑ سے ہوکر جانا پڑتا تھا۔ اور باوجودیکہ ہمنے جوتے اُتار ڈالے تھے اور ایک بانس کی لکڑی ہر ایک آدمی کے ہاتھ مین

تھی لیکن پھر بھی ہمیشہ گر پڑنے کا ڈر معلوم ہوتا تھا اور اکثر موقعون پر ہم لوگ شاخین پکڑ کر اپنے قدم کو جماتے تھے اور بعض اوقات شاخون کے نیچے سے گذرتے تھے۔ ہمارا رہنما کچھ بھی دقت محسوس نہین کرتا تھا بلکہ وہ کھٹ کھٹ کرتا ہوا نہایت آرام سے اُترتا جاتا تھا، ہمارے ساتھیون مین سے ایک صاحب کو اسوقت یہ خبط ہوگیا تھا کہ وہ ہر درخت کو بغور دیکھتے تھے اور رہنما کی کلہاڑی سے اکثر درختون کی چھال نکالتے تھے جس سے وہ یا تو علم نباتات کے محقق ہونیکا ثبوت دے رہے تھے اور یا اپنی سیر آبشار کو اس تفریحی شغل سے اور بھی دلچسپ بنا رہے تھے۔ خیر تقریباً پانسو قدم کے اُتار کے بعد ہم بڑی بڑی چٹانون مین پہونچے اور دو چار چٹانون کو پار کرکے ہم اسی چٹانون پر پہونچ گئے جہان سے ہرنڈ گھاٹ کا پانی نیچے گرتا ہوا اوپر سے نیچے تک برابر نظر آرہا تھا۔ ہمنے دیکھا کہ پہاڑون کی تنگ وادی مین ایک طرف پہاڑ کی ایک دیوار سی قائم ہے جو بالکل ہموار تو نہین ہے لیکن پھر بھی سیدھی ہے اور نصف دائرہ کی طرح خمیدہ ہے اندازہ کیا گیا کہ یہ نصف دائرہ اندر سے پانسو گز چوڑا ہوگا۔ اس قدرتی سنگین دیوار کی اونچائی ڈیڑھ سو گز سے زیادہ ہوگی۔ ایک طرف اس دیوار سے سفید پانی کی دھار دو تین جگہ تھوڑی تھوڑی دیوار کی ناہمواری سے لوٹ کر نیچے گر رہی ہے جو پانی کو اُچھال اُچھال کر ایک خوشنما فوارہ کا تماشا دکھا رہی ہے۔ پتھر کی دیوار مین بعض جگہ سوراخون سے پانی چشمون کی طرح ابلتا ہوا خوشگوار اور خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ اور پانی کے بہاؤ مین بہت زور معلوم ہوتا ہے لیکن دیوار اور پانی کی دھار کے درمیان پانچ گز سے زیادہ فاصلہ نہین ہوگا۔ دوسری طرف اسی دیوار سے ایک اور پانی کی دھار گرتی ہے لیکن اسکا پانی پہلی دھار کی طرح اُچھلتا کودتا ہوا نہین گرتا اور نہ اُسمین اسقدر زور معلوم ہوتا بلکہ وہ ایک سفید چادر بہت طول وطویل بناتا ہے جو نیچے پانی مین آتے وقت لہراتی ہوئی شو ہو جاتی ہے۔ اور یہ دونون دھارین نیچے چٹانون کے درمیان کی جھیل مین پانی پر زور سے گرتی ہین اور دس بارہ گز پانی کو متلاطم کردیتی ہین جو بہت زور سے دھکا کھاتا ہوا پہاڑیون کی تنگ گلی مین نشیب فراز سے گذرتا بہتا چلا رہا ہے۔

یہ خوشگوار نظارہ دیکھکر ہمنے چاہا کہ سفر کی تکان دور کرنے کیلئے مونھ ہاتھ دھولین اور کسی سایہ دار چٹان پر بیٹھین۔ چنانچہ ہم سب اس دیوار کوہ اور چادر آب کے ٹھنڈے سایہ والی ایک چٹان پر پہونچکر بیٹھ گئے جہان سے پانی دو تنگ دھارون مین منقسم ہوکر زور سے بہ رہا تھا۔ وہان جب ہم

پہونچے تو ننھی ننھی بوندون کی پھوہار آبشار مذکور سے ہم پر گر رہی تھی جو ہم جیسے تھکے ماندے مسافرونکو بہت ہی بھلی معلوم ہوئی - گلاب پاشی تو ہمنے بہت دیکھی ہے لیکن اس قدرتی فوارے کی مہمان نوازی ہمیشہ یاد رہیگی - اسوقت ہم جنگل کے وسط مین بیٹھے ہوئے تھے - کوہی دیوار سوا سو گز کے فاصلہ پر ہوگی اور ایک پہاڑی قطار درختون کا سبز خلعت پہنے ہوئے ایکطرف اور دوسری اُسی لباس اور وضع مین دوسری طرف دکھائی دیتی تھی - جسمین ضرور وحوش کا مسکن ہوگا - لیکن ہم اسوقت اپنے دلکی خوشی اور سرور کی وجہ سے ذرا بھی خایف نہین تھے - تھوڑی دیر یہان آرام کرکے ہمنے ناشتہ کھایا اور وہان سے اُٹھکر وادی کو کی نشیبی سیر کرنیکے لیئے پھر دشوار گذار چٹانون پر چلنے لگے - پچاس قدم چلکر ہم کو دو ماہی گیر ملے جو پانی مین جال ڈال رہے تھے - یہان عظیم چادر آب کا پانی ایک اونچے پتھر سے نیچے گر رہا تھا - اور ایک چھوٹا مگر خوشنما آبشار بنگیا تھا - اسی پتھر کے ایک سرے پر ہم لوگ بیٹھ گئے اور ان ماہی گیرون کے شکار کا تماشہ دیکھنے لگے - پانچ چھوٹی چھوٹی کالے رنگ کی خاردار جو سینگی مچھلی سے مشابہت رکھتی تھین ان لوگون نے پکڑی تھین اور ابھی قسمت آزمائی کر رہے تھے - ہمنے اُنکو ایک روپیہ دیکر دو چار جگہ جال ڈلوائے لیکن کہین کوئی مچھلی نہین ملی - اسی شکار مین تھوڑی دیر تک مصروف رہکر ہم ٹھیک تین بجے اُٹھ کھڑے ہوئے اور وادی کو کا نظر فریب نظارہ دیکھتے ہوئے مراجعت کرنے لگے - اس نظارہ مین دور تک کوئی خاص بات نہین نظر پڑی البتہ ایکطرف کی درخت پوش قطار کوہ دھوپ کی سنہری شعاعون مین بہت خوشنما اور نظر فریب دکھائی دیتی تھی -

اس مرتبہ ہم کو چڑھائی سے کام پڑا - جو اُتار سے زیادہ مشکل ہوتا ہے - لیکن ہم لوگ تفریح کرتے ہوئے اور جابجا راستہ مین دم لیتے ہوئے آخر چوٹی پر پہونچے اور تھوڑی دیر دم لے کے آگے روانہ ہوئے

سورج اسوقت پہاڑی کے درختون سے گزرکر اپنی دھیمی روشنی ہم تک پہونچا رہا تھا - اور پتون سے روشنی چھنکر سنہرے پھولون کو درختون کے پتون مین چمکا رہی تھی -

ہم لوگ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دوسرے راستہ سے ایک گانو مین پہونچے وہان کے باشندے جوق جوق ہمارے گرد جمع ہو رہے تھے - بہت سی عورتین ایک طرف کھڑی تھین اور ہمکو دلچسپی کی نگاہون سے دیکھ رہی تھین - ہمارے رہنما سے کچھ ان دیہاتیون نے پوچھا لیکن چونکہ ہم کے

نہین اسلیئے وہ کچھ نہین بولے اور ہم گانوٗن کے اونچے نیچے اور تنگ راستہ سے آگے بڑھے۔

راستہ مین دو نالے چھوٹے چھوٹے پڑے اور پھر وہی چٹانون والا نالہ پڑا جسکو پہلے ہمنے طے کیا تھا۔ اسکو ہمنے بمشکل عبور کیا تھا کہ کوئی دس بارہ آدمی ہاتھون مین کھانے پینے کا سامان لیئے ہوئے اور لالٹین وغیرہ لٹکائے ہوئے دکھائی دیئے۔ ایک ساتھی نے اُن سے پوچھا کہ کیا وہ یہان آرام کرینگے جو لالٹین وغیرہ ساتھ لائے ہین۔ اُنکا جواب یہ سنکر کہ شاید ہمکو اندھیرا ہوجائے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور اُس گانوٗن مین پہونچے جہان ہمارا موٹر کھڑا ہوا تھا۔ گانوٗن والے پہلے سے اکٹھے ہوگئے تھے اور اسوقت ہم نے دو چار کو نشے مین چور دیکھا۔ چونکہ شام کی تاریکی بڑھتی جارہی تھی اسلیئے ہم جلدی سے موٹر مین جا بیٹھے۔ رہنما کو ایک روپیہ دیا۔ گانوٗن والے بخشش مانگنے لگے۔ ہم نے اُنکو پانچ روپیہ دیئے اور یہ وعدہ لیا کہ وہ اُسکا نشہ نہین پینگے۔ اور ہم شام کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور دھوپ کی سنہری روشنی کو میدان اور پہاڑیون کے درختون پر کھیلتے ہوئے دیکھکر بہت خوش ہوئے اور ایسی مناظر فطرت اور برکات قدرت کے مزے لوٹتے ہوئے چلے جارہے تھے کہ پولیس اسٹیشن پر موٹر رُکا یہان ہمنے اپنے اورکوٹ پہن لیئے کیونکہ اب خنکی بڑھ چلی تھی۔ موٹر کا لیمپ روشن کیا گیا۔ نیلگون آسمان پر ستارون کی جھرمٹ مین چاند نمودار ہوا اور ہلکی چاندنی گرد و پیش کے مناظر کو لپیٹنے لگی۔ خیر اب تیز رفتاری کے ساتھ موٹر چلنے لگا اور ۸ بجے شام کو ہم لوگ اپنے گھر واپس آ گئے۔

یہ ہے سرگذشت ہمارے سیر آبشار کی یہ آبشار قدرتی مناظر کی خوشنمائی اور خوبصورتی سے ضرور ملامال ہے لیکن یہ کہنا کہ ایسے دلکش مناظر دوسری جگہ ہندوستان مین نہین ہین کسی طرح درست نہین اور نہ آبشار ہی کچھ ایسا عظیم الشان ہے کہ جو عدیم المثال کہا جاسکے۔

مین نے چار آبشار ہندوستان مین دوسرے دیکھے ہین جنمین سے دو اس سے بڑے ہین۔ چونکہ اسوقت مضمون طویل ہوگیا اسلیئے آیندہ کسی اشاعت مین انشاءاللہ ان آبشارونکا موازنہ پیش کرون گا۔

رایزادہ آفتاب

جذبات ٹگور

ابتدا

بچے نے اپنی ماں سے دریافت کیا "مین کہان سے آیا ہون، تمنے مجھکو کہان سے پایا تھا؟" اُسنے بچے کو سینے سے لگا لیا اور تبسم آمیز لہجہ مین کہا۔

"تو میرے دل مین بشکل تمنا پوشیدہ تھا۔ میرے بچپن کے کھیلون مین تو ہی گڑیا تھا جب مین ہر صبح مٹی سے اپنے دیوتا کا تب بناتی تھی تو مین تیری صورت بناتی اور بگاڑتی، اپنے خاندانی دیوتاؤن کے ہمراہ مین، نے تیری بھی پرستش کی ہے۔

میری اور میری ماں کی حیات مین جو تمنائین اور جذبات محبت وابستہ تھین تو اسمین مع اپنی ذی روح ہستی کے موجود تھا۔

اُس غیر فانی دیوتا کی آغوش مین جو ہمارے خاندان پر حکمران ہے، تیری مدتون پرستش کی گئی ہے حالت دوشیزگی مین جب میرا غنچۂ دل شگفتہ ہو رہا تھا تو اسمین بزنگ بو موجود تھا۔

تیری نزاکت اور تازگی میرے بچپن کے اعضاء سے عیان تھی، جسطرح کہ طلوع آفتاب کے وقت آسمان مرصع نظر آتا ہے۔

فضائے آسمانی کے محبوب اولین اور ضیاء سحر کے ساتھ طلوع ہونیوالے تو حیات دنیوی کے سرچشمہ کو عبور کرکے میرے دل کے ساحل تک آپہونچا ہے۔ جسوقت کہ مین تیرے چہرہ پر نظر ڈالتی ہون مجھپر پریشانی و حیرت، طاری ہو جاتی ہے تو میرا ہے اور صرف میرا ہے۔

مین تجھکو اپنے سینے سے لگا لیتی ہون مبادا تو مجھسے چھوٹ جائے۔ میرے نرم ہاتھون مین بھی دنیا کا کیا سحر آمیز خزانہ پوشیدہ ہے۔

شان بے پروا

اے بچے! یہ تیرا کوٹ کسنے رنگہاے گوناگون سے مرصع کیا ہے؟ اور تیرے مختلف نازک عضا کو یہ رنگ احمر کسنے عطا کیا ہے؟ علی الصباح تو برآمدے مین کھیلنے کو آجاتا ہے، اور زوڑتے دوڑتے گرجاتا ہے۔

لیکن میرے بچے! یہ تیرا کوٹ کسنے رنگہاے بوقلمون سے رنگا ہے؟ اے غنچۂ حیات!!! تیرے س خندۂ پیہم کا سبب کیا ہے؟ تجھکو دہلیز پر کھڑا دیکھکر تیری مان فرط مسرت سے مسکرانے لگتی ہے؟ وہ تالیان بجاتی ہے، اور اُسکی چوڑیان بجتی ہین، اور تو ہاتھ مین بانس کی چھڑی لیے ہوئے ننھے سے چرواہے کی طرح مصروف رقص ہوجاتا ہے۔

لیکن! ہان!!! اے غنچۂ حیات!! تیرے تبسم کا سبب کیا ہے؟ اپنی مان کی گردن مین ہاتھ ڈالے ہوئے کیا شے طلب کر رہا ہے؟ اے جان زندگی!

نظام شمسی سے دُنیا کو جُدا کر کے ایک خوشنما گل کی طرح کیا مین تیرے سُرخی مائل ہاتھون مین ھدون ؟

اے فقیر!! تو کس چیز کا طالب ہے؟

تیری پازیب کی جھنکار کو ہوا مسرت مین دور تک لیجاتی ہے! آفتاب مسکراتا ہے!! اور تیرے ہرہ کے مطالعہ مین مصروف ہوتا ہے!! تو اپنی مان کے آغوش مین محو خواب ہوتا ہے، اور آفتاب یرے چہرہ کے مطالعہ مین مصروف ہوتا ہے!

نور سحر آہستہ آہستہ تیرے بستر استراحت تک آتا ہے، اور تیری آنکھون کو پیار کرنے لگتا ہے تیری پازیب کی جھنکار، ہوا دور تک لیجاتی ہے! ساحرہ خواب شفق کی دھیمی روشنی مین یری جانب آرہی ہے!

مادر گیتی تیری مان کے گوشۂ دل مین تیرے قریب بیٹھی ہے!

ستارون کو نغمہ سنانیوالی پری تیری کھڑکی کے متصل اپنا بربط ہاتھ مین لیے ہوے کھڑی ہے اور ہان! خواب کی ساحرہ شفق کی جلد فنا ہونے والی روشنی مین تیری جانب آرہی ہے!!!

"تماشائی" بریلوی

پنڈت منن دوبے مرحوم

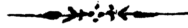
اردو کو حضرت اکبر مرحوم کی وفات سے جو صدمہ پہونچا ہے قریب قریب اتنا ہی زبردست صدمہ ہندی ادب کو پنڈت منن دوبے گجپوری مرحوم کی مرگ بے ہنگام سے پہونچا ہے مرحوم اکبر کی طرح گجپوری جی زندہ دل ظریف طبع شاعر تھے۔ آپ کی ظرافت مین خاص ادبی شوخی ہوتی تھی، جو ہندی ناظرین کے دلون مین عرصہ تک مرحوم کی یاد تازہ رکھے گی راقم کو آپ سے نیاز حاصل تھا۔ دو ایک بار اسے آپ کی ظرافت کا نشانہ بھی بننا پڑا۔ مگر آپ کی چٹکیون مین کدورت کا شائبہ بھی نہ ہوتا تھا۔ ملاقات ہوتے ہی بات ہنسی مین اڑ جاتی تھی۔ آپ کا سن ابھی ۴۵-۴۶ سال سے زیادہ نہ تھا۔ نہایت قوی ہیکل - دراز قامت، چست آدمی تھے۔ صحت ایسی اچھی کہ تعلیمیافتہ لوگون مین بہت کم آدمیون کو نصیب ہوتی ہی۔ مگر موت کی نگاہون مین تمیز کہان؟

گجپوری جی گورکھپور ضلع کے متوطن تھے۔ الہ آباد یونیورسٹی کے گریجویٹ ہو کر تحصیلداری کے عہدہ پر مامور تھے۔ مگر اس عہدہ کے فرائض انجام دیتے ہوے آپ قومی تحریکون مین سرگرمی سے شریک ہوتے تھے۔ بعض اخبارون کو آپ سے مستقل طور پر فیض پہونچتا تھا۔ آپ نے "گول مال کاری سبھا" نام کی ایک انجمن قائم کی تھی۔ گول مال انند اسکے صدر تھے۔ وہ موجودہ حالات و واقعات کو ایسے دلکش اور ظریفانہ انداز مین تحریر فرماتے تھے کہ پڑھنے سے کبھی سیری نہ ہوتی تھی۔ آپ کی ایک ایک بات مین جدت ہوتی تھی۔ کچھ سیدھے سادے خریدارون کو کامل یقین تھا کہ گول مال انند جی بھی آب و گل کی سرشت مین کوئی مستقل ہستی رکھتے ہین۔ افسوس کہ گجپوری جی کی زندگی کا بیشتر حصہ سرکاری کاغذات کی خانہ پری مین صرف ہوا۔ فکر معاش نے آپ کو ملازمت کے دائرہ سے باہر نہ نکلنے دیا۔

آپ محض شاعر ہی نہ تھے۔ آپ یگانۂ روزگار نثار بھی تھے۔ آپ کا انداز تحریر نہایت

لطفِ سخن

مرزا احسان احمد صاحب بی اے ایل ایل بی



اب تو اے صیاد کر کوئی نیا پیدا قفس
یہ قفس تو رہتے رہتے ہو گیا میرا قفس

سہل سمجھی تھی گرفتاری مرے صیاد نے
آگ اک مین نے لگا دی آشیان سے تا قفس

تب مین جانون جذبۂ ذوقِ اسیری کا اثر
گوشے گوشے سے قفس کے ہو اگر پیدا قفس

ہو سکا آخر نہ خوش صیاد مجھکو کر کے قید
آشیان سمجھا اسے مین جسکو وہ سمجھا قفس

حسن کے جلوون سے ہین معمور جب آنکھین مری
مجھکو دونون ہین برابر آشیان ہو یا قفس

اب ہجومِ بیکسی مین پوچھنے والا ہے کون
برق کو بھی آشیان میرا نظر آیا قفس

ہو گیا ہون نالہ کر کے مین جو کچھ خاموش سا
مجھکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ٹوٹا قفس

دیکھکر صیاد کی بھی آنکھ کچھ تر ہو گئی ؤ
وہ مرا رنگِ خموشی آشیان سے تا قفس

دیدۂ خونابہ افشان نے وہ کین گلکاریان
بن گیا ہے اک بہارِ بے خزان میرا قفس

دیکھنا عالم یہ میری بیخودیِ عشق کا
ڈھونڈھتا ہون آشیان اپنا قفس سے تا قفس

تھی اسیری اور آزادی کی دنیا ہی الگ
تو تہم تھا نشیمن ایک دھوکا تھا قفس

مجکو کچھ مطلب نہین صیاد ہو یا باغبان
ان نگاہون مین ہین ہیچ وصدہا چمن صدہا قفس

پوچھتے ہین ہمنوا وجہ اسیری مجھسے کیا
لذتِ فریاد لائی آشیان سے تا قفس

مستقل اک داستان ہے درد مین ڈوبی ہوئی
جسطرح صیاد لایا آشیان سے تا قفس

آگیا تھا ہوش سا وقتِ اسیری کچھ مجھے
پھر نہ جانے کسطرح صیاد لایا تا قفس

خواجہ حمید الدین حمید لکھنوی

جب زیرِ زلف عارضِ جانانہ ہو گیا
دیوانہ اسکا اور بھی دیوانہ ہو گیا

بیٹھا میں جس مقام پہ میخانہ ہو گیا　جو ظرف ہاتھ آ گیا پیمانہ ہو گیا
دل کی لگی بجھانے میں دیوانہ ہو گیا　پروانہ ایسا شمع پہ پروانہ ہو گیا
سب مے پرست ہو گئے مجھ مے پرست سے　مے خانہ میری ذات سے میخانہ ہو گیا
ہے خلق کی زبان پہ مرا ماجرائے دل　یہ بھی کلیم وطور کا افسانہ ہو گیا
بجھتے ہی روشنی مرے داغ فراق کی　تاریک اور بھی مرا کاشانہ ہو گیا
کیسا یہ انقلاب ہوا میری موت سے　ویران آج کوچہ جانانہ ہو گیا
وہ کیا بتائے عشق کی نیرنگیاں حمید　جو ابتدا سے ہجر میں دیوانہ ہو گیا

نتیجہ فکر جناب مرزا محمد ہادی صاحب مچھلی شہری

تمنا کیا بر آئے کیا کسی کا حوصلا نکلے　غضب ہے آتش دل بنکے آہ نارسا نکلے
بنے آئینہ چشم یاس میرے قلب محزوں کا　الٰہی اشک کا ہر قطرہ حسرت سے بھرا نکلے
کوئی پہچاننے والا نہیں قلب شکستہ کا　تیرا تیر نظر ہی کاش صورت آشنا نکلے
الٰہی نشتر حرماں میں ہو ایسا اثر پنہاں　کہ ہر ٹکڑا دل صد پارہ کا لذت فزا نکلے
ہے کسطرح قائم اعتبار شوق کی حالت　جسے میں آشنا سمجھوں وہی نا آشنا نکلے
الٰہی داد ملجائے مجھے میری خموشی کی　مرے ہر اشک کے قطرے سے جوش التجا نکلے
مزا تو جب ہے آشنا ہو اثر ہادی تغافل کا　کہ خود اسکے دہن سے میری آہ نارسا نکلے

جناب صدرالدین صاحب سرشار کسمنڈوی مہتمم بزم قمر بھوپال

کچھ مہربان وہ شوخ نظر ہو کے رہ گیا　میری فغاں میں آج اثر ہو کے رہ گیا
اچھا ہوا کہ آپ عیادت کو آ گئے　دل میں عدم کا عزم سفر ہو کے رہ گیا
کیا ہو گا پھر سکون دل بیقرار کو　تمکو مرا خیال اگر ہو کے رہ گیا
جس دل سے کچھ امید مجھے زندگی کی تھی　وہ بھی شہید تیغ نظر ہو کے رہ گیا
انکو خدا کرے مری تقصیر یاد آئے　سنتا ہوں قتل تذکرہ ہو کے رہ گیا
تھا کتنا دلپذیر وہ نظارہ جمال　میں بدحواس خیرہ نظر ہو کے رہ گیا
سرشار ہوشیار رہو ابھی تو کب کہ جب　پیوست دل میں تیر نظر ہو کے رہ گیا